قادیانیت عدالت کے کٹہرے میں

تاریخی فیصلے کا مکمل متن

Marfat.com

Marfat.com

قادیانیت

عدالت کے

کٹہرے میں

شبل پبلیکیشنز
عظمٰی آرکیڈ مین کلفٹن روڈ
دوسری منزل کراچی۔ فون: ۵۳۳۴۱۴

Marfat.com

297-87
ش ۱۹۰ د ی
141097

نام کتاب ـــــــــــ قادیانیت عدالت کے کٹہرے میں
تعداد اشاعت ـــــــــــ ایک ہزار
تاریخ اشاعت ـــــــــــ مارچ ۱۹۸۹ء
پرنٹرز ـــــــــــ احمد برادرس، ناظم آباد۔ کراچی
پبلشرز ـــــــــــ شبل پبلیکیشنز
قیمت ـــــــــــ ۲۵، روپے

Marfat.com

دیباچہ

پاکستان سے باہر دوسرے ممالک میں ایک تاثر جان بوجھ کر ابھارا جا رہا ہے کہ اسلامی مملکت ہونے کے باعث اقلیتی گروہوں کے ساتھ ناروا سلوک ہوتا ہے اور یہ سلوک "قادیانی" اقلیتی فرقے کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ آسٹریلیا میں گزشتہ دنوں منعقد ہونے والی انٹرنیشنل کانفرنس (W.C.R.P) میں بھی کم و بیش یہ کوشش کی گئی کہ دنیا کے سامنے قادیانی اقلیت کو پاکستان میں ظلم کا شکار بتایا جائے حالانکہ الحمدللہ اس کانفرنس میں حقیقت حال بیان کئے جانے کے بعد اس قسم کے پروپیگنڈے کا تدارک ہو گیا مگر ضرورت اس امر کی ہوئی کہ عام اذہان میں کسی قسم کے تاثر کو رد کرنے کے لئے شریعت کورٹ کے تاریخی فیصلے کو منظر عام پر لایا جائے اور اسے کتابی شکل دے کر دنیا کے سامنے اصل حقائق پیش کئے جائیں تاکہ عام مسلمانوں کے پاس منفی پروپیگنڈے کو رد کرنے کے لئے دلائل بھی موجود ہوں۔

حقیقت میں پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہونے کے باوجود یہاں پر کئی دوسری اقلیتیں بھی قیام پذیر ہیں مثلاً عیسائی، ہندو، بدھ، پارسی وغیرہ۔ قادیانی مسئلے کے مستقل حل کے لئے ایک منتخب اسمبلی نے کافی بحث و تمحیص کے بعد "قادیانی" مذہب کو علیحدہ اور اس کے ماننے والوں کو اقلیت قرار دے دیا جس کے بعد اقلیتی فرقے کے افراد نے وفاقی شرعی عدالت سے رجوع کیا اور بہت تفصیل سے بحث و مباحثہ کے بعد ایک تاریخی فیصلے میں یہ بات ثابت ہوئی کہ "قادیانیت" الگ مذہب ہے اور اس کے ماننے والے گروہ یا گروہوں کو پاکستان میں اقلیت گردانا جائے۔ اس واضح فیصلے کے بعد کم از کم معاشرہ میں مسلسل ٹکراؤ کی فضا سے نجات مل گئی اور قادیانی بھی اطمینان سے رہنے لگے۔

آج پاکستان میں دوسری اقلیتوں کی طرح قادیانیوں کو بھی مکمل اور برابر کے حقوق حاصل ہیں ان

Marfat.com

کی جان اور مال کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت پر ہے اور کسی کو محض اس وجہ سے کسی بھی حق سے محروم نہیں کیا جاتا نہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اقلیتی فرقہ قادیانیت سے تعلق رکھتا ہے لہذا کسی کا بھی یہ پروپیگنڈہ کہ قادیانی اقلیت کے ساتھ امتیازی سلوک ہوتا ہے، غلط ہے بلکہ آج بھی اس اقلیتی گروہ کے افراد اہم عہدوں پر فائز ہیں۔

زیر نظر کتاب کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ ایک جانب تو بیرونی ممالک میں ہونے والے پراپیگنڈے کا مدلل جواب دیا جا سکے کہ قادیانیت کو الگ مذہب اور قادیانیوں کو اقلیت کسی جبر اور تعصب کی بناء پر قرار نہیں دیا گیا بلکہ یہ فیصلہ ملک کی منتخب پارلیمنٹ اور شریعت عدالت کا ہے۔

دوسرے یہ کہ نوجوان نسل کو اس مسئلے کے پس منظر اور اس کے اثرات سے آگاہی ہو سکے تاکہ وہ دلائل سے لیس ہو کر کسی بھی پلیٹ فارم سے ہونے والے پراپیگنڈے کا موثر جواب دے سکے۔

امید ہے کہ شبل پبلیکیشنز کی دیگر مطبوعات کی مانند ہماری یہ کاوش بھی قارئین کے لئے معلوماتی اور مفید ثابت ہو گی۔

ادارہ

Marfat.com

وفاقی شرعی عدالت میں بنیادی دائرہ کار

مسٹر جسٹس فخر عالم ... چیف جسٹس

مسٹر جسٹس چوہدری محمد صدیق

مسٹر جسٹس مولانا ملک غلام علی

مسٹر جسٹس عبدالقدوس ہاشمی

شریعت پٹیشن نمبر ۱/۱۷ (۱۹۸۴ء)

مجیب الرحمٰن اور تین دوسرے مدعی

بنام ! وفاقی حکومت پاکستان بذریعہ اٹارنی جنرل آف پاکستان مدعا علیہ

شریعت پٹیشن نمبر ۲/ایل (۱۹۸۴ء)

کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواجد

اور ایک اور ..... مدعی

بنام ! اٹارنی جنرل اسلامی جمہوریہ پاکستان ... مدعا علیہ برائے مدعیان شریعت پٹیشن نمبر ۱/۱۷ (۱۹۸۴ء) میں مسٹر مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ (مدعیوں میں سے ایک) برائے مدعیان، شریعت پٹیشن نمبر ۲ ایل ۱۹۸۴ء میں کیپٹن ریٹائرڈ عبدالواجد (مدعیوں میں سے ایک) برائے مدعا علیہ.... حاجی شیخ غیاث محمد ایڈووکیٹ، ایم بی زمان ایڈووکیٹ اور ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ

Marfat.com

لاہور میں سماعت کی تاریخیں

۱۵ - ۷ - ۱۹۸۴	۱۶ - ۷ - ۱۹۸۴	۱۷ - ۷ - ۱۹۸۴
۱۸ - ۷ - ۱۹۸۴	۱۹ - ۷ - ۱۹۸۴	۲۲ - ۷ - ۱۹۸۴
۲۳ - ۷ - ۱۹۸۴	۲۴ - ۷ - ۱۹۸۴	۲۵ - ۷ - ۱۹۸۴
۲۶ - ۷ - ۱۹۸۴	۲۹ - ۷ - ۱۹۸۴	۳۰ - ۷ - ۱۹۸۴
۳۱ - ۷ - ۱۹۸۴	۱ - ۸ - ۱۹۸۴	۲ - ۸ - ۱۹۸۴
۵ - ۸ - ۱۹۸۴	۶ - ۸ - ۱۹۸۴	۷ - ۸ - ۱۹۸۴
۹ - ۸ - ۱۹۸۴	۱۱ - ۸ - ۱۹۸۴	۱۲ - ۸ - ۱۹۸۴

فیصلہ کی تاریخ ۱۲ - ۸ - ۱۹۸۴

فخر عالم سی جے: قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیز (امتناع و سزا) آرڈیننس نمبر ۲۰ مجریہ ۱۹۸۴ء کا ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کے گزٹ آف پاکستان کے غیر معمولی شمارہ میں اعلان کیے گئے آرڈیننس میں تعزیرات پاکستان (ایکٹ ایکس ایل وی ۱۸۶۰ء) اور ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء (ایکٹ وی ۱۸۹۸ء) اور پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۳ء کی کچھ دفعات میں ترمیمات کی گئیں۔ شریعت کورٹ نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد آف قادیان (مرزا صاحب) کے پیروکار قادیانی دو گروہوں میں بٹے ہوتے ہیں تاہم دونوں گروہوں کے لوگ قادیانی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ ایک گروپ جو عام طور پر قادیانی گروپ کے طور پر پہچانا جاتا ہے اور مرزا صاحب کے مہدی موعود اور مسیح موعود اور ایک نبی ہونے پر یقین رکھتا ہے لاہوری گروپ کہتا ہے کہ وہ ایک مجدد مہدی موعود اور مسیح موعود تھا۔ اس سلسلے میں قادیانی گروپ کے کچھ ارکان کی طرف سے اور لاہوری گروپ کے دو ارکان کی طرف سے دو درخواستیں نمبری ۱/۱۷ ۱۹۸۴ء اور ۲/ایل ۱۹۸۴ء دائر کی گئیں جن میں مذکورہ آرڈیننس کو چیلنج کیا گیا تھا۔ اس معاملہ کی چار ہفتوں سے زائد وقت میں مفصلاً سماعت ہوئی۔ شرعی درخواست نمبر ۱/۱۷، ۱۹۸۴ء کے درخواست گزاروں میں سے ایک مسٹر مجیب الرحمٰن اور دوسری درخواست نمبر ۲/ایل ۱۹۸۴ء کے درخواست گزاروں میں سے ایک کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواجد نے درخواست گزاروں کی طرف سے اس مقدمہ میں دلائل دیے شیخ عنائت محمد ایڈووکیٹ اور مسٹر ریاض الحسن گیلانی نے حکومت کی طرف سے اس کیس میں دلائل دیے

Marfat.com

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل وکلاء اور مختلف مکتبہ ہائے فکر سے متعلق علمائے کرام کو عدالت نے اس معاملہ میں معاونت فراہم کرنے کے لیے مدعو کیا جنہوں نے اس معاملہ کے متعلق امور پر تفصیلی دلائل دیئے۔ (۱) قاضی مجیب الرحمن (۲) پروفیسر محمود احمد غازی (۳) مولانا صدر الدین الرفاعی (۴) علامہ تاج الدین حیدری (۵) پروفیسر محمد اشرف (۶) علامہ مرزا احمد یوسف (۷) پروفیسر مولانا طاہر القادری۔ فیصلہ میں کہا گیا ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں آئین کے دوسرے ترمیمی ایکٹ مجریہ ۱۹۷۴ء کے ذریعے ترمیم کی گئی اس کا مقصد آئین کے آرٹیکل نمبر ۱۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کرنا تھی۔ اسطرح شق نمبر ۳ کو آرٹیکل ۲۶۰ میں شامل کر دیا گیا جسکا مقصد ایسے لوگوں کو غیر مسلم قرار دینا تھا جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قطعی آخری نبی ہونے پر یقین نہیں رکھتے یا وہ لفظ کے کسی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے اعتبار سے نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں یا اسی قسم کے کسی دعویدار کو نبی یا مذہبی مصلح گردانتے ہیں۔ دونوں گروہوں سے متعلق قادیانی اس تشریح کے تحت آتے ہیں اور اسی لیے انہیں غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ فیصلہ کے مطابق آرٹیکل ۱۰۶ صوبائی اسمبلیوں کی تشکیل کے بارے میں ہے جس میں اسمبلیوں کے منتخب شدہ ممبران کی تعداد ان کی اہلیت اور اس کے علاوہ غیر مسلموں شلاً، عیسائی، ہندو، بدھ اور پارسی فرقوں کے لیے ان اسمبلیوں میں اضافی نشستیں مخصوص کرنے کے بارے میں تشریح کی گئی تھی۔ دوسری آئینی ترمیم ۱۹۷۴ء کے ذریعہ مذکورہ بالا فرقوں میں قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کے افراد کو بھی جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں بھی شامل کر دیا گیا۔ اس طرح آرٹیکل ۱۰۶ کا نتیجہ آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی ذیلی دفعہ ۳ میں ایک اعلان کے ذریعے نکالا گیا اور کسی بھی گروپ سے متعلقہ قادیانی کو مذکورہ بالا اقلیتوں کے پہلو بہ پہلو رکھا گیا تھا۔ آئین کی ان دفعات کے باوجود احمدیوں نے خود کو مسلمان اور اپنے عقیدے کو اسلام کہنا جاری رکھا۔

پاکستان کے مسلمانوں کے اضطراب سے اغماض کیا اور اس طرف سے بالکل بے حس رہے تاہم مذکورہ بالا آئینی دفعات کی خلاف ورزی اور امّ المومنین، اہل بیت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے افراد، صحابہ کرامؓ، خلفائے راشدین، امیر المومنین، خلیفۃ المومنین اور خلیفۃ المسلمین کے القابات کی بے حرمتی کا جاری رکھنا جبکہ یہ القابات صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں اور کبھی بھی غیر مسلموں کے استعمال میں نہیں رہے۔ اس وجہ کی بنا پر مقدس شخصیات کی شان میں اہانت آمیز کلمات کہنے کو تعزیرات پاکستان (ایکٹ ایکس ایل وی ۱۹۸۰ء) کی دفعہ ۲۸۰ اے کے تحت قابل سزا جرم قرار دیا گیا۔ یہ دفعہ درج ذیل ہے۔ (۲۹۸۔ اے) مقدس شخصیات کی شان میں حقارت آمیز کلمات کی ادائیگی الفاظ میں ہو، لکھے ہوئے یا بول کر، ٹھوس شکل میں کوئی نمائندگی ہو یا اشارے کنائے میں بلا واسطہ یا

Marfat.com

بالواسطہ طور پر امّ المومنینؓ میں سے کسی بھی زوجہ مطہرہؓ یا اہل بیت یا خلفائے راشدینؓ میں سے کسی بھی خلیفہ یا صحابہ کرامؓ کے ناموں کی بے حرمتی کرنے پر سزائے قید دی جاسکے گی۔ سزا کی معیاد ۳ سال تک بڑھائی جاسکے گی یا جرمانہ ہوگا یا پھر دونوں سزائیں بھی دی جاسکیں گی۔ یہ دفعہ عمومی طور پر لاگو کی گئی تھی اور اسے صرف احمدیوں پر عائد نہیں کیا گیا تھا۔ اس لیے قادیانیوں کی مندرجہ بالا باتوں پر اصرار کی بنا پر شروع ہونے والی مسلمانوں کی تحریک کی وجہ سے یہ آرڈیننس جاری ہوا۔ اس آرڈیننس کے ذریعے دفعہ ۲۹۸۔ بی اور ۲۹۸۔ سی کا تعزیرات پاکستان (ایکٹ ایکس ایل وی ۱۸۹۸ء) میں اضافہ کیا گیا اور اس طرح نتیجتاً ضابطہ فوجداری مجریہ ۱۸۹۸ء (ایکٹ وی ۱۸۹۸ء) اور مغربی پاکستان پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۳ء میں ترمیمات کی گئیں۔ دفعہ ۲۹۸۔ بی اور ۲۹۸۔ سی درج ذیل ہیں۔

(۲۹۸۔ بی) اس دفعہ کے تحت مقدس شخصیات اور جگہوں کے ناموں، القابات اور خطابات کا غلط استعمال قابل سزا ہوگا اور یہ سزائے قید تین سال تک بڑھائی بھی جاسکتی ہے یا جرمانہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی قادیانی جو اپنے آپ کو لاہوری گروپ یا قادیانی گروپ سے متعلق بتاتا ہے اور کسی طرح بھی مسلمانوں کے نماز کے لیے لوگوں کو بلانے کے طریقہ (یعنی اذان) کے مطابق عمل کرتا ہے تو اسے بھی قید کی سزا دی جاسکے گی اور جرمانہ بھی عائد کیا جاسکے گا۔

(۲۹۸۔ سی) قادیانی یا لاہوری گروپ کا کوئی بھی شخص جو اپنے آپ کو احمدی کہلواتا ہے اگر بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے یا اپنے عقیدے کو اسلام سے تعبیر کرتا ہے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا تشہیر کرتا ہے یا دوسرے لوگوں کو اسے قبول کر لینے کی دعوت دیتا ہے اور اسی طرح کی کسی بھی شکل میں مسلمانوں کے جذبات بھڑکاتا ہے تو وہ بھی مستوجب سزا ہوگا اور یہ سزائے قید تین سال تک بڑھائی بھی جاسکے گی۔ اور جرمانہ بھی عائد کیا جائے گا۔

فیصلہ میں مزید کہا گیا ہے کہ جس بڑی بنیاد پر یہ درخواستیں دائر کی گئیں ہیں اور جس پر مختلف زاویوں سے دلائل بھی دیئے گئے۔ وہ یہ ہے کہ یہ اعلان کردہ آرڈیننس احمدیوں کے اپنے مذہب کی تشہیر کرنے، تبلیغ کرنے، اس پر عمل کرنے اور اعلان کرنے کے شرعی اور آئینی حق کی نفی کرتا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ آئینی دفعات کی موجودگی میں درخواست گزاروں نے اپنے دلائل میں اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے اور اپنے عقیدے کو اسلام کہنے پر اصرار کیا ہے اور یہ موقف اختیار کیا ہے کہ آئینی ترمیم کسی مذہبی تنظیم کی طرف سے انہیں غیر مسلم قرار دیا جانا نہیں تھا بلکہ یہ اس وقت کی حکمران پارٹی کا ایک اقدام تھا۔ درخواست گزاروں کے لیے اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ آئینی ترمیم کی متفقہ طور پر تمام

Marfat.com

پارٹیوں نے منظوری دی تھی اور پارلیمنٹ نے دونوں فریقین (بشمول احمدیہ فرقہ کے سربراہ کے) کا موقف سننے کے بعد لگ بھگ عدالتی انداز میں یہ فیصلہ دیا تھا۔ مسٹر مجیب الرحمٰن نے اپنے بیان میں کہا چونکہ عدالت آئینی دفعات کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی اور اس لیے وہ یہ سوال نہیں اٹھائیں گے کہ آیا قادیانی مسلمان ہیں یا غیر مسلم۔ تاہم انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اس طرح قادیانی غیر مسلم نہیں ہیں بلکہ آقتدار اعلٰے نے ان کے بارے میں ایسا اعلان کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے وضاحت کی کہ اگر حکومت کے وکیل نے بھی یہ دلیل دی کہ قادیانی شریعت کے مطابق غیر مسلم ہیں تو اس تفصیل کے ساتھ اس دلیل کی تردید کریں گے۔ ہم نے اس سلسلہ میں مسٹر ریاض الحسن گیلانی سے دریافت کیا جو وفاقی حکومت کی طرف سے وکیل تھے کہ آیا وہ صرف اس مفروضہ کی بنیاد پر کارروائی میں حصہ لیں گے کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیا گیا ہے یا وہ ان کی حیثیت کے بارے میں آزادانہ طور پر شریعت کی روشنی میں دلائل دیں گے۔ انہوں نے دوسری صورت کو اختیار کیا۔ اس پر درخواست گزار مسٹر مجیب الرحمٰن نے کہا کہ وہ قرآن وسنت کے احکامات کی روشنی میں قادیانیوں کی حیثیت سے سوال کی وضاحت کریں گے اور اس پر دلائل دیں گے۔ فیصلہ میں مزید لکھا گیا ہے کہ مسٹر مجیب الرحمٰن کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے مفروضے پر دلائل عدالت کے لیے ایک دعوت ہے کہ وہ اس مسئلہ پر غور کرے۔ اس لیے اس نکتہ پر عدالت اپنی تحقیق وتفتیش کے نتیجے کا ذکر نظر انداز نہیں کر سکتی۔ اس نکتہ پر پوری طرح دلائل دیئے گئے اس لیے فیصلے میں اس کا تذکرہ ضروری ہے۔ سماعت کے آخر میں تحریری طور پر دیئے جانے والے دلائل میں درخواست گزاروں کا یہ موقف کہ انہوں نے اپنے عقیدے کا معاملہ اٹھانے کی خواہش نہیں کی، بھی صرف جزوی طور پر درست ہے۔ اس درخواست میں اٹھائے گئے تمام نکات اور اعلان کردہ آرڈیننس پر ہونے والے مختلف دفعات کے اثرات کی وضاحت کرنے سے پہلے یہ مناسب ہوگا کہ ختم نبوت کے مسلمانوں کے تصور پر روشنی ڈالی جائے جو احمدیوں اور مسلمانوں کے درمیان بنیادی فرق کا موجب ہے اور جو کہ سیکنڈ آئینی ترمیم (ایکٹ ۱۹۷۴ء) کی بنیاد ہے اور جس کے تحت احمدیوں کو غیر مسلم ڈیکلیئر کیا گیا تھا۔ تمام مکاتب فکر کے مسلمان ختم نبوت پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور اسے اپنے عقیدے کا لازمی جزو سمجھتے ہیں اور اس متفقہ اعتقاد کی بنیاد قرآن کریم کی درج ذیل آیت پر ہے۔

" ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیما "

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کا بھی باپ نہیں لیکن وہ خدا کا پیغمبر ہے اور نبیوں کا خاتم آپ پر ہوا ہے اور اللہ تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔ (قرآن ۳۳-۴۰)

یہاں پر لفظ خاتم کا مطلب وہ شخص ہے جس پر کوئی چیز ختم ہو اور اس نکتے میں کوئی اختلاف نہیں

Marfat.com

اس لیے خاتم النبیین کا مطلب وہ شخص ہے جس کی نبوت پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ خاتم النبیین کے معروف مطالب جن پر اتفاق پایا جاتا ہے وہ یہ ہیں کہ نبوت پر مہر اور نبوت پر مہر کے معانی ہیں آخری نبی جس نے نبوت پر مہر ثبت کر دی اور اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نبیوں کی بعثت کا اختتام قطعی ہے۔ یہ معانی مرزا صاحب (غلام احمد قادیانی) نے بھی ازالہ اوہام کی جلد نمبر ۲ کے صفحہ ۱۵۱ میں تسلیم کیے ہیں۔ تاہم نبوت کے دعویٰ کے بعد انہوں نے اس کے معانی تبدیل کر دیئے اور محمد کی مہر کے طور پر اس کی تشریح کی اور اس کا مطلب یہ بتایا کہ یہ مہر ان نبیوں کے لیے ہے جنہوں نے بعد میں مبعوث ہونا ہے اور اس کے لیے یہ شرط ضروری ہے کہ نبی آخر الزمان کے بعد جو کوئی بھی نبی کے طور پر آئے گا اس کے پاس ہر حال میں محمد کی مہر ہونی چاہیئے جس کے معانی ہیں کہ یہ وہ نبی ہے کہ جسے اس دنیا میں محمدؐ کی تصدیقی مہر کے تحت قرآن و سنت میں درج اس کی شریعت کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ یہ تشریح نبوت کے قطعی خاتم کے بارے میں دی جانے والی تشریح سے روگردانی ہے حالانکہ پہلے والی تشریح پر مکمل اتفاق رائے پایا جاتا ہے اور مرزا صاحب کی ابتدائی اپنی تحریروں میں بھی یہی منشح ہوتا ہے۔ بحوالہ بالا آیت میں لفظ خاتم دو انداز میں پڑھا گیا ہے۔ ایک تو خاتم کے لفظ میں ت پر زبر پڑھی گئی ہے اور دوسری صورت میں ت کے نیچے زیر ابن عمر اور عاصم کے مطابق اس ت پر زبر کے ساتھ خاتم پڑھا جاتا ہے اس صورت میں یہ لفظ اسم ہے جس کے معانی آخری کے ہیں۔ دوسروں کے مطابق خاتم میں ت کے نیچے زیر پڑھی گئی ہے جو اس لفظ کو فاعل بناتی ہے جس کے معانی ہیں وہ جو ختم کرتا ہے اس طرح خاتم النبیین کا مطلب ہے وہ نبی جس پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے یا جس کے ساتھ نبوت ختم ہو جاتی ہے (معالم التنزیل) امام بغوی جلد ۴ صفحہ ۲۱۸

لسان العرب میں کہا جاتا ہے کہ خاتم کے مطالب میں ختم کرنا اور یہ کہا جاتا ہے ختم اللہ امرہ بالخیر اللہ تعالیٰ اس کے معاملات خیر کے ساتھ ختم کرے ہر چیز کا اختتام ختم کہلاتا ہے اور اس کی جمع خواتم ہے جس کے معنی ہیں اختتام فرح نے کہا ہے کہ خاتم اور خاتم مترادفات ہیں جن میں صرف اتنا فرق ہے کہ گرامر میں پہلا اسم ہے اور دوسرا INFINITIVE VERBAL NOUN۔ خاتم اور خاتم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آیت ۴۰۔۳۳ میں فرمایا ہے کہ وہ خاتم النبیین ہیں جس کے معنی ہیں آخری نبی۔

ختم کے معانی ہیں روکنا عام طور پر اس کا مطلب ہے کہ ایک چیز کو دوسری میں مسلط نہ ہونے دینا۔ ختم کے معانی مہر کے بھی ہیں جس کے معانی ہیں کہ دوسری چیزوں کو مہر شدہ چیز میں خلط ملط ہونے سے روکنا۔ ختم کے معانی انگوٹھی کے بھی ہیں۔ (لسان العرب جلد ۱۸ صفحہ نمبر ۵۳ - ۵۵)

Marfat.com

الراغب کے مطابق خاتم اور طبع مہر کے نقش کو ظاہر کرتے ہیں چھوٹی مہر یعنی (سگنی) گرم ملکوں میں استعمال کی جاتی ہے جس کا مقصد ایک چیز کو کسی دوسرے شخص سے محفوظ رکھنا ہے اور اس کا مطلب کسی دوسرے کو اس چیز سے بھی محفوظ رکھنا ہے۔ اس طرح دروازوں اور وثیقہ جات وغیرہ کو بھی محفوظ کرنے کے لیے سیل کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اوقات اسے چھاپنے کے لیے بھی استعمال میں لایا جاتا ہے اور بعض اوقات اس کے معانی کسی چیز کے خاتم کے بھی ہیں اس نے اپنے دل پر مہر لگائی کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ایسا بنا لیا کہ وہ کچھ نہیں سمجھتا اور اس سے کسی چیز کے آگے بڑھنے کا امکان نہیں یا اس نے اپنے دل یا ذہن کو ایسا بنا لیا کہ اسے کچھ سمجھ نہیں پڑا اور یہی مہر یعنی کسی چیز کا خاتم ہے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر ثبت کر دی (ختم اللہ علی قلوبہم) اور اللہ نے ان کے دل منقش کر دیئے (طبع اللہ علی قلوبہم) کی آیات اس طرف اشارہ کرتی ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جب کوئی شخص ایسی چیزوں پر یقین رکھتا، جو جھوٹی ہیں اور ایسی چیزوں کا ارتکاب کرتا جو کہ ممنوع ہیں، ترک کر دیتا ہے اس طرح وہ اپنا منہ سچ کی طرف نہیں موڑتا اور موقع محل کے نتائج کی وجہ سے نافرمانی کے اعمال پر خوشنودی کے متعلق یقین کر لیتا ہے اس طرح وہ ایسے ہی ہے کہ اس کی عادات اس کے دل پر نقش کر دی گئیں (المفردات مصنف راغب اصفہانی صفحہ ۱۴۳ اور خاتم پر ملاحظہ کریں۔

خاتم النبیین کا مطلب ہے کہ ایسا نبی جس کی آمد سے نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا (المفردات مصنف راغب اصفہانی صفحہ ۱۴۲-۱۴۳)

تاج العروس میں رقم ہے:

نبی اکرمؐ کے ناموں میں خاتم اور خاتِم شامل ہیں جس کا مطلب ہے کہ نبوت ان کی بعثت کے بعد ختم ہو گئی (تاج العروس جلد ۴ صفحہ ۱۸۶)

مجمع البحار جلد نمبر ۸ صفحہ ۱۹۴ دیکھیں اس لیے لفظ خاتم (مہر) یا ختم جس کا مطلب ہے جو کوئی کسی چیز کو انجام تک پہنچاتا ہے کے لغوی معنی میں کوئی فرق نہیں اس بنیاد پر تمام لغات دانوں اور شارحین نے متفقہ طور پر خاتم النبیین کو آخر النبیین کے معنوں میں لیا ہے۔ عربی استعمال اور لغت کے نقطۂ نظر سے لفظ خاتم ڈاک کی مہر کے یہ معنی نہیں دیتا کہ جیسے لفافے کو جاری کرنے کے لیے اس پر مہر لگائی جائے بلکہ یہ اس چھاپ کو ظاہر کرتا ہے کہ لفافے کے اندر کیا چیز محفوظ ہے اس طرح جو کچھ بھی اس کے اندر ہے باہر نہیں آسکتا اور نہ ہی باہر کی کوئی چیز اندر داخل ہو سکتی ہے جب تک کہ اس کی مہر نہ توڑ دی جائے۔ قرآن کریم کی آیت نمبر ۲۳-۴۰ کی بقیہ تمام ممتاز شارحین نے شرح کی ہے۔ ایک طرف قیامت کے

Marfat.com

قریب حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں آنے کی کچھ احادیث ہیں بعض لوگوں نے ان روایات کو قرآن وسنت اور اسلام سے تصادم ہونے کی بنا پر ضعیف ٹھہرایا ہے لیکن ایک بڑی تعداد ان احادیث کو مستند مانتی ہے اور اکثریت کے نزدیک قرآن اور ان احادیث میں کوئی تصادم نہیں کیوں کہ اللہ کے رسول حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور اکرمؐ کی بعثت سے بہت پہلے دنیا میں بھیجا گیا تھا جبکہ یہ آیت حضرت محمدؐ کے بعد نئے نبی کی آمد کی طرف اشارہ کرتی ہے لیکن حضرت مسیح علیہ السلام مسلم اُمّہ کے ایک رکن اور اسلامی شریعت کے پیروکار کے طور پر اس دنیا میں آئیں گے۔ یہ مستند تشریحات اور آراء یہاں پر درج کی جا رہی ہیں :

۱) علامہ ابن جریر طبری قرآن پاک پر اپنی مشہور تفسیر میں اس آیت مبارکہ کی یوں وضاحت کرتے ہیں وہ نبوت کو ایک اختتام تک لائے اور اس پر مہر لگا دی۔ اب یہ دروازہ روز حشر تک کسی پر بھی نہیں کھلے گا۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۲۲ صفحہ ۱۲۔)

۲) امام تہاوی اپنی کتاب "عقیدۃ السلفیہ میں متقی و پرہیز گار لوگوں کے نبوت کے بارے میں عقیدوں بالخصوص امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم) کے متعلق لکھا ہے"۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے، پیغمبر اور پسندیدہ رسول ہیں اور وہ آخری نبی ہیں وہ متقیوں کے سردار اور سید الانبیاء اور محبوب دو عالم ہیں۔ (شرحت التہوانی العقیدۃ السلفیہ / دار المعارف مصر صفحہ ۱۵، ۸۷، ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۲)

۳) علامہ ابن حزم اندلسی لکھتے ہیں" قطعی یقینی طور پر رسولؐ خدا کے وصال کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ایسا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وحی نبی کے علاوہ کسی پر نازل نہیں ہوتی اور خدا تعالیٰ نے خود کہا ہے محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبی آخر الزماں ہیں۔ المحلیٰ جلد نمبر ا صفحہ ۲۶

۴) امام غزالی کہتے ہیں مسلم امہ میں یہ مکمل اتفاق ہے کہ نبی اکرمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ساری امت اس بات پر متفق ہے کہ حضور پاکؐ کے اپنے الفاظ "لا نبی بعدی" کے بھی اس کے علاوہ کوئی معانی نہیں کہ میرے بعد کوئی پیغمبر آئے گا نہ رسول" جو کوئی بھی اس حدیث کی کسی دوسرے انداز میں تشریح کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔ اس کی تشریح غیر عقلی اور اس کی تحریر ملحدانہ ہوگی۔ امت اس بارے میں بھی اتفاق رائے رکھتی ہے کہ اس تشریح کے علاوہ کسی تشریح کی کوئی حیثیت نہیں ہے جو کوئی بھی اس سے انکار کرتا ہے وہ اجماع امت سے انکار کرتا ہے۔

۵) محی السنہ بغوی اپنی کتاب معالم التنزیل میں لکھتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے نبی پاک کے ذریعے نبوت

Marfat.com

کا خاتمہ کر دیا اس لیے وہ آخری نبی ہیں۔ اس کے علاوہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فیصلہ دیا ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

۶) علامہ زمخشری اپنی تفسیر الکشاف میں لکھتے ہیں" اگر تم یہ پوچھتے ہو کہ حضور اکرمؐ کیسے آخری نبی ہو سکتے ہیں جب کہ یہاں یہ عقیدہ موجود ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام روز محشر سے پہلے آخری دنوں میں دنیا میں مبعوث ہوں گے تو جواب ہے کہ نبی اکرمؐ اس مفہوم میں آخری نبی ہیں کہ ان کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا جب کہ حضرت مسیح علیہ السلام ان نبیوں میں سے ہیں جنہیں نبی اکرمؐ کی بعثت سے قبل دنیا میں رشد و ہدایت کے لیے بھیجا گیا اور جب وہ دوبارہ آتے ہیں تو وہ حضورؐ اکرم کی شریعت کے پیرو کے طور پر بھیجے جائیں گے اور وہ اسی طرح اپنا منہ قبلہ شریف یعنی کعبہ کی طرف کر کے نماز پڑھیں گے جس طرح امت کا کوئی دوسرا رکن پڑھتا ہے۔

۷) قاضی ایاز لکھتے ہیں" وہ جو کوئی اپنے لیے نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا یہ خیال کرتا ہے کہ کوئی اسے حاصل کر سکتا ہے اور اس طرح طہارت قلبی کے باعث یہ نبوت کا منصب حاصل کر سکتا ہے جیسے کہ کچھ فلاسفر اور نام نہاد صوفی یہ دعویٰ کرتے ہیں، اور اسی طرح جو پیغمبر ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن یہ دعویٰ کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے، اس طرح کے تمام لوگ کافر ہیں اور منکرین پیغمبر ہیں کیونکہ انہوں نے ہمیں مطلع کیا کہ وہ آخری نبی ہیں اور یہ کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اطلاع تھی کہ انہوں نے نبوت ختم کر دی اور وہ نبی نوع انسان کے لیے بھیجے گئے اور ساری امت اس بات پر اتفاق رائے رکھتی ہے کہ ظاہری معنوں کے علاوہ ان الفاظ کے کوئی معانی نہیں ہیں اس سے مختلف تشریحات یا لغوی معانی کی یہاں کوئی گنجائش نہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں کے کافر ہونے کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

(شفا جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۷۰، ۲۷۱)

۸) امام رازی نے خاتم النبیین والی آیت کی توضیح کرتے ہوئے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ خاتم النبیین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک پیغمبر کے بعد دوسرا نبی آتا ہے تو وہ رشد و ہدایت اور احکامات ابھی کی وضاحت کا ایک مشن اپنے پیچھے چھوڑتا ہے اور یہ مشن نامکمل ہوتا ہے اور اس کے بعد آنے والے کو اسے مکمل کرنا ہوتا ہے لیکن ایسا پیغمبر جس کے بعد کوئی دوسرا پیغمبر نہیں آتا وہ اپنی امت کے لیے بہت زیادہ رحم دل ہوتا ہے اور ان کے لیے واضح اور مکمل ہدایت فراہم کرتا ہے اس لیے کہ وہ ایک باپ کی مانند ہے جو یہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے بیٹے کا کوئی سرپرست یا نگران نہیں۔ (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۵۸۱)

۹) علامہ شہرستانی اپنی کتاب الملل والنحل میں لکھتے ہیں" اور اسی طرح جو کوئی کہتا ہے کہ پیغمبر حضرت

Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی دوسرا نبی مبعوث کیا جائے گا تو وہ کافر ہے اور اس مسئلہ پر دو اشخاص کے درمیان بھی کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا"۔ (الملل والنحل جلد ۳ صفحہ ۲۴۹)

۱۰) علامہ بداوی اپنی تفسیر انوار التنزیل میں لکھتے ہیں۔ نبی اکرمؐ آخری نبی ہیں۔ جنہوں نے ان کا سلسلہ ختم کر دیا ہے جس کے ذریعے نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگا دی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ بعثت حضور اکرمؐ کے آخری نبی ہونے کا انکار نہیں اس لیے جب وہ آئیں گے تو شریعت محمدی کے پیرو ہوں گے۔

۱۱) علامہ حافظ الدین اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں لکھتے ہیں کہ نبی پاکؐ خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد کوئی دوسرا شخص پیغمبر مقرر نہیں کیا جائے گا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پیغمبروں میں سے ہیں، جنہیں محمدؐ سے پہلے مبعوث کیا گیا تھا اور جب وہ دوسری مرتبہ آئیں گے تو رسول کریمؐ کی شریعت کے مقلد اور ان کی امت کے رکن کے طور پر دنیا میں آئیں گے۔ مدارک التنزیل جلد ۵ صفحہ ۱۷۴

۱۲) علامہ علاؤ الدین بغدادی اپنی تفسیر خازن میں لکھتے ہیں "وا خاتم النبیین" یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم کر دیا۔ اب ان کے بعد کوئی نبوت ہوگی نہ ہی اس کے ساتھ کوئی شراکت یا مجلس ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

۱۳) علامہ ابن کثیر اپنی معروف تفسیر میں راقم ہیں۔ اس طرح یہ آیت اس سلسلہ میں واضح حکم ہے کہ نبی اکرمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا! اور جب ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ تو ان کے بعد کوئی بھی رسول رسالت کے لیے مخصوص نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی نبوت عمومی طور پر، ہر رسول پیغمبر ہوتا ہے لیکن ہر پیغمبر رسول نہیں ہوتا۔ جو کوئی بھی نبی اکرمؐ کے بعد اس منصب کا دعویٰ کرتا ہے وہ کاذب، گمراہ، کافر اور مکر ہے اس بات کی کوئی اہمیت نہیں خواہ وہ مافوق الفطرت اور طلسماتی انداز اختیار کرتا ہے اور فسوں کاری کھاتا ہے اور قیامت تک جو کوئی بھی اس منصب کا دعویٰ کرتا ہے اس کی بھی یہی حیثیت ہوگی۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳، صفحہ ۴۹۳-۴۹۴)

۱۴) علامہ جلال الدین سیوطی (جلالین) میں لکھتے ہیں "وکان اللہ بکل شئی علما"۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے بارے میں علم رکھتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ نبی اکرمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں آئیں گے تو محمدؐ کی شریعت کو ماننے والے ہوں گے۔ (جلالین صفحہ ۷۶۸)

۱۵) علامہ ابن نجیم اپنی کتاب میں رقم کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ محمدؐ آخری نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کیونکہ یہ عقیدہ مبادیات میں سے ایک ہے (الاشباہ النظائر صفحہ ۱۷۹)

Marfat.com

۱۶) ملا علی قادری شرح فقہ اکبر میں رقمطراز ہیں کہ اس نکتہ پر اُمت مسلمہ میں مکمل اتفاق ہے کہ نبی اکرمؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۲)

۱۷) شیخ اسمٰعیل حقی اپنی تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں ائمہ لفظ کو ختم پڑھتا ہے جو کہ مہر لگانے کا آلہ ہے جس کے ساتھ مہر ثبت کی جاتی ہے۔ یہ اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ حضور نبی اکرمؐ آخر میں بھیجے گئے اور ان پر نبیوں کی آمد کا سلسلہ ختم ہو گیا یا اس پر مہر لگا دی گئی۔

بعض لوگوں نے اس لفظ کو ختم پڑھا ہے جس کے معانی ہیں جو کوئی مہر لگاتا ہے۔ اس طرح لفظ ختم ختم کا مترادف ہے اس لیے ان کی اُمت کے ولی، علماء ولایت کی شکل میں حضور اکرمؐ کے جانشین ہوں گے کیونکہ نبوت میں جانشینی کو ختم کر دیا گیا ہے (روح البیان جلد ۲۲ صفحہ ۱۸۸)

۱۸) فتاویٰ عالمگیری کے مطابق جو شہنشاہ اورنگ زیب کے حکم سے ترتیب دیا گیا اگر ایک شخص اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ رسول اکرمؐ آخری نبی ہیں وہ مسلمان نہیں ہے اور اگر وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول یا پیغمبر ہے تو اسے کافر قرار دے دیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

۱۹) علامہ شوکانی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ علماء کی اکثریت نے لفظ ختم کو ختم پڑھا ہے اور ائمہ نے خاتم، پہلی خواندگی کے مطابق اس کا مطلب ہے کہ نبی اکرمؐ نے نبیوں کے سلسلہ کا انجام کر دیا اور ان تمام کے آخر میں بھیجے گئے اور دوسری خواندگی کے مطابق وہ ان تمام پیغمبروں کے لیے مہر تھے جو ان سے پہلے آئے جس سے ان کے سلسلہ پر مہر لگا دی گئی اور جن کی شمولیت کے باعث پہلے آنے والے پیغمبروں کا گروہ توقیر حاصل کر گیا (فتح القدیر جلد ۴ صفحہ ۲۷۵)

۲۰) علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں رقمطراز ہیں "لفظ نبی عام ہے اور لفظ رسول خاص ہے اس لیے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہونے کے ناطے یہ تقاضا کرتے ہیں کہ انہیں خاتم المرسلین بھی ہونا چاہئیے اور ان کا آخری نبی اور رسول ہونا یہ معنی دیتا ہے کہ دنیا میں اللہ کی جانب سے نبوت ملنے کے بعد کسی جن یا انسان کے لیے نبوّت کا منصب ختم کر دیا گیا ہے۔ (روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۲)

جس کسی پر ان کے بعد نبوت کے سلسلہ میں وحی کا نزول ہوتا ہے، کافر قرار دیا جائے گا اور اس سلسلے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں (روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۸)

ختم نبوت کے بارے میں یہی نقطہ نظر مندرجہ ذیل شیعہ علمائے کرام نے بھی پیش کیا ہے۔

۱: علی ابن ابراہیم (۳۲۹-۲۴۱ ہجری) تفسیر القمی صفحہ ۵۳۲ مطبوعہ نجف (عراق)

۲: شیخ ابو جعفر محمد بن حسن ابن علی طوسی تفسیر التبیان جلد ۸ صفحہ ۳۱۴ مطبوعہ نجف (عراق)

Marfat.com

۳۔ ملا فتح اللہ کاشانی تفسیر منہاج الصادقین جلد، صفحہ ۳۳ مطبوعہ نجف (عراق)
۴۔ ابوعلی فضل ابن حسین تبراسی تفسیر مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ۲۸۱ مطبوعہ نجف (عراق)
۵۔ ہاشم ابن سلیمان ابن اسماعیل حسینی تفسیر البرہان جلد ۳ صفحہ ۳۲۷ مطبوعہ قم (ایران)
٦۔ ملا محسن کاشی تفسیر الصفی صفحہ ۴۹۱ مطبوعہ نجف (عراق)
۷۔ علامہ حسین بخش انوار النجف جلد ۱۱ صفحہ ۲۱۱ مطبوعہ لاہور
۸۔ مولانا سید عمار علی تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱۲ مطبوعہ دہلی
۹۔ مقبول احمد ترجمہ وتشریح قرآن صفحہ ۵۰۷ مطبوعہ لاہور
۱۰۔ حافظ فرمان علی ترجمہ وتشریح قرآن صفحہ ۵۸۵

زمخشری تفسیر کشاف میں قاضی بداوی انوار التنزیل میں، امام رازی تفسیر کبیر میں، امام نووی شرح مسلم جلد دوم ص ۱۸۹ میں اور شرح مسلم جلد ۱۸ صفحہ ۷۵ میں علاؤ الدین بغدادی تفسیر خازن ص ۲۷۴، ۴۱ میں، تفتہ زانی شرح عقائد نسفی ص ۱۳۵ میں ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد ٦ ص ۳۱۵، ۱۱۷ میں۔ بدرالدین عینی عمدۃ القاری جلد ۱٦ ص ۴۰ میں، قسطلانی ارشاد السری جلد ٦ صفحہ ۸ ۱ میں، ابن الہیثمی فتاوی حدیثیہ ص ۱۲۸، ۱۲۹ میں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعات المعات جلد ۴ ص ۳۷۳ میں زرقانی شرح مواطف الدونیہ جلد ۲ ص ۱۱٦ میں اس نقطہ نظر کی تائید کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے بارے میں احادیث اور قرآن کے درمیان کوئی تصادم یا اختلاف نہیں۔

یہ تمام وضاحتیں اور صراحتیں تمام دنیا کے ممالک کے ممتاز اور جید علمائے کرام، قانون دانوں، محدثین اور شارحین نے کی ہیں۔ اس طرح تمام ذمہ دار افراد نے معتبر حوالے دیئے اور یہ حوالے اسلامی تاریخ کی پہلی صدی ہجری سے لے کر تیرہویں صدی ہجری تک دیئے گئے نبی اکرمؐ نے کئی ایک احادیث میں آخری نبی کے مفاہیم اور مطالب کی توضیح کی ہے جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بنی اسرائیل کی رہنمائی پیغمبروں نے کی۔ جب ایک پیغمبر کا وصال ہوجاتا دوسرا اس کی جگہ لے لیتا۔ تاہم میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا۔ صرف خلفاء ہوں گے۔
(بخاری، کتاب الانبیا، جلد دوم، صفحہ ۲۵۷ مطبوعہ بیروت لبنان)

۲۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" مجھ سے پہلے آنے والے پیغمبروں کے حوالہ سے میری حیثیت اس حکایت یا مثال سے سمجھی جاسکتی ہے۔ ایک شخص نے ایک عمارت تعمیر کی اور اس کی خوب آرائش وزیبائش کی لیکن اس میں ایک اینٹ کی خالی جگہ چھوڑ دی۔ لوگوں نے اس عمارت کو دیکھا، اس کے حسن سے متاثر

Marfat.com

ہوئے، لیکن انہوں نے کہا یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ لگائی گئی؟ پس وہ اینٹ میں ہوں اور میں پیغمبروں میں سے آخری ہوں (میری بعثت سے نبوت کی عمارت مکمل ہو چکی ہے۔ اب اس میں کوئی خالی جگہ نہیں ہے جسے کسی اور پیغمبر نے پورا کرنا ہو") (بخاری کتاب المناقب، جلد دوم صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ بیروت)

اسی موضوع پر مسلم (کتاب الفضائل) میں بھی آخری حدیث میں ان الفاظ کے اضافہ سے چار روایات بیان ہوئی ہیں " پس میں آیا اور پیغمبری کا سلسلہ بند کر دیا " یہی روایت ان ہی الفاظ میں ترمذی کتاب المناقب باب فضائل النبیؐ میں بھی موجود ہے۔

مسند ابو داؤد میں یہ روایت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے بیان ہوئی ہے اور اس کے آخری الفاظ ہیں " میرے ذریعے پیغمبری کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔"

مسند احمد میں ابی بن کعب، ابو سعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ روایات بیان کی گئی ہیں۔

۳۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " مجھے دوسرے پیغمبروں سے چھ امور میں ممتاز کیا گیا ہے (۱) مجھے فصاحت کی خوبی سے مزین کیا گیا ہے (۲) مجھے متاثر کرنے کی تاثیر دی گئی ہے (۳) مجھے مال غنیمت لینے کا حق دیا گیا ہے (۴) میرے لیے پوری دنیا کو مسجد بنایا گیا ہے (۵) مجھے پوری دنیا کے لیے پیغمبر مقرر کیا گیا ہے اور (۶) میرے ساتھ نبوت کا منصب ختم کر دیا گیا۔ (مسلم جلد دوم، صفحہ ۹۴۳ مطبوعہ دارالکتب بیروت)۔

۴۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میرے بعد نہ کوئی پیغمبر ہو گا اور نہ ہی نبی۔ (ترمذی جلد دوم صفحہ ۵۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

۵۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " میں محمدؐ ہوں، میں احمدؐ ہوں، میں مٹانے والا ہوں میرے ذریعے بداعتقادی مٹا دی جائے گی۔ میں اکٹھے کرنے والا ہوں، لوگ میدان حشر میں میرے پیچھے اکٹھے ہوں گے۔ اور میں آخر والا ہوں جس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہو گا۔" (مسلم جلد دوم، صفحہ ۲۶۱ مطبوعہ دہلی)

۶۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " اللہ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کی آمد کے بارے میں انتباہ نہ کیا ہو (لیکن وہ ان کے دور میں نہیں آیا) اب میں پیغمبروں میں سے آخری ہوں اور تم آخری امت ہو، اب وہ تم میں ظاہر ہو گا۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۸)

۷۔ عبدالرحمٰن بن جابر کہتے ہیں۔ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ آنحضور صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم ایک روز ہمارے پاس اس طرح تشریف لائے جیسے وہ ہم سے رخصت ہونے والے ہوں اور آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا "میں اُمی پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں" پھر فرمایا "اور میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ (مسند احمد، روایات عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ)

۸۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہوگی۔ صرف اچھی خبریں دینے والے نقیب ہوں گے"۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا "اے اللہ کے پیغمبر اچھی خبریں دینے والے نقیب کون ہیں؟" آپؐ نے جواب دیا "سچا رؤیا" یا فرمایا "صالح رؤیا" (مطلب یہ کہ اب وحی الٰہی کا کوئی امکان نہیں۔ زیادہ سے زیادہ کسی شخص کو روحانی فیضان ہوگا جو صالح رؤیا کی صورت میں ہوگا۔

(ابوداؤد جلد دوم صفحہ ۳۱۶)

۹۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر میرے بعد کوئی پیغمبر آنا ہوتا تو وہ عمر بن الخطابؓ ہوتے"

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی۔)

۱۰۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے فرمایا "تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰؑ کے لیے ہارونؑ تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا۔

(مسلم، جلد دوم صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ دہلی۔)

بخاری اور مسلم میں یہ روایت غزوہ تبوک کے سلسلے میں بیان کی گئی ہیں۔ مسند احمد میں دو روایات سعدؓ بن ابی وقاصؓ کے حوالے سے بیان ہوئی ہیں جن میں سے ایک کا آخری فقرہ یہ ہے "لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔ اس سلسلے میں ابوداؤدؒ، امام احمدؒ اور محمد بن اسحاقؒ نے جو مفصل روایات بیان کی ہیں وہ ظاہر کرتی ہیں کہ غزوۂ تبوک کے لیے روانگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی حفاظت کے لیے حضرت علیؓ کو پیچھے چھوڑنے کا فیصلہ کیا اس سے بعض مکاروں کو نازیبا باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔ اس سے حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپؐ سے پوچھا "اے اللہ کے پیغمبر آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ رہے ہیں"۔ اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے ان کی تشفی کی "تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰؑ کے لیے ہارونؑ"۔ مطلب یہ کہ جیسے حضرت موسیٰؑ نے کوہ طور کی طرف جاتے ہوئے ہارونؑ کو بنو اسرائیل کی دیکھ بھال کے لیے پیچھے چھوڑا تھا ایسے ہی آپؐ نے حضرت علیؓ کو مدینہ کے دفاع کے لیے پیچھے چھوڑا لیکن اس خدشہ کے تحت کہ کہیں حضرت علیؓ کا موازنہ ایک پیغمبر کے ساتھ کرنے سے کوئی شرارت نہ ہو، آپؐ نے فوری طور پر یہ بھی فرما دیا "میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا"۔

Marfat.com

۱۱۔ ثوبانؓ نے بیان کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میرے بعد میری امت میں تیس فریب کار ظاہر ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔" (ابو داؤد صفحہ ۲۰۲)

ابو داؤدؒ نے ابو ہریرہؓ کے حوالے سے اسی موضوع پر ایک اور روایت بیان کی ہے۔ ترمذی میں بھی یہی دونوں روائتیں انہی حوالوں سے بیان ہوتی ہیں۔ دوسری روایت میں کہا گیا ہے۔۔ حتیٰ کہ ۳۰ فریب کار ظاہر ہوں گے اور ہر ایک اللہ کا پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرے گا۔

۱۲۔ آنحضورؐ نے فرمایا "تم لوگوں سے پہلے بنو اسرائیل میں ایسے لوگ گزرے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے باتیں کیں لیکن وہ پیغمبر نہیں تھے۔ اگر میری امت میں سے کوئی شخص ہو سکتا ہے تو وہ حضرت عمرؓ ہوں گے۔" (بخاری کتاب المناقب جلد دوم صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ بیروت)

اس موضوع پر مسلم میں جو روایت بیان ہوئی ہے اس میں یکلمون کی جگہ محدث کا لفظ آیا ہے لیکن دونوں الفاظ کا مطلب ایسے اشخاص سے ہے جن سے خدا نے باتیں کیں یا کسی ان دیکھی طاقت نے۔

۱۳۔ آنحضورؐ نے فرمایا "میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے اور میری امت کے بعد کسی دوسرے کی امت نہیں ہے۔" (بیہقی جلد پنجم صفحہ ۱۹۷)

۱۴۔ آنحضورؐ نے فرمایا "میں آخری پیغمبر ہوں اور میری مسجد (کسی پیغمبر کی) آخری مسجد ہے۔ (مراد مسجد نبوی، مدینہ سے ہے) (مسلم کتاب الحج صفحہ ۲۰۲)

۱۵۔ عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "میں آدمؑ کی پیدائش سے بھی پہلے پیغمبروں میں سے آخری تھا" (مستدرک حکیم جلد دوم صفحہ ۴۱۸ مطبوعہ حیدر آباد دکن)

۱۶۔ حضرت علیؓ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے آنحضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "اے اللہ کے پیغمبرؐ آپؐ کی وفات نے وہ چیز ختم کر دی ہے جو پہلے کسی کی وفات سے ختم نہیں ہوئی تھی وہ ہے نبوت، وحیٔ الٰہی اور دوسری پیغمبرانہ اطلاعات" (نہج البلاغہ جلد دوم صفحہ ۲۵۵ مطبوعہ مصر)

۱۷۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو جعفر اور ابو عبد اللہ نے کہا۔۔ "یقیناً اللہ نے تمہاری کتاب (قرآن مجید) کے ساتھ دوسری تمام الہامی کتابیں ختم کر دیں اور تمہارے پیغمبر (محمدؐ) کے ساتھ پیغمبری کا سلسلہ بند کر دیا۔" (اصول کافی جلد اول صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ نولکشور)

یہ روایات کئی صحابہ کرامؓ کے حوالے سے معتبر راویوں نے بیان کی ہیں ان کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضورؐ نے مختلف مواقع پر مختلف طریقے سے اور مختلف الفاظ میں زور دے کر کہا کہ

Marfat.com

آپؐ آخری پیغمبر ہیں اور آپؐ کے بعد جو لوگ بھی پیغمبری کا دعویٰ کریں گے وہ فریب کار ہوں گے۔ قرآن کے لفظ خاتم النبیین کی اس سے معتبر قابل یقین اور حتمی وضاحت اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ یوں تو حضورؐ کا ہر بیان معتبر اور فیصلہ کن ہے لیکن جب آپ کسی قرآنی آیت کی وضاحت کرنے میں تو یہ اور بھی زیادہ مصدقہ اور فیصلہ کن ہو جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آنحضورؐ سے زیادہ بہتر قرآن پاک کو سمجھنے والا کون ہو سکتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص ختم نبوت کے کوئی مختلف معنی کرتا ہے تو وہ کیسے قابل توجہ ہو سکتا ہے۔ کجا یہ کہ اس کی پیروی کی جائے یا اس پر ایمان لایا جائے۔

یہ ایک مصدقہ اصول ہے تاہم میں ابن تیمیہ کی کتاب الایمان سے اقتباس بیان کرنے کی اجازت چاہتا ہوں "یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ جب آنحضور قرآن یا سنت کے الفاظ کا مطلب یا ان کی شرح بیان کرتے ہیں تو ان کے مقابلے میں لغت کے معنی یا کسی اور مطلب یا شرح کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔
(الایمان صفحہ ۲۷۱)

اتمام نبوت اسلام کا بنیادی اصول ہے علامہ ابن نجم نے الغشبہ والنظائر کتاب السیر باب الریاض صفحہ ۱۷۹) لکھا ہے کہ جو شخص اتمام نبوت کو نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ یہ ایمان کی بنیاد ہے جس کا ہر کسی کو علم ہونا چاہیئے۔

امام غزالی (۵۰۵-۴۵۰ ہجری) قاضی ایاز (وفات ۵۰۵ ہجری) علامہ شہرستانی (وفات ۵۴۸ھ) ملا علی قاری (وفات ۱۰۱۶ ہجری) شیخ اسماعیل حقی (وفات ۱۱۳۷ ہجری) شوکانی (وفات 1255 ہجری) اور فتاویٰ عالمگیری کے مطابق جو شخص اتمام نبوت پر ایمان نہیں رکھتا یا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے شخص کا پیروکار ہے وہ منکر ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا فیصلہ درج ذیل ہے۔۔۔ امام ابو حنیفہؒ (۱۵۰-۸۰ ہجری) کے دور میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا "مجھے اپنی نبوت کے ثبوت پیش کرنے کی اجازت دیں" امام نے فیصلہ دیا ۔۔۔ "جو شخص اس سے نبوت کا ثبوت مانگتا ہے وہ بھی منکر ہو جائے گا کیونکہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے ۔۔۔ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔
(مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ ابن احمد المکی جلد اول صفحہ ۱۶۱ حیدرآباد)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو شخص قرآن پاک میں تعبیر یا کسی اور طریقے سے جھوٹ ملاتا ہے وہ قرآن کے کسی منکر سے مختلف نہیں۔ آنحضورؐ کے آخری نبی ہونے کے بارے میں عقیدہ رکھنا ایک مسلمان کا ایمان ہے اور یہ مذہب کی بھی بنیاد ہے۔ مندرجہ بالا محققین کے فیصلوں سے اس مسئلہ کی اور نبوت کے دعویدار یا اس کے پیروکاروں کی شرعی پوزیشن واضح ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

ہماری رائے میں قرآنی آیت خاتم النبیین اس مسئلے کا قاطع جواب ہے کہ آنحضورؐ کے بعد نبوت کا دعویدار جھوٹا نبی ہوگا۔

کچھ لوگوں نے آنحضورؐ کے آخری نبی ہونے پر یہ کہہ کر انکار کیا ہے کہ خاتم کا مطلب آخری نہیں بلکہ اس کا مطلب ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کو خاتم الشعراء یا خاتم المفسرین کہہ لیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس خاص شاعر یا مفسر کے بعد کوئی دوسرا شاعر یا مفسر پیدا نہیں ہوگا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ علم کا وہ مخصوص شعبہ مذکورہ شخص کے ساتھ مکمل ہوگیا لیکن یہ دلیل مغالطے میں ڈالنے والی ہے۔ مبالغہ کے طور پر کسی خطاب کے استعمال کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خاتم کا لفظ "آخری اور حتمی" کی بجائے کامل اور عمدہ" کے لیے استعمال ہوا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا اصول نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کسی لفظ کے تمثیلی استعمال سے وہ لفظ اپنے حقیقی معنوں سے محروم ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی عرب کے سامنے "وجاء خاتم القوم" کہتا ہے تو وہ اس کا مطلب یہ نہیں لے گا کہ قبیلہ کا بہترین کامل شخص آیا تھا بلکہ وہ اس سے یہی مطلب لے گا کہ قبیلہ کا آخری شخص آیا۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ کچھ لوگوں کو خاتم الشعراء، خاتم الفقہا وغیرہ کے خطابات انسانوں کی طرف سے دیئے گئے تھے اور کوئی انسان یہ کبھی نہیں جان سکتا کہ وہ جس شخص کو کسی خوبی کی وجہ سے خاتم کہہ رہا ہے اس خوبی کا کوئی شخص پیدا نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی زبان میں ان خطابات کی سوائے اس کے کوئی حیثیت نہیں کہ یہ کسی کی صلاحیت کو ماننے کی مبالغہ آمیز صورت ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ فلاں فلاں خوبی یا صلاحیت ختم کر دی گئی ہے اور کسی خاص شخص پر اس کا اتمام کر دیا گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کے مجازی معنی لیں جبکہ بیان میں کوئی ابہام بھی نہ ہو۔ لہٰذا اللہ کے بیان خاتم النبیین اور کسی انسان کی طرف سے کسی شخص کو مبالغانہ طور پر خاتم الشعراء یا خاتم الفقہا وغیرہ کہنا دونوں کو کسی طرح بھی ہم پلہ یا ہم پایہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

قطعی ختمیت کے خلاف ایک دلیل کی بنیاد اس روایت کو بنایا گیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اس کی مسجد آخری مسجد ہے۔ دلیل دی گئی ہے کہ یہ آخری مسجد نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد دنیا میں لاتعداد مسجدیں تعمیر ہوچکی ہیں۔ آخری مسجد کے یہ الفاظ دراصل اس مسجد کی فضیلت اور بے عیبی کو ظاہر کرتے ہیں لہٰذا مذکورہ دلیل گمراہ کن ہے۔ آخری مسجد کا مطلب آنحضورؐ کی آخری مسجد یا ایسی مسجد ہے جسے دوسری مساجد پر خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ اس ضمن میں امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے جو روایات بیان کی ہیں

Marfat.com

ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں تین ایسی مساجد ہیں جن کو دنیا بھر کی مساجد پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان مساجد میں نماز پڑھنے سے دوسری مساجد کے مقابلے میں ہزار گنا ثواب ملتا ہے۔ یہ مساجد مکہ کی مسجد الحرام بیت المقدس کی مسجد الاقصیٰ اور مدینہ کی مسجد نبوی ہیں۔ ان مساجد میں نماز ادا کرنے کے لیے سفر کرنا روا ہے جبکہ کسی اور مسجد کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے۔ دور ونزدیک کی باقی تمام مساجد رتبہ اور ثواب کے معاملے میں برابر ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا یہ مطلب تھا۔۔۔ چونکہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا لہٰذا دنیا میں کوئی ایسی چوتھی مسجد نہیں بنائی جائے گی جس میں نماز ادا کرنے کا ثواب مذکورہ تینوں مساجد سے زیادہ ہو۔

اتمام نبوت کے اصول کے خلاف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک قول بیان ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے۔۔۔۔ کہو کہ رسول اکرمؐ آخری نبی ہیں لیکن یہ مت کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا پہلی بات تو یہ ہے کہ آنحضورؐ کے مصدقہ بیان کے بعد حضرت عائشہؓ کے کسی قول کا حوالہ دینا ویسے ہی معیوب ہے۔ علاوہ ازیں جو روایت حضرت عائشہؓ سے منسوب کی گئی ہے وہ معتبر نہیں۔ کسی قابل ذکر راوی نے اپنے کسی مجموعہ میں اسے حوالے کے قابل نہیں سمجھا۔ اس کا ذکر صرف دو کتابوں میں ملتا ہے جن میں سے ایک قرآن مجید کے بارے میں تبصرہ ہے اور دوسری احادیث کی لغت کی کتاب۔ ان کتب میں بھی یہ قول راویوں کے سلسلے کا حوالہ دیئے بغیر بیان ہوا ہے۔ لہٰذا یہ غیر معتبر ہے اور کسی مشہور اسکالر نے قابل اعتماد نہیں سمجھا۔

دوسری قابل ذکر حدیث، ابن ماجہؒ نے ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضورؐ نے اپنے فرزند کے حوالے سے فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتے تو وہ سچے نبی ہوتے۔ اس حدیث کو امام نووی نے موضوعات الکبیر کے صفحہ ۵۸ پر جھوٹ اور غلط بتایا ہے۔ راویوں کے سلسلے میں ابوشعبہ نامی جس شخص کا ذکر ہے وہ غیر معتبر ہے۔ امام ترمذیؒ نے اسے ناقابل اعتبار بتایا ہے جب کہ امام نسائیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام احمد نے کہا ہے کہ اس روایت میں کوئی وزن نہیں ہے۔ امام ابوحاتم نے اسے حدیث کے معاملے میں ناقابل اعتبار بتایا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد اول صفحہ ۱۴۴ - ۱۴۵)

آنحضورؐ کی اتمام نبوت کے بارے میں مسلم کی تاریخ کے بعد مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی تاریخ اور ارتقاء بیان کرنا مناسب ہوگا۔ مرزا صاحب ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں بھارتی پنجاب کے قصبہ ضلع گرداس پور میں پیدا ہوئے جبکہ بعد ازاں ان کے خاندان کے افراد میں سن پیدائش کے بارے میں اختلاف ہوگیا۔ ان کے بیٹے اور ان کی سوانح عمری سیرت مہدی کے مصنف مرزا بشیر احمد کے پہلے نظریئے کے مطابق سن پیدائش ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں مرزا بشیر احمد نے اپنے والد کی تاریخ پیدائش ۱۳ فروری

161090

Marfat.com

۱۸۳۵ء مقرر کی (سیرت مہدی جلد سوم صفحہ ۷۶) جبکہ اسی کتاب کے صفحہ ۷۴ کے مطابق سن پیدائش ۱۸۲۱ء ہو سکتا ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۲ کے مطابق معراج الدین نے تاریخ پیدائش ۷ فروری ۱۸۳۲ء بتایا ہے بذکورہ کتاب کے صفحہ ۹۴ کے مطابق ۱۸۳۳ء یا ۱۸۳۴ء بھی ہو سکتا ہے۔

مرزا بشیر احمد اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں کے درمیان یہ اختلاف رائے عجیب ہے کیونکہ یہ مرزا صاحب کو ایسا نبی مانتے ہیں جسے علم الہی حاصل تھا اسے تو کم از کم سن پیدائش کے بارے میں غلطی نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ چھٹی صدی ہجری کے درویش نعمت اللہ ولی نے اپنے بعد کے آنے والے دور کے بارے میں پیش گوئیوں کے بارے میں ایک نظم لکھی تھی جس میں یہ پیش گوئی بھی کی گئی تھی کہ تیرہویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کے شروع میں ایک فرد ایسا آئے گا جو شریعت کو بحال کرے گا۔

مرزا صاحب اپنے بارے میں وہی فرد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس نظم کے ایک شعر میں کہا گیا ہے کہ وہ فرد اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ظہور کرنے کے چالیس سال بعد فوت ہوگا۔ مرزا صاحب اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہیں چالیس سال کی عمر میں مامور کیا گیا اس لیے وہ تقریباً اسی سال کی عمر پائیں گے (نشان آسمانی صفحہ ۱۵) اس کے بعد وہ اس الہام کا بھی دعویٰ کرتے ہیں جس میں انہیں کہا گیا کہ اللہ انہیں اسی (۸۰) سال سے چار یا پانچ سال سے کم یا زیادہ عمر دے گا۔ چنانچہ اس الہام کے مطابق پچھتر (۷۵) اور پچاسی (۸۵) سال کی عمر میں فوت ہونا چاہیئے تھا لہٰذا ان کے سن پیدائش میں اختلاف ظاہر کیا گیا ہے وہ دراصل ان کی عمر کے عرصے کو کھینچ تان کر پچھتر (۷۵) سال کے قریب ثابت کرنے کے لیے ہے۔

پیشین گوئی کو درست ثابت کرنے کی بے چینی مولوی عبدالرحیم درد ایم اے کے ایک خط سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ درد صاحب قادیانیوں کے مبلغ ہیں اور اس نے یہ خط مرزا بشیر احمد کو مرزا صاحب کی عمر کے بارے میں کی گئی اپنی تحقیق کے سلسلے میں لکھا تھا۔ خط میں کہا گیا تھا کہ مرزا صاحب کے سن پیدائش کا مسئلہ طے ہونا چاہیئے اور یہ ۱۸۳۶ یا ۱۸۳۷ ہونا چاہیئے۔ خط میں مرزا صاحب کے الہامات کے حوالے سے لکھا گیا تھا کہ بقول مرزا صاحب کو الہام میں ان کی عمر ۷۴ اور ۸۶ سال کے درمیان بیان کی گئی تھی۔

اگر سن ہجری کے حساب سے ان کی عمر ۷۴ اور ۸۶ سال کے درمیان ثابت کر دی جاتی ہے تو الہام مسیح سچا ثابت ہو جائے گا چنانچہ اگر ان کا سن پیدائش ۱۸۲۲ اور ۱۸۴۶ کے درمیان ثابت کر دیا جائے تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا (سیرت مہدی جلد سوم صفحہ ۱۸۷، ۱۸۸) اسی کتاب کے صفحہ ۷۶ پر بھی اسی وجہ کا انکشاف کیا گیا ہے۔

مرزا بشیر احمد نے اپنے والد کی تاریخ پیدائش ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء مقرر کرنے کے بعد ہجری کیلنڈر کے

Marfat.com

مطابق ان کی عمر ۹۰ سال سے زیادہ ثابت کی ہے۔ مرزا صاحب ایک ایسے زمین دار گھرانے میں پیدا ہوئے جو ان کی پیدائش سے پہلے کافی خوشحال رہا تھا لیکن ان کی پیدائش کے وقت حالات زمانہ کے باعث بدحالی کا شکار تھا۔ ۱۸۵۷ء میں ان کے والد غلام مرتضیٰ نے اپنی وفاداری ثابت کرنے کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی کو جنگ آزادی لڑنے والوں پر جن کو حکومت غدار بتاتی تھی قابو پانے کے لیے پچاس (۵۰) گھوڑے اور پچاس (۵۰) سوار مہیا کیے تھے۔ برطانوی حکومت کی مدّاح سرائی کا رجحان مرزا صاحب میں بچپن سے لے کر اپنی موت تک قائم رہا۔ انہوں نے اپنی کئی کتابوں اور کتابچوں میں برطانوی حکومت سے اپنے والد کی وفاداری اور اس کے عوض گورنر کے دربار میں کرسی پانے کے اعزاز کا ذکر بڑے فخر کے ساتھ بار بار کیا ہے انہوں نے اپنی تحریروں میں اس حکومت کے ساتھ اپنی ناقابل شکست وفاداری کا حوالہ بھی دیا ہے۔

مرزا صاحب نے کچھ استادوں سے تھوڑی بہت مذہبی تعلیم پائی۔ اپنے خاندان کی مالی حالت کی وجہ سے انہیں سیالکوٹ کی عدالتوں میں پندرہ (۱۵) روپے ماہوار تنخواہ پر بطور کلرک کام کرنا پڑا۔ ملازمت کا یہ سلسلہ ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک جاری رہا۔ پھر انہوں نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور وہ اپنے خاندان کی جائیداد کی بحالی کے لیے مقدمہ بازی اور مذہبی لٹریچر کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔ مرزا صاحب کی عمر اس وقت ۳۵ سال تھی جب ان کے والد فوت ہوئے (کتاب البریہ صفحہ ۱۴۶ تا ۱۴۹) گزشتہ صدی کے ساتویں عشرہ کے آخر میں انہوں نے عیسائیت، آریہ سماج اور برہمو سماج کے خلاف مضامین لکھنے شروع کیے۔ انہوں نے ان فرقوں کے عالموں اور ماننے والوں سے مناظرے بھی کیے۔ اس طرح وہ علماء اور مسلمان دانشوروں سے متعارف ہوئے اور ان میں انہیں کچھ شہرت بھی ملی۔

۱۸۷۹ء میں انہوں نے ایک پمفلٹ کے ذریعے ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا جس میں عیسائیت اور ہندو مذہب پر اسلام کی فوقیت ثابت کرنے کے لیے ۳۰۰ دلائل ہوں گے انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ کتاب کی تیاری کے سلسلے میں پیشگی طور پر چندہ یا کتاب کی قیمت ارسال کریں کیونکہ کتاب شائع کرنے کے لیے انہیں پیسوں کی ضرورت ہے۔ انہوں نے حقیقت الوحی کے صفحہ ۳۴۷ میں لکھا ہے کہ جب انہوں نے اپنی پہلی کتاب براہین احمدیہ لکھی تو اسے شائع کرنے کے لیے ان کے پاس پیسے نہیں تھے تب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور انہیں ہمیشہ طور پر الہام ہوا جس کے مطابق انہوں نے خط لکھے اور انہیں مختلف ذرائع سے روپے موصول ہوئے۔ پہلی مرتبہ اس کتاب کی قیمت عام لوگوں کے لیے ۲۵ روپے اور مسلمانوں کے لیے دس روپے رکھی گئی۔ براہین احمدیہ جلد سوم ۱۹۷۰ ایڈیشن سرورق کی پشت پر دیکھئے اس کتاب کی پہلی دو جلدیں شائع ہونے کے بعد اس کتاب کی قیمت عام لوگوں کے لیے

Marfat.com

۱۰۰ روپے اور مسلمانوں کے لیے ۱۰ یا ۱۵ روپے رکھی گئی (صفحہ ۶۷)

اگرچہ کتاب کی قیمت پیشگی طور پر ادا کرنے والے لوگوں کی تعداد کافی تھی مگر ۱۸۸۴ء تک اس کتاب کی صرف چار جلدیں شائع ہو سکیں۔ پانچویں جلد ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی۔ کتاب کی چوتھی اور پانچویں جلد کے درمیان ۲۰ سال سے زیادہ کا عرصہ حائل ہے۔ اس عرصہ کے دوران ۸۰ کے قریب دوسری کتابیں لکھیں لیکن وہ کتاب کی قیمت پیشگی طور پر بھجوانے کے احتجاج اور سخت تنقید کے باوجود پانچویں جلد جلدی مکمل نہ کر سکے۔

ابتداء میں کتاب کی پہلی جلد صرف ۸۲ صفحات پر مشتمل تھی (۱۸۷۰ کے ایڈیشن میں اس کی تلخیص صرف ۲۵ صفحات میں کی گئی ہے) یہ جلد ۱۸۸۰ میں شائع ہوئی اور اس میں کتاب کی ضرورت، چندہ دینے والوں کی فہرست اور چند نظموں کے علاوہ ایک کتابچہ بھی شامل تھا جس میں اعلان کیا گیا تھا کہ جو شخص اپنے مذہب کی الہامی کتب کے دلائل کی بنیاد پر مرزا صاحب کی کتاب میں دیئے جانے والے ۱/۵ دلائل کو غلط ثابت کرے گا اس کو دس ہزار روپے کا انعام دیا جائے گا۔ ۱۸۸۰ ہی میں دوسری جلد جس کے ۵۵ صفحے تھے شائع کی گئی۔ یہ جلد در اصل اصل کتاب کا دیباچہ تھی۔ ۱۸۸۲ء میں ۳۴۴ صفحات پر مشتمل تیسری جلد شائع ہوئی جب کہ ۲۸۲ صفحات پر مشتمل چوتھی جلد ۱۸۸۴ میں شائع ہوئی۔

کتاب کی پانچویں جلد کے صفحہ ایک سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے ابتداء میں یہ کتاب ۵۰ جلدوں میں شائع کرنے کا پروگرام بنایا تھا جس کے لیے بہت سے لوگوں نے پیشگی طور پر کتاب کی قیمت ادا کر دی تھی۔ بعد ازاں مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ پانچویں جلد کے شائع ہونے سے ان کا وعدہ پورا ہو گیا ہے کیونکہ پانچ اور پچاس میں صرف ایک صفر کا ہی تو فرق ہے۔

اگرچہ کتاب کی اشاعت سے پہلے شائع کیے جانے والے کتابچوں کے بارے میں مسلمانوں نے نہایت مثبت ردّعمل کا اظہار کیا تھا لیکن مرزا صاحب نے امیر لوگوں کے روّیے کے بارے میں شکایت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یہاں پر چندہ میں موصول ہونے والی دو رقوم کی مثالیں دی جاتی ہیں صرف ایک شخص نے پانچ ہزار روپے چندہ دیا جو فی زمانہ لاکھ روپیہ سے بھی زیادہ بنتا ہے جب کہ ایک دوسرے شریف آدمی نے اڑھائی اڑھائی سو روپے کی دو قسطیں ارسال کیں (دیکھیے صفحہ ۵ ایڈیشن ۱۹۷۰ء)

مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ انہیں تین لاکھ سے زیادہ الہام ہوئے۔ جن میں سے پچاس ہزار الہاموں کا تعلق مال و دولت سے ہے یعنی یہ دولت کیسے اور کہاں سے وصول ہو گی۔ اس دعویٰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے ذہن میں مال و دولت کے امور کتنی زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔

Marfat.com

براہین احمدیہ کا جس میں تین سو دلائل کا وعدہ کیا گیا تھا، مرکزی خیال الہام یا فیضان الٰہی تھا۔ جو بقول مرزا صاحب پیغمبر پاک کے ان پیروکاروں میں جن میں اس کی اہلیت ہو جاری رہتا ہے۔ یہ کتاب جس مقصد کے لیے شائع کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا پورا ہو پایا ہو یا نہیں۔ تاہم وہ مقصد جس کا وعدہ تو نہیں کیا گیا تھا مگر وہ مصنف کے ذہن میں ضرور تھا، کافی حد تک پورا ہو گیا۔ کتاب کی جلد سوم اور چہارم کا اہم مرکزی خیال مرزا صاحب کے مبینہ الہامات ہیں یا وہ نظریات ہیں جو ان کے مسیح موعود، موعود مہدی اور نبی کے مستقبل کے وعدہ کی بنیاد تھیں۔ مامور من اللہ کا بنیادی دعویٰ تاہم کتاب کی تیسری جلد میں کیا گیا (سیرت المہدی جلد دوم صفحہ ۱۵۱) چوتھی جلد میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں ان کے مجدد ہونے کے اشارے مل رہے ہیں (دیکھئے صفحات ۵۰۳، ۵۰۲، براہین، حیات طیبہ از عبد القادر صفحہ ۶۹، سیرت مہدی جلد دوم صفحہ ۱۵۱ بھی دیکھئے۔) یہ کتاب دوسروں کے خرچ پر شائع کرانے کا اصل مقصد درحقیقت ذاتی پراپیگنڈا اپنے مبینہ الہامات کی تشہیر اور اپنے ان نظریات کی اشاعت تھی۔ جن سے ان کے دعویٰ نبوت کو مدد ملتی تھی۔ اس نکتہ کو ثابت کرنے کے لیے براہین احمدیہ کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) علم باطنی امور سے متعلق معلومات کے ناپنے کا پیمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ امت محمدیؐ میں ایسے لوگ پیدا کرتا رہتا ہے جو قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے احکامات پر سچائی اور خلوص سے عمل کرتے ہیں اور پیغمبر اسلام صلعم کو اللہ کا ایسا صادق اور اکمل ترین پیغمبر مانتے ہیں جو دوسرے تمام پیغمبران علیہ السلام سے زیادہ نمایاں اور محترم ہے جو سب پیغمبروں سے آخر میں آئے اور ہدایت دینے والے رہنما ہیں۔ (صفحہ 215)

(۲) یہ پیغمبرانہ الہام سے جو ختم ہو چکا ہے مختلف ہے لیکن مذکورہ فیضان ختم نہیں ہوگا۔ اس قسم کا فیضان پیغمبرانہ الہام کا بہت بڑا ثبوت ہے (صفحہ 215)

(۳) علم کو اس کے لغوی معنوں تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر علماء کا اتفاق رائے ہے کہ علم وحی کے مترادف ہوتا ہے (صفحہ ۲۲۱)

(۴) ہمارے اور علماء کے درمیان لفظوں کا اختلاف ہے جو معلومات الٰہیہ ہیں اسے ہم وحی کہتے ہیں اور علماء اسے علم کہتے ہیں۔ (صفحہ ۲۲۲)

(۵) اگر علماء کو باطنی علم میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تو وہ نبی کے علم کے وارث کیسے بن سکتے ہیں۔

(۶) کیا حضور اکرمؐ نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس امت میں محدث (جن کا خدا سے سلسلہ کلام قائم ہو)

Marfat.com

ہوں گے (صفحہ ۲۳۱)

(۷) صراط مستقیم سے انحراف دور کی شدید غلط فہمی، ان لوگوں کی دھوکہ بازی جو آرام طلبی اور لاپرواہی کی بے حد بے توجہی کی تردید کرتے ہیں۔ مخالفین کی بدعت میں شدت یہ تقاضا کرتی ہے کہ ایسے افراد کے وھبی علم کو رسولوں کے علم جیسا ہونا چاہیئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو حدیث میں امثل اور قرآن میں صدیق کہا گیا ہے (صفحہ ۲۳۲)

(۸) ان کے ظہور کا وقت پیغمبروں کے ظہور کے وقت کا مماثل ہوتا ہے۔ ان دونوں کی بعثت کا انحصار لوگوں کے صراط مستقیم سے انحراف کی شدت اور بے توجہی پر ہوتا ہے (صفحہ ۲۳۳)

(۹) .... ترجمہ

اے احمد اللہ تمہیں برکت دے

آپ اس دور میں خدا کے حکم سے اس کے پہلے نائب ہیں۔

کہو حق آیا اور باطل گیا۔

کہو ان سے، اگر میں جھوٹا ہوں تو میرا گناہ مجھ پر ہے۔ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔ (صفحہ ۲۳۹)

اے احمد اللہ نے اپنی رحمت تمہارے ہونٹوں پر پھیلا دی۔ تم میری آنکھوں پر ہو۔ اللہ تمہارا ذکر بلند کرے گا تمہارے لیے۔

اے لیٹے ہوئے، کھڑے ہو جاؤ، ڈرو، اپنے رب کی تکبیر بلند کرو (صفحہ ۲۴۲)

میں تمہیں اپنی طرف بلند کروں گا اور اپنی محبت دوں گا۔ (صفحہ ۲۴۲)

(۱۰) اس مرحلہ پر کوئی ایسا شبہہ نہیں ہونا چاہیئے۔ امت محمدی کے ایک عام شخص کو کیونکر اسماء، خوبیوں اور فضائل میں شریک بنایا جا سکتا ہے۔ یہ بلاشبہہ درست ہے کہ ایک پیغمبر بھی اس پاک الملکیت کے کیسے برابر ہو سکتا ہے حتیٰ کہ فرشتے تک اس کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اے حق کے متلاشیو! غور اور توجہ سے سنو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ظاہر ہوگی اور ابد تک اس کے نور کی شعاعیں مخالفوں کو خاموش کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دانش اور رحمت سے یہ انتظام کیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے کوئی بھی اشخاص جو آپ کو پوری عاجزی سے مانتے ہیں۔ اپنے غیر اہم وجود کے ذریعے آپ کی رحمت ظاہر کرے۔ ان پر اللہ کی طرف سے خواہ کسی قسم کی تعریف بھی عائد کی جائے یا ان سے کسی قسم کے نشانات بھی ظاہر ہوں۔ ان تمام تعریفوں کا موضوع رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں لیکن

Marfat.com

اپنے وجود کی وجہ سے سنتِ رسول کا پیروکار وہ شخص نورانی جو وجود باوجود حضرت نبوی ہے ایک ظل کی مانند ہے۔ اس وجہ سے اس مقدس شخصیت میں اللہ کا جو بھی نور نمودار ہو اس کے ظل میں بذات خود جلوہ گر ہے۔ اس حالت اور رتبہ کا ظہور ظل میں تمام لوگوں کے لیے معروف ہے اور کوئی راز نہیں۔ (صفحہ ۲۴۳ ۲۴۴ مزید صفحہ ۳۰۱)

(۱۱) اے آدم آپ اور آپ کی زوجہ جنت میں رہو۔ اے احمد تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہتے ہو میں نے تمہارے اندر علم لدنی کے ذریعے سچائی کی روح پھونکی۔ مرزا صاحب نے اس کا ترجمہ حسب ذیل کیا۔

اے آدم، اے مریم، اے احمد تم اور جو تمہارے پیروکار ہیں جنت میں داخل ہوئے یعنی سچی نجات پا گئے۔ (یہاں پر مرزا صاحب وضاحت کرتے ہیں کہ آدم بغیر (ماں باپ) کسی مدد کے پیدا کیے گئے تھے لہٰذا آدم میں کسی خارجی مدد کے بغیر روح پھونکی گئی تھی۔ چنانچہ یہ روح پھونکنے کا عمل پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے لہٰذا نتیجہ کے طور پر یہ وراثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں کو بھی ودیعت ہوئی۔

(۱۲) انما انزلناہ قریب من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل صدق اللہ ورسولہ۔ مرزا صاحب اس کی درج ذیل وضاحت کرتے ہیں۔ ہم نے ان نشانات اور عجائبات کو تخلیق کیا اور یہ وحی جو معانی اور سچائی سے پُر ہے۔ قادیان کے قریب اتاری۔ سچائی کی وجہ سے اور ضرورت کی وجہ سے۔ اللہ اور اس کے رسول نے اطلاع دی پوری ہوئی۔ اللہ جو چاہتا ہے پورا ہوتا ہے۔

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے ظہور کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی احادیث میں اشارے کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی بتایا ہے۔ جلد سوم میں دیئے گئے الہام میں اس اشارے کا ذکر ہے۔ خدائی اشارہ اس آیت میں ہے۔

اس نے اپنا پیغمبر رہنمائی اور سچے مذہب کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے تمام مذاہب پر فوقیت دلائے۔

یہ آیت طبعی اور سیاسی معنوں میں مسیح کے حق میں ہے اور اسلام کی فوقیت یا فتح مسیح کی فتح کے ظہور پائے گی۔ مسیح کے دوسرے ظہور سے اسلام دنیا بھر میں پھیل جائے گا لیکن اس عاجز پر یہ ظاہر کیا گیا کہ اس کی عاجزی اور انکسار، خدا پر بھروسہ اور بے غرضی اور واضح نشانات کی بنا پر وہ حضرت مسیح کے تمثیل ہیں اور ان کی فطرت حضرت مسیح سے بہ غایت درجہ مماثلت رکھتی ہے گویا کہ ایک ہی سکّے کے دو رُخ یا ایک ہی پیڑ کے دو پھل ہوں۔ جس طرح کہ حضرت مسیح جو کہ اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم نبی تھے حضرت

Marfat.com

موسیٰؑ کے پیروکار اور ان ہی کے دین کے پیروکار تھے اور ان کی بائبل تورات ہی کی ایک شاخ ہے۔ اسی طرح یہ عاجز بھی اس عظیم نبی کا پیروکار ہے جو کہ تمام پیغمبروں کا سردار ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو میں (مرزا صاحب) احمد ہوں۔ اگر وہ محمود ہیں تو میں (مرزا صاحب) محمد ہوں (یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مرزا صاحب جب اپنی ذات کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں حالانکہ یہ الفاظ محض آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مختص ہیں) چونکہ اس عاجز کی یسوع مسیح کے ساتھ مکمل مشابہت ہے تو خدا نے شروع ہی سے مسیح علیہ السلام کے بارے میں پیش گوئی کے وقت اس عاجز کو اس میں شامل رکھا۔ مسیح اس پیش گوئی کے جسمانی مظہر ہیں جبکہ یہ عاجز اس کا روحانی مظہر ہے۔ اسلام کی روحانی فتح جو کہ ناقابل تردید منطق اور دلائل پر مبنی ہے۔ اس عاجز کے ذریعے ظہور میں آئے گی خواہ وہ اس عاجز کی زندگی میں ہو یا اس کی موت کے بعد۔

(۱۳) اس طرح خدا نے اس عاجز خادم کو اس زمانے میں ظاہر کر کے اور اس پر سینکڑوں آسمانی نشان جن میں مخفی امور کا انکشاف اور علم اور ناقابل تردید دلائل سے اس خادم کو مدلل کرنا شامل ہے۔ یہ ظاہر کیا کہ وہ ہر زمانے اور ہر ملک میں قرآنی سچائی کی حکمت ظاہر کر دے۔

(۱۴) جو ذرائع اور دلائل دین کی اشاعت اور تبلیغ کے لیے اس خادم کو سونپے گئے ہیں۔ اس سے قبل کسی بھی شخص یا امت کو نہیں دیئے گئے۔

(۱۵) میں یہ لکھ چکا تھا کہ اس موقع پر ایک شخص شہاب الدین نے کہا کہ مولوی غلام اللہ، مولوی احمد اللہ امرتسری، مولوی عبدالعزیز اور چند دوسرے مولویوں نے ان الہامات سے انکار کیا جو انبیاء کے الہامات سے مشابہت رکھتے ہوں۔ ان اصحاب کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ الہام سچا ہوتا تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام اس کے زیادہ مستحق تھے۔ اپنے اس بیان کی تائید میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور مجدد الف ثانیؒ کے مکاتیب کا حوالہ دیتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے خطوط کے مجموعے کی دوسری جلد کے مکتوب نمبر ۵۱ میں واضح طور پر لکھا ہے کہ جو شخص نبی نہیں ہوتا اس کا خدا کے ساتھ براہ راست کوئی ایسا رابطہ نہیں ہوتا جس سے اسے یہ شرف حاصل ہو کہ خدا اس سے براہ راست ہم کلام ہوا ہو۔ ایسے شخص کو محدث کہتے ہیں جو کہ انبیاء کے منصب کے قریب تر ہوتا ہے۔

(۱۶) خدا نے تمہیں ترک نہیں کیا اور نہ ہی وہ تم سے ناراض ہے۔ کیا ہم نے تمہارا انشراح صدر نہیں کیا۔ کیا ہم نے تم پر ہر چیز آسان نہیں کر دی اور کیا ہم نے تمہیں بیت الفکر اور بیت الذکر عطا نہیں کیا جو بھی بیت الذکر میں داخل ہوتا ہے تاکہ ایمان حاصل کرے۔ اس کا انجام خیر ہو گا جبکہ بیت الفکر سے وہ کمرہ

Marfat.com

مراد ہے جہاں کہ میں موجود رہا اور جہاں بیٹھ کر میں یہ کتاب تالیف کر رہا ہوں۔ بیت الذکر اپنے اندر مسجد کی خصوصیات رکھتا ہے اور اس پر لکھی ہوئی عبارت سے اس کی تعمیر کی تاریخ کا پتہ چل جاتا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ مبارک ومبارک وکل امر مبارک۔ یجعل فیہ۔

جن کا مفہوم یہ ہے کہ یہ مسجد مبارک ہے اور برکات کا باعث ہے اور اس میں ہر مبارک کام سرزد ہوتا ہے (صفحات ۵۵۹، ۵۵۸)

براہین احمدیہ کی جلد سوم وچہارم کے مذکورہ بالا اقتباسات سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں۔

۱۔ مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کا اللہ تعالیٰ سے براہ راست رابطہ تھا اور اللہ تعالیٰ ان سے براہ راست ہم کلام ہوتا تھا۔

۲۔ انہوں نے اپنے کلام کو وحی سے تعبیر کیا اور علماء کی طرف سے اعتراض کے خطرہ کے پیش نظر انہوں نے لکھا کہ یہ محض لغوی جھگڑا ہے۔ وہ خدائی اطلاع کو وحی کہتے ہیں جب کہ علماء اسے الہام کہتے ہیں۔

۳۔ انہیں مستقبل کے واقعات کے بارے میں مخفی حاصل تھا۔

۴۔ اس گناہ بھری دنیا میں مصلح ایک پیغمبر کی مانند ہوتا ہے اور ایسے افراد کو حدیث میں "امثل" اور قرآن میں صدیق کہا گیا ہے۔

۵۔ ان کا آنا گویا انبیاء کے ظہور کے مشابہ ہے۔

۶۔ اگرچہ کوئی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسابقت نہیں کر سکتا تاہم ان کا راسخ العقیدہ پیروکار ہونے کی جہت سے وہ آنحضورؐ کا ظل (سایہ) بن سکتا ہے۔

۷۔ ظل کی شکل میں ظہور حقیقی رہنمائی کا ظہور ہوتا ہے۔

۸۔ اگر رہنما حامد ہے تو ظل احمد ہے، اگر اول الذکر محمود ہے تو مؤخر الذکر محمد ہے۔ مرزا صاحب جو یہاں پر اپنا ذکر کر رہے ہیں، مختلف الفاظ میں اپنے نام پر صلعم کے الفاظ ڈالتے ہیں جو کہ ان کے پندار میں ان کا نام ہے۔

۹۔ مرزا صاحب یسوع مسیح (حضرت عیسیٰؑ) کے مماثل ہیں اور ان کی آمد کے بارے میں پیش گوئی جسمانی طور پر تو حضرت مسیحؑ کی ذات میں پوری ہوئی جب کہ روحانی طور پر مرزا صاحب اس کے مصداق ہیں۔

۱۰۔ محدث کی آمد کی خبر خود رسول اکرمؐ نے دی تھی جب کہ مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک محدث وہ شخص ہے جس کا رابطہ براہ راست خدا کے ساتھ ہو اور خدا اس سے ہم کلام ہوتا ہو۔ یوں ان کا منصب انبیاء

Marfat.com

کے قریب ہے۔

۱۱۔ قرآن پاک کی آیت۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق۔۔۔۔" کا مصداق مرزا صاحب تھے۔

۱۲۔ اگرچہ مذکورہ آیت حضرت مسیحؑ کے بارے میں سیاسی اور جسمانی اعتبار سے پیش گوئی تھی۔ تاہم مرزا صاحب حضرت مسیحؑ کی پہلی آمد کے مثیل ہیں اور دراصل دونوں ایک ہی سکّے کے دو رخ ہیں۔

۱۳۔ خدا نے مرزا صاحب کو یہ الہام دیا کہ اللہ تعالٰی نے انہیں بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔ بیت الفکر وہ چوبارہ تھا جس میں بیٹھ کر انہوں نے براہین احمدیہ تالیف کی۔ اور بیت الذکر سے ان کی مراد وہ مسجد تھی جو کہ اس چوبارہ کے قریب تعمیر کی گئی تھی۔ مرزا صاحب کے الہام کی رو سے یہ مسجد مبارک ہے اور دوسروں پر خیر و برکت نازل کرتی ہے اور اس میں کیا جانے والا ہر عمل مبارک متصور ہے۔

ان نکات سے یہ ظاہر ہے کہ جب مرزا صاحب نے اپنے دعاوی کی بنیاد رکھی تو انہوں نے الہام پر مسلسل زور دیا جسے انہوں نے اپنے ذاتی مفادات کی بنا پر وحی کا نام دیا۔ مرزا صاحب نے ۱۸۸۲ء میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ مامور من اللہ ہیں اور ان کے مامور من اللہ ہونے کا مقصد اصلاح ہے۔ جس کی تفصیلات انہوں نے براہین احمدیہ کی جلد سوم میں درج کیں۔ اس کے دو سال بعد انہوں نے مجدد ہونے کا دعویٰ کر دیا اور مسیح موعود ہونے کے دعویٰ کی تائید میں انہوں نے لکھا کہ وہ مثیل مسیح ہیں اور ان کی آمد کا مقصد وہی ہے جو حضرت عیسٰیؑ کی آمد اوّل کا مقصد تھا۔ اور ظلی نبوت کا مدعی ہونے کی غرض سے خود کو صاحب الہام ظاہر کیا اور خود قرآن پاک کی ۴۸ ویں سورت کی ۲۸ ویں آیت کا مصداق ظاہر کیا۔ اس طرح سے انہوں نے مسیح موعود اور نبی ہونے کی راہ میں حائل تمام رکاوٹیں دور کرنے کی کوشش کی۔ اپنے دعویٰ کے مطابق چار پانچ مواقع پر مرزا صاحب کے الہام کی صورت اور ہیئت بھی وہی تھی جس طرح سے کہ رسول اکرمؐ کو الہام ہوا۔

ان اقتباسات میں ایک اقتباس یہ بھی ہے کہ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ دوبارہ نازل ہوں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ کوشش بھی کی گئی کہ مسیح علیہ السلام کا کشمیر میں طبعی موت پا جانا ثابت کیا جائے جس سے یہ نتیجہ نکالنا مطلوب تھا کہ ان کا بہ جسد عنصری دوبارہ تشریف لانا ناممکنات میں سے ہے۔ انجام کار خود مرزا صاحب ہی اس پیش گوئی کی تکمیل کے لیے مثیل مسیح بن گئے۔

قرآن پاک میں یہ واضح آیت موجود ہے کہ رسول اکرم صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ اس رکاوٹ کو لفظ ختم کے نئے معنی تلاش کر کے دور کیا گیا اور یہ تاویل کی گئی کہ آئندہ امت مسلمہ میں سے آنے والے انبیاء

Marfat.com

رسول اکرمؐ کی مہر ثبت ہونے کے بعد آیا کریں گے۔

مہدی علیہ السلام کے بارے میں ہر چند کوئی واضح حوالہ موجود نہیں ہے لیکن مرزا صاحب نے خود کو جن صفات سے متصف کر لیا۔ ان کے پیش نظر ان کے لیے خود کو مہدی ظاہر کرنا مشکل نہ رہا۔

مرزا صاحب نے خود کو ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ظاہر کیا اور اس کے بعد سے مسیحی مبلغین اور مشنریوں کے ساتھ اس موضوع پر مناظرے بھی کیے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک مسیحی عالم عبداللہ آتھم اور دیگر مشنریوں کے ساتھ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء سے ۵ جون ۱۸۹۳ء تک اسلام کی حقانیت اور صداقت کے موضوع پر ایک معرکۃ الآرا مناظرہ کیا۔ مناظرہ کے آخری روز مرزا صاحب نے عبداللہ آتھم کے دلائل سے عاجز آکر ایک پیش گوئی کر دی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"مناظرہ کی آخری رات میں نے کمال خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی کہ وہ خود ہی اس امر میں حاکم عادل بنے کیونکہ ہم تو محض اس کے عاجز خادم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے حکم کی غیر موجودگی میں خاسر وقاصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ نشان ظاہر کیا کہ اس مناظرہ میں جو شخص عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور حقیقی خدا کو ترک کر کے ایک عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے اندر اندر ہاویہ میں گرایا جائے گا اور ذلیل وخوار ہوگا بشرطیکہ اس نے توبہ نہ کی اور رجوع نہ کیا لیکن جو شخص سچا ہے اور حقیقی خدا کی پرستش کرتا ہے وہ عزت پائے گا۔ جب یہ پیش گوئی پوری ہوگی کئی اندھے دیکھیں گے اور کئی لنگڑے چلیں گے اور کئی بہروں کی قوت سماعت بحال ہو جائے گی۔ ۔ ۔ ۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی ثابت ہوئی اور جھوٹا فریق ہاویہ کے اندر یعنی پندرہ ماہ کی مدت میں نہ گرا تو میں ہر سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔ مجھے رسوا کیا جائے۔ ذلیل وخوار کیا جائے، میرا منہ کالا کیا جائے اور میری گردن میں رسی ڈال دی جائے یعنی پھانسی دے دی جائے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا کرے گا۔ (جنگ مقدس صفحات ۸۴-۱۸۳ سلسلہ تصانیف جلد پنجم صفحہ ۲۵۶۲)

۲۲ اگست ۱۸۹۴ء کو مرزا صاحب نے منشی رستم علی کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے اپنی اس پریشانی کا اظہار کیا کہ شخص مذکورہ (عبداللہ آتھم) ابھی تک صحت مند اور فربہ ہے اور مرزا صاحب نے اللہ سے دعا مانگی کہ وہ انہیں (مرزا صاحب) کو ابتلاء سے محفوظ رکھے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم مکتوب ۳ صفحہ ۱۲۸ بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ ۳۲۴)

سیرت مہدی (جلد اول صفحات ۹، ۱۵، ۱۶۰) میں وہ اقدام بیان کیے گئے ہیں جو مرزا صاحب نے اپنی پیش گوئی کے لیے کیے۔ بیان کیا گیا ہے کہ میاں عبداللہ سنوری نے اسے بتایا کہ آتھم کے متعلق پیش گوئی کی

Marfat.com

مدت ختم ہونے سے ایک روز پہلے مسیح موعود نے ایک مقررہ مقدار میں چنے لانے اور ان پر قرآن پاک کی کچھ آیتیں پڑھنے کو کہا۔ (مصنف نے ان کی تعداد اور یہ کہ وہ قرآن کے کون سے حصے تھے نہیں بتائے) میاں عبداللہ سنوسی نے بتایا وہ ساری رات قرآن کی مقرر کردہ عبارت پڑھتا رہا۔ تلاوت ختم کرنے کے بعد وہ مرزا صاحب کے پاس گئے۔ مرزا صاحب ان دونوں کو قادیان سے باہر غالباً شمال کی سمت لے گئے اور انہیں چنے ایک غیر استعمال شدہ کنوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا اور پھر منہ موڑ کر پیچھے دیکھے بغیر وہاں سے واپس جانے کو کہا۔ دونوں نے ان ہدایات پر عمل کیا۔

پیش گوئی کے آخری روز احمدیوں کے چہرے لٹکے ہوئے تھے اور بہت مایوس و ناامید نظر آتے تھے۔ چند لوگوں نے بے خبری کی بناء پر آتھم کی موت سے متعلق شرطیں لگا رکھی تھیں۔ وہاں ہر طرف مایوسی و ناامیدی پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ نمازوں کے دوران زار و قطار رو رہے تھے اور خدا سے دعا کر رہے تھے کہ ان کی تذلیل نہ ہو۔ (سیرت مسیح موعود مصنف شیخ یعقوب علی، قادیانی مذہب صفحہ ۲۲۵)

مرزا صاحب نے اس کی وضاحت اس طرح کی کہ پیش گوئی اس بات سے مشروط تھی کہ آتھم اپنے عقائد سے نہیں پھرے گا۔ مناظرے کے دوران اس نے خود ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا گیا لفظ دجال ستر افراد کے سامنے نہ صرف واپس لے لیا بلکہ مسلسل ۱۵ ماہ تک اس بارے میں خاموش رہ کر ثابت کیا کہ وہ اس پر قائم ہے۔ پیش گوئی کی وجوہات یہ تھیں کہ اس نے رسول کریم ؐ کو دجال کہا تھا لیکن اس چھپا دے کی وجہ سے وہ ۱۵ ماہ بعد فوت ہوا۔ (روحانی خزائن، جلد ۹ صفحہ ۶ کشتی نوح سے شائع شدہ ۱۹۰۲ء اور دیکھئے حقیقی الوحی صفحہ ۸) مرزا صاحب نے نسیم دعوت (شائع شدہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۹) میں لکھا ہے کہ پیش گوئی کی تکمیل میں بعض اوقات چھپا دے کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی ہے۔ آتھم کے بارے میں پیش گوئی کے بارے میں کوئی اعتراض اس وقت اٹھایا جا سکتا ہے۔ اگر میں خود آتھم سے پہلے مر جاؤں (روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۱ ۴م شائع شدہ ۱۹۰۷ صفحہ ۱۸۵) یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ پیش گوئی میں اس بات کا ذکر نہیں تھا کہ آتھم نے چونکہ رسول کریم ؐ کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کیے اس لیے اس کے بارے میں پیش گوئی کی جا رہی ہے۔ پیش گوئی کی بنیاد یہ بات تھی آتھم حقیقی خدا کو چھوڑ کر ایک بے کس انسان کو اپنی الہامی کتابوں کی رو سے خدائی مقام پر فائز کر رہا تھا۔ آتھم کی موت کے بارے میں پیش گوئی میں مقرر کردہ پندرہ ماہ اس کی تکمیل کے بغیر ختم ہو گئے۔ امرتسر کے مولوی ثناء اللہ مرزا صاحب کے بڑے مخالفین میں سے تھے۔ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ کو ایک خط لکھا کہ وہ جو پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ وہ فریبی، جھوٹے دجال اور دھوکہ باز ہیں اور پھر لکھا" اگر میں جھوٹا اور فریبی ہوں جیسا

Marfat.com

کہ آپ اپنے اخبار میں لکھتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں مر جاؤں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ شرارتی اور جھوٹا شخص زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتا اور اپنے دشمنوں کی زندگی میں بے عزت اور رنج والم کے عالم میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ درحقیقت یہی بہتر ہے کہ وہ تباہ ہو جائے تاکہ وہ خدا کی مخلوق کو گمراہ نہ کر سکے۔ اگر میں جھوٹا فریبی نہ ہوا اور خدا سے ہم کلام ہوا ہوں اور مسیح موعود ہوا تو مجھے خدا کی رحمت سے امید ہے کہ تم مجھے جھٹلانے کی سزا سے نہیں بچ سکو گے اور سزا بھی انسان نہیں دے گا بلکہ قہر خدا تم پر طاعون، ہیضہ یا کسی دوسری مہلک مرض کی صورت میں تم پر آئے گا۔ اگر تمہیں اس طرح سزا نہ ملی تو پھر میں خدا کا بھیجا گیا نہ ہوں گا۔ اختتام پر اللہ کے فیصلہ کی دعا کی گئی ہے۔ (حیات طیبہ صفحہ ۴۲۳ تا ۴۲۵)

حقیقت میں مولوی ثناء اللہ ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب کی وفات کے بعد بھی کئی سال تک زندہ رہے۔ مرزا صاحب ان کے پیروؤں کے مطابق قے و اسہال کی بیماری سے اور اُن کے سسر کے مطابق ہیضے کے باعث فوت ہوئے (دیکھئے قادیانی مذہب مصنف الیاس برنی صفحہ ۱۳۷)

مرزا صاحب کے پیروؤں نے اس مسئلے کو ان کی موت کے بعد مشتبہ بنانے کی کوشش شروع کر دی اور کہا کہ خط میں مباحثے کی دعوت دی گئی تھی جس میں ایک دوسرے پر لعنت بھیج کر جھوٹے کے لیے موت کی دعا کی جاتی لیکن مولوی ثناء اللہ نے اس پیشکش کو قبول نہیں کیا لیکن انہوں نے کہا کہ خط اس قابل نہیں کہ اس سے یہ مفہوم نکالا جائے۔ یہ واضح طور پر ایک یک طرفہ معاملہ ہے جس میں دوسرے فریق کی رضامندی ضروری نہیں۔ یہ دہم نہیں کہ کس کی موت پہلے ہوئی۔ مرزا صاحب کی مولوی ثناء اللہ سے پہلے موت کی اس لیے اہمیت ہے کہ انہوں نے تیز اور سخت زبان استعمال کرتے ہوئے اپنی موت کو اپنی نبوت کے سچا یا جھوٹا ہونے کے بارے میں ٹیسٹ قرار دیا تھا۔ اپنے مخالفین کی موت کے بارے میں پیش گوئیاں کرنا مرزا صاحب اپنی نبوت کو سچا ظاہر کرنے کے لیے ضروری سمجھتے تھے۔ جب مرزا صاحب کا کوئی مخالف مر جاتا کہ ایک نہ ایک دن ہر کسی کو مرنا ہی ہے تو اسے مرزا صاحب کے مبینہ مشن کی سچائی قرار دیا جاتا تھا۔ آخرکار مرزا صاحب کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور نے ۲۳ اگست، ۱۸۹۹ء کو نقص امن کے ایک مقدمہ میں جو ضابطہ تعزیرات فوجداری کی شق نمبر ۱۰۷ کے تحت لوگوں کو بے عزت کرنے اور موت کی پیش گوئیاں کرنے سے روک دیا (ابرایا صفحہ ۲۶۱) بتایا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے عدالت میں ایک اقرار نامہ داخل کیا کہ وہ ایسی زبان استعمال نہیں کریں گے۔ (دیکھئے تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۶۸)

لیکن اس نے اس سے انکار کیا تاہم اس نے ۱۸۹۹ء میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں اقرار نامہ داخل کیا۔ (قادیانی مذہب صفحات ۴۵۶، ۴۵۸ تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۴۴)

Marfat.com

براہین احمدیہ کی اشاعت جس میں مرزا صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا تھا، سے مسلمانوں میں بہت تجسس پیدا ہوا۔ انہوں نے مزید پیش گوئیوں اور ان کے پورا ہونے کا انتظار کرنا شروع کر دیا مرزا صاحب نے کئی پیش گوئیوں کے بارے میں کتابچے جاری کیے جو جھوٹی ثابت ہوئیں جس کی وجہ سے اس کو تنقید اور تضحیک کا نشانہ بنایا گیا جس پر اپنی حیثیت کی وضاحت کے لیے اس نے تاویل کا سہارا لینا شروع کر دیا (جس میں ایک لفظ کا مفہوم کچھ اور نکالا جاتا ہے) مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک پمفلٹ شائع کیا کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا جس کا نام عمانوایل اور بشیر ہو گا۔ اس وقت جو بھی پیدا ہو گا دولت مند ہو گا۔ اور بڑی شان و شوکت والا ہو گا۔ جب وہ آئے گا تو وہ اپنی معجزانہ قوتوں سے ان کی کئی بیماریوں کا علاج کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہو گا۔ لوگوں نے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا انتظار شروع کر دیا لیکن ہوا یہ کہ مرزا صاحب کے ہاں مئی ۱۸۸۶ء کو بیٹی پیدا ہو گئی۔ اس پر سیرت المہدی کے مصنف کے مطابق ان کے پیروؤں میں مایوسی پھیل گئی لیکن ان کے مخالفین نے ان کا اتنا مذاق اڑایا کہ جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ مرزا صاحب نے کتابچوں اور خطوط میں کہا کہ ان کے الہام میں یہ اشارہ موجود نہیں تھا کہ بیٹا اسی حمل سے ہو گا (سیرت مہدی جلد اول صفحہ ۸۸)

ایک لڑکا اگست ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوا جس پر جشن منایا گیا اور وہ لوگ جن کا عقیدہ کمزور پڑ گیا تھا دوبارہ پختہ ہو گئے۔ لوگوں نے خیال کیا کہ یہ ہی ولیسا بیٹا ہے اور مرزا صاحب نے بھی بشیر اول کی پیدائش پر یہی خیال ظاہر کیا جس پر لوگ مرزا صاحب کی طرف ٹوٹ پڑے لیکن ایک سال بعد بچہ چل بسا جس پر ملک بھر میں وہ طوفان دشور و غوغا برپا ہوا کہ جو اس واقعہ سے نہ کبھی پہلے ہوا اور نہ بعد میں۔ بہت سے لوگ جو اس پر یقین رکھتے تھے ان کو ایسا دھچکا لگا کہ اس کے بعد وہ سنبھل نہ سکے۔

مرزا صاحب نے ایک بار پھر لوگوں کو رام کرنے کے لیے کتابچوں اور خطوط میں کہا کہ انہیں کبھی یقین نہیں تھا کہ یہ بچہ اسی الہام کی وجہ سے ہے۔ ایک بیٹے کے متعلق بہت سی پیش گوئیاں کی گئی تھیں مرزا صاحب کا خیال تھا کہ یہی وہ بیٹا ہے لیکن پیش گوئی سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہی وہ بیٹا ہے جس کے بارے میں صفات الہام ہوئی تھیں۔ وضاحت سے کچھ پیروؤں نے یقین کر لیا جبکہ دوسرے مایوس ہوئے۔ مخالفین نے مذاق اڑایا۔

(سیرت مہدی جلد اول صفحہ ۸۸)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اوپر بیان کیا گیا پمفلٹ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو شائع کیا گیا۔ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو شائع کردہ پمفلٹ میں کہا گیا کہ بیٹا ۹ سال میں پیدا ہو گا۔ ایک تیسرا پمفلٹ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو شائع کیا گیا جس میں کہا گیا کہ ایک بیٹا جلد ہی پیدا ہو گا جو زمانہ حمل ہی میں پیدا ہو گا۔ (تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۸۶، ۸۷)
جب مئی ۱۸۸۶ء میں بیٹی پیدا ہوئی تو مرزا صاحب کو مذاق کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کی مرزا صاحب نے

Marfat.com

اپنی حمائت میں یوں تشریح کی کہ انہوں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ بیٹا اسی حمل سے ہوگا۔ مرزا صاحب نے کہا کہ یہ الفاظ کہ وقت حمل کے وقت سے زیادہ نہیں ہوگا کا مطلب یہ ہے کہ وہ ڈھائی تین سال میں پیدا ہوگا یا وہ نو سال میں پیدا ہوگا۔ ان تشریحات سے لوگ مطمئن نہ ہوئے۔ یہ وضاحت کہ مرزا صاحب کو یقین نہیں تھا کہ یہ ہی وہ بیٹا ہے جس کے بارے میں الہام ہوا تھا۔ اس کے بارے میں ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو مرزا صاحب نے ایک کتابچے میں خود ہی کہا تھا کہ یہی وہ بیٹا ہے جس کے بارے میں انہوں نے پیش گوئی کی تھی۔ پمفلٹ کا عنوان "خوشخبری" تھا۔ یہ پمفلٹ ثابت کرتا ہے کہ مرزا صاحب کو یقین تھا اور اس لیے انہوں نے خود ہی یہ خبر لوگوں تک پہنچائی۔ مرزا صاحب کی محمدی بیگم سے شادی کی کوششیں اور ان میں ناکامی بہت مشہور ہیں۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو شائع کردہ جس پمفلٹ میں بیٹے کی پیدائش کی پیش گوئی تھی، میں ایک اور پیش گوئی بھی تھی جو مبینہ طور پر خدائی الہام پر محیط تھی۔ وہ لکھتا ہے خدا نے عورتوں کے بارے میں اسے بہت سی اچھی خبریں دی ہیں جن میں سے بعض کو وہ مستقبل میں حاصل کرے گا۔ وہ اچھی خبریں اس کے بعد کے الہامات اور پمفلٹوں سے اس کے مستقبل کی شادیوں کے بارے میں معلوم ہوتی ہیں۔ تاہم حقیقت ہے کہ مرزا صاحب کی آخری شادی ۱۷ نومبر ۱۸۸۴ء میں ہوئی تھی (حیات طیبہ صفحہ ۷۵)

مولوی نورالدین کو ۸ جون ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب ایک خط میں لکھتے ہیں کہ چار ماہ پہلے مجھے کھل کر بتا دیا گیا ہے کہ میرے ہاں بہت سی خوبیوں والا ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ انہی دنوں میں بہت سے الہامات ہوتے ہیں کہ وہ دوبارہ شادی کرے گا۔ اور خدا یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ ایک نیک پرہیزگار اور باعفت خاتون سے شادی کرے گا۔ جس سے بچے پیدا ہوں گے۔ انہوں نے دو عورتوں سے شادی کی تجویز پیش کی جسے انہوں نے نامنظور کر دیا۔ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم خط نمبر ۲)

مرزا صاحب نے کئی بار دعویٰ کیا کہ خدا نے انہیں الہام کے ذریعے مطلع کیا ہے کہ ان کی مرزا احمد بیگ کی بڑی صاحبزادی سے شادی ہوگی یہ شادی ہوگی میں ہو یا کنواری حالت میں۔

۱۰ مئی ۱۸۸۸ میں اخبار نور افشاں میں مرزا صاحب کی شادی کی درخواست کا خط شائع ہوا۔ اس کے مخالفین نے اس کو اعتراضات کا نشانہ بنالیا۔ مرزا صاحب نے اس خط کے جواز کی حمایت میں ۱۹ جولائی ۱۸۸۸ کو ایک پمفلٹ شائع کیا اور دہرایا کہ انہوں نے محمدی بیگم سے شادی کے لیے خدا کے حکم پر درخواست کی ہے۔ مزید برآں انہوں نے وہ ہتھکنڈے بیان کیے جن سے وہ اس مقصد کو حاصل کریں گے۔

اس کے کچھ قریبی رشتہ داروں نے نشانیاں مانگیں اور کہا کہ لڑکی کا والد اس قدر تابع فرمان ہے کہ وہ ان کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں اور اپنی بیٹیوں کو ان کی بیٹیاں قرار دیتا ہے۔ وہ مرزا صاحب کو فریبی اور جھوٹا

Marfat.com

سمجھتے تھے انہوں نے قرآن اور اسلام کے بارے میں اعتراضات اٹھائے اور اس سے نشانیاں مانگیں. اس وجہ سے اس نے کئی دفعہ ان کے لیے دعا مانگی. یہ دعائیں اس طرح قبول ہوئیں کہ لڑکی کے والد نے ایک اہم معاملے میں اس سے عاجزانہ درخواست کی. اس کی بہن مرزا صاحب کے چچا زاد بھائی سے بیاہی ہوئی تھی جس کا نام غلام حسین تھا. غلام حسین ۲۵ سال سے لاپتہ تھا. اس کی زمین جس کے وارث قانونی طور پر مرزا صاحب تھے، کے ریونیو میں انتقال اس کی بیوی کے نام تھا. احمد بیگ اور اس کا بھائی چاہتے تھے کہ زمین جس کی مالیت ہم، ۵ ہزار روپے تھی. ان کے بیٹے محمد بیگ کو ہبہ کردی جائے. غلام حسین کی بیوی کی جانب سے ایک ہبہ نامہ تحریر کیا گیا اور مرزا صاحب کے پاس ان کی رضامندی کے لیے لایا گیا کیونکہ ایسا کرنا قانونی طور پر ضروری تھا. مرزا صاحب اس پر دستخط کے لیے آمادہ تھے لیکن اس پر خدائی حکم نازل ہوا کہ وہ اس کی بیٹی کے ساتھ شادی کے لیے سلسلہ جنباتی شروع کرے اور اس پر ظاہر کرے کہ ترحم اور فیاضی کے مظاہر کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس سے اپنی بیٹی کی شادی کرے. یہ شادی اس کے لیے منبع برکات ثابت ہوگی. اگر وہ شادی پہ رضامند نہ ہوئے تو اس کی بیٹی صدمات سے دوچار ہوگی جس شخص سے اس کی شادی ہوگی وہ ڈھائی سال میں فوت ہو جائے گا اور اس کا والد شادی کے تین سال کے اندر مرجائے گا (تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۱۱۶) کے اوپر بیان کیے گئے پمفلٹ کے ضمیمے سے جو ۵ جولائی ۱۸۸۸ء کو شائع ہوا ہے. یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے رشتہ دار اسے فریبی اور کاروباری شخص سمجھتے تھے جو پیسے کمانے کے لیے خدا سے براہ راست رابطہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا. وہ لکھتا ہے کہ یہ لوگ نشانیاں دکھانے کے باوجود نہ مانے. اسے اس رشتے کی ضرورت نہیں شادی کی درخواست کا مقصد یہ تھا کہ یہ بات کے نہ ماننے والوں کے لیے عجائب اور قدرت کا ایک نشان بنے اگر اس کی شادی کی درخواست قبول کرلی جائے تو ان کے لیے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی. اگر انہوں نے اسے رد کردیا تو خوفناک اور بھیانک نشانات ان پر نازل کیے جائیں گے.

مرزا صاحب نے اپنے آپ کو ان دھمکیوں تک ہی محدود نہ رکھا اس نے اپنے رشتہ داروں اور مرزا احمد بیگ کو خطوط لکھے. یہ خطوط التجاؤں سے بھرے ہوئے تھے. ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء کو لکھے گئے ایک خط میں مرزا احمد بیگ کو لکھا کہ وہ شادی کے وعدے کی صورت میں وہ ہبہ نامے پر دستخط کرنے کو تیار ہے اور اس کی اپنی جائیداد فدا اور احمد بیگ کی ہوگی. اس نے مزید لکھا کہ اس کا بیٹا اس کی کوششوں کے ذریعے محکمہ پولیس میں بھرتی کرلیا جائے گا اور اس کی شادی مرزا صاحب کے کسی پیرو کی بیٹی سے کرادی جائے.
(نوشتہ غائب مصنف ایم ایس خالد صفحہ ۱۰۰ دیکھئے قادیانی مذہب مصنف الیاس برنی ۵ واں ایڈیشن صفحہ ۳۷۵، ۳۷۶)

Marfat.com

مرزا صاحب نے ۱۷ جولائی ۱۸۹۲ء کو مرزا احمد بیگ کو ایک اور خط لکھا کہ لوگ شادی کے بارے میں اس کی پیش گوئی سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ اس نے اس سے التجا کی کہ وہ اس کی پیش گوئی پورا ہونے میں اس کی مدد کرے۔ کلمۃ فضل رحمانی مصنف قاضی فضل احمد صفحہ ۱۲۳ قادیانی مذہب صفحات ۷۷ تا ۳۷۹)

مرزا صاحب کا لڑکا فضل احمد مرزا شیر علی کی لڑکی سے بیاہا ہوا تھا جس کی بیوی مرزا احمد بیگ کی بہن تھی۔ مرزا صاحب نے مرزا شیر علی اور اس کی بیوی کو خطوط لکھے اور کہا کہ محمدی بیگم سے شادی کے لیے وہ اس کی مدد کریں اور دھمکی دی کہ اگر اس کی شادی کسی اور سے ہوئی تو وہ اپنے بیٹے فضل احمد سے کہیں گے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ مرزا شیر علی نے مرزا صاحب کو لکھا کہ وہ مرزا احمد بیگ کی جگہ خود کو رکھیں اور مؤخر الذکر ان سے درخواست کرے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دیں جو پچاس سال کی عمر تک پہنچ چکا ہو اور مسیلمہ کذاب سے بڑھ چکا ہو۔ تو کیا وہ اپنی بیٹی کا نکاح ایسے شخص سے کریں گے۔

مرزا صاحب کی اس دھمکی کے جواب میں شیر علی نے اپنی بیوی کے ذریعے مرزا احمد بیگ پر اثر انداز ہونے کی کوشش نہ کی کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح مرزا صاحب سے کر دے۔ شیر علی نے پوچھا کس طرح اس کی بیوی صرف اپنی بیٹی کی وجہ سے اپنے بھائی سے درخواست کر سکتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو ایک دائمی مریض سے بیاہ دے جو اپنے مالیخولیا کی وجہ سے خود کو خدا کا فرستادہ سمجھتا ہے۔ آخر کار مرزا صاحب کے زور دینے پر ان کے بیٹے فضل احمد نے اپنی بیوی کو مرزا شیر علی کی بیٹی کو بادل نخواستہ طلاق دے دی مرزا صاحب کی پہلی بیوی اور بیٹے سلطان محمد نے محمدی بیگم اور اس کے خاندان کا ساتھ دیا۔ مرزا صاحب نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور بیٹے سلطان محمد کو عاق کر دیا۔

محمدی بیگم کی شادی سلطان محمد سے ہوئی اور وہ پیش گوئی کے مطابق نہ مرا اور کافی عرصہ تک زندہ رہا۔ مرزا احمد بیگ اپنی بیٹی کی شادی کے چھ ماہ بعد فوت ہو گیا اور اسے پیش گوئی پورا ہونے کے برابر قرار دیا گیا لیکن سلطان محمد کی شادی اور موت کے متعلق کیا معاملہ ہوا؟ وہ مرزا صاحب کے بعد بھی کافی عرصہ زندہ رہا پہلی جنگ عظیم میں شرکت کی زخمی ہوا لیکن بچ گیا (قادیانیت مصنف سید حسن علی نقوی) سیرت المہدی میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے اس شادی کے لیے اپنے رشتہ داروں کو خطوط لکھے اور زبردست کوشش کیں (جلد اول صفحہ ۱۸۶) لیکن مصنف نے یہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہر پیغمبر نے اپنی پیش گوئیوں کی تکمیل کے لیے کوشش کی تھیں (ایضاً صفحہ ۱۷۵) اگر اس وضاحت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو کیا اس کا کوئی قانونی جواز ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے کہتا اور یہ کہ اپنے بیٹے کے سسر کو دھمکاتا کہ اگر اس نے اس شادی کے لیے مدد نہ کی تو وہ اس کی بیٹی کو طلاق دلا دے گا۔ اس مذہب

Marfat.com

میں جس پر عمل پیرا ہونے کا مرزا صاحب دعویٰ کرتے تھے یہ نہیں ہے کہ نافرمان بیٹے کو عاق کیا جا سکتا ہے لیکن مرزا صاحب نے اس سلسلے میں تحریرًا یہ اعلان کیا۔ مرزا صاحب نے اپنی پہلی بیوی کو بھی اس وجہ سے طلاق دے دی تھی کہ اس بات پر رضامند نہیں کہ اپنے رشتہ داروں کو مجبور کرے۔ طلاق اسلام میں سب سے قبیح امر ہے لیکن مرزا صاحب نے اپنی بیوی، بہو اور بیٹے سے بدلہ لینے میں بہت تیزی کی۔ سیرت المہدی کا مصنف لکھتا ہے کہ نہ صرف مرزا احمد بیگ فوت ہو گیا بلکہ اس کے اہل خاندان کو بھی بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ کہا گیا تھا کہ مرزا احمد بیگ کی وفات سے پیش گوئی پوری ہو گئی۔ لیکن پیش گوئی یہ تھی کہ محمدی بیگم کا خاوند ڈھائی سال میں اور اس کا باپ تین سال میں فوت ہو گا۔ پیش گوئی کا معقول مفہوم جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ محمدی بیگم کا باپ اس کے خاوند کے فوت ہونے کے بعد انتقال کرے گا اور یہ شادی کے بعد تین سال میں ہو گا۔ لیکن وہ شادی کے فورًا بعد انتقال کر گیا لیکن جس شخص کو پہلے مرنا چاہیئے تھا وہ کافی عرصہ بعد تک زندہ رہا۔ عام حالات میں منگنی یا شادی کا ہونا یا نہ ہونا اتنی اہمیت نہیں رکھتا لیکن یہ معاملہ اس وجہ سے اہمیت اختیار کر گیا کہ مرزا صاحب نے زور دیا تھا کہ یہ ایک خدائی فیصلہ ہے۔ انجام آتھم سلسلہ تصنیفات میں شائع کردہ جلد ہشتم ۳، ۷ نوٹ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مرزا احمد بیگ کے داماد کے بارے میں ان کی پیش گوئی کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کا انجام اٹل ہے اس کا انتظار کیا جائے۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی میرے مرنے تک پوری نہیں ہوگی۔ اور یہ پوری نہ ہوئی۔ یہ پیش گوئی ۱۸۹۹ء میں کی گئی۔ اس سے قبل ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء میں اس نے ایک پمفلٹ میں یہی بات کہی تھی۔ وہ لکھتا ہے کہ میری پیش گوئی کا خلاصہ یہ ہے کہ اس خاتون سے میری شادی ایک اٹل فیصلہ ہے جو واپس نہیں لیا جا سکتا جو غلط ثابت ہوا کیونکہ یہ بات خود خدائی الہام میں شامل ہے اور خدا کے الفاظ تبدیل نہیں ہوا کرتے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس سلسلے میں جو کچھ کہا ہے وہ واپس نہیں لیا جائے گا۔ (غلط ثابت ہوا) اگر یہ واپس لیا جاتا ہے تو خدا کی بات بے اثر ہے اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ لیکن مرزا صاحب نے جب یہ لکھا اس وقت سلطان احمد کی وفات کے بارے میں مقررہ وقت گزر چکا تھا لیکن مرزا صاحب نے اصرار کیا کہ ایسا ہو کر رہے گا چاہے اس میں کچھ وقت لگ جائے۔ مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں ایک پیش گوئی کی کہ سلطنت برطانیہ ہشت سال اور سلطنت برطانیہ ہفت سال (برطانوی حکومت ۸ سال کے بیے یا برطانوی حکومت ۷ سال کے بیے) اس کے بہت سے مفہوم نکالے گئے کیوں کہ برطانوی اقتدار دوسری جنگ عظیم تک جاری رہا۔ (دیکھئے سیرت مہدی جلد دوم صفحہ ۹ نمبر ۳۱۴) براہین احمدیہ (جلد پنجم صفحات ۴۳، ۴۴) میں مرزا صاحب قرآن کی تیسری سورت کی ۵۵ ویں آیت کا حوالہ دیتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے اور

Marfat.com

یاد کر جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰؑ توجہ کر میں نے تجھے اکٹھا کیا ہے اور تجھے اپنی طرف بلند کیا ہے اور تجھے ان سے پاک صاف کر رہا ہوں جو ایمان والے نہیں اور ان لوگوں کو جو تجھ کو مانتے ہیں اور ان لوگوں پر جو تجھ کو نہیں مانتے قیامت تک غالب رکھوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے موت سے ہمکنار کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تجھے گناہوں سے پاک صاف ظاہر کرنے کے لیے تیرے ماننے والوں کو تیرے نہ ماننے والوں پر غلبہ عطا کروں گا۔ اس سے عیسیٰؑ سے میں مراد ہوں اور پیروکار کا لفظ میری تنظیم سے متعلق ہے۔ قرآن کی پیش گوئی حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہے اور "مغلوب لوگ" سے مراد یہودی ہیں جو دن بدن کم ہو رہے ہیں۔ اس آیت کے متعلق تازہ وحی یہ ہے کہ میرے اور میری جماعت کے بارے میں یہ آیت یہ اشارہ کرتی ہے کہ یہ فیصلہ ہو چکا کہ وہ لوگ جو اس جماعت سے باہر ہیں کم ہوتے چلے جائیں گے۔ (اس مفہوم میں) کہ وہ میری جماعت میں داخل ہوتے چلے جائیں یا وہ تباہ کر دیئے جائیں گے۔ اس پیش گوئی کا غیر صحیح ہونا اس قدر واضح ہے کہ اس کے بارے میں کوئی وضاحت غیر ضروری ہے۔ پاکستان میں قادیانیوں کی تعداد ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ایک لاکھ تین ہزار ہے اور پنجاب میں صرف مسلمانوں کی تعداد کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ جہاں مرزا صاحب کے کچھ پیرو رہتے ہیں۔ قادیانیوں کی تعداد کو ہمیشہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا رہا ہے جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس جلد دہم صفحہ ۵۳۰ میں سے صاف ظاہر ہے۔

یہ تحریک ۱۸۸۹ء میں اپنے آغاز کے بعد سے بتدریج پھیلتی رہی۔ ۱۸۹۶ء میں اس کے تیرہ سو تیرہ ارکان ہونے کا دعویٰ کیا گیا۔ ۱۹۰۱ء میں حکومت کی طرف سے کرائی گئی مردم شماری میں یوپی میں گیارہ سو تیرہ اس کے رکن تھے اور بمبئی پریذیڈنسی میں ۱۱۰۸۷ ارکان تھے (بظاہر جو درست نہیں) ۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ ان کے ایک لاکھ پیرو ہیں اور اپنی وفات سے پہلے ان کا اندازہ تھا کہ پیروؤں کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ اس کھلم کھلا مبالغہ آرائی کا پول ۱۹۱۱ء کی مردم شماری سے کھلتا ہے جس کے مطابق احمدیوں کی تعداد ایک لاکھ آٹھ ہزار چھ سو چھیانوے تھی۔ سارے بھارت میں آج بھی احمدیوں کی کل تعداد ساٹھ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ دوسرے ملکوں میں بھی کچھ بکھرے ہوئے پیروکار ہیں۔ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۹ء کو مرزا صاحب نے ایک پمفلٹ میں لکھا ہے کہ اس نے کسی کتاب میں اپنے پیروؤں کی تعداد ۳ سو لکھی ہے۔ یہ تعداد دس ہزار ہو چکی ہے اور تین سال میں یہ ایک لاکھ سے بڑھ جائے گی (تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۵۴) ۴ نومبر ۱۹۰۰ء کو جاری کردہ ایک پمفلٹ میں انہوں نے اپنے پیروؤں کی تعداد تیس ہزار بتائی (ایضاً جلد نہم صفحہ ۹۰) مرزا صاحب نے قسم کھائی اور کہا کہ میں حلفیہ کہتا ہوں تیری

Marfat.com

جماعت میں کم از کم ایک لاکھ افراد ایسے ہیں جو پورے خلوص کے ساتھ مجھ پر ایمان رکھتے ہیں (سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۱۴۶) تحفۃ الندوہ (۱۹۰۲ء) میں بھی وہ یہی تعداد بتاتا ہے اور کہا کہ ان میں سے دس ہزار طاعون کی وبا کے زمانے میں تبدیل ہوئے۔ حقیقت الوحی کے ضمیمے میں (شائع شدہ ۱۹۰۷ء) صفحہ ۱۱ پر مرزا صاحب نے یہ تعداد چار لاکھ بتائی ہے۔ مرزا صاحب اور ان کے جانشینوں کے علاوہ ان کے پیروکاروں جن میں مبارک احمد پروفیسر جامع قادیان نے بھی تعداد کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ مؤخر الذکر نے احمدیوں کی تعداد ۵۰ لاکھ بیان کی۔ عبدالرحمٰن درد نے مسٹر فیلبی کے سامنے کہا کہ پنجاب میں قادیانیوں کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ بیان اس وقت دیا گیا جب پنجاب میں مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ کروڑ تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پنجاب میں قادیانیوں کی تعداد ۷۵ لاکھ ہے۔ حال ہی میں اکانومسٹ لندن نے یہ تعداد ایک کروڑ بتائی ہے رسالے کو یہ اطلاع یقیناً قادیانیوں نے ہی دی ہے۔ پنجاب میں اس وقت مسلمانوں کی تعداد ساڑھے چار کروڑ ہے اور سارے ملک میں قادیانیوں کی تعداد ایک لاکھ تین ہزار ہے۔ یہ مرزا صاحب کی پیش گوئی کی حقیقت ہے۔ یونٹی آف کلکتہ میں ایک مضمون میں جو مرزا صاحب کی وفات پر لکھا گیا ان کے پیروؤں کی تعداد بیس ہزار بتائی گئی۔ سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۶۵ نمبر ۲۹۰) جب مرزا صاحب کے پیروؤں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی تو انہوں نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو ان سے بیعت کے لیے کہا (حیات طیبہ صفحات ۹۷، ۹۸) انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس (جلد دہم) میں قادیان کے نام سے ایک مضمون میں ایسے پیروؤں کی تعداد ۱۸۹۶ء میں ۳۱۳ دی گئی ہے جب مرزا صاحب کے پیروؤں کی تعداد کچھ بڑھی تو ۱۸۹۱ء میں انہوں نے دوسرا قدم اٹھایا اور اپنے مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ مسلمان امت کا یہ خدشہ کہ وہ رفتہ رفتہ پیغمبری کی طرف بڑھ رہا ہے جزوی طور پر درست ثابت ہوا۔ درحقیقت مرزا صاحب نے اس کی بنیاد براہین احمدیہ ہی میں رکھ دی تھی جس میں انہوں نے خود کو مثیل مسیح قرار دیا تھا۔

فتح اسلام (شائع شدہ ۱۸۹۱ء) میں مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ انہیں لوگوں کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا ہے تاکہ وہ دین کی تجدید کرے اور اسے لوگوں کے دلوں میں قائم کرے اسے اسی طرح بھیجا گیا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک کو بھیجا گیا تھا جس کی روح کو بہت آزمائشوں اور تکلیفوں کے بعد اٹھا لیا گیا۔ اس کے بعد ایک اور کو بھیجا گیا جس کا خدا کے ساتھ رابطہ اسی طرح تھا جس طرح موسیٰ کا تھا جو درحقیقت سارے پیغمبروں کا سردار تھا اور جو فراعنہ کو شکست دینے آیا تھا جس کے متعلق کہا گیا قرآن مجید میں کہ سورت ۷۳، آیت ۱۵ غور سے سنو، ہم نے تمہاری طرف ایک پیغمبر بھیجا ہے تمہارے خلاف گواہی دینے والا جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک پیغمبر بھیجا تھا۔

Marfat.com

اسی طرح وہ جو اپنے اعمال میں مثیل موسیٰؑ تھا لیکن مرتبے میں اس سے برتر تھا مثیل مسیح بھی تھا اور اس طرح جیسے عیسیٰؑ ابن مریم خدا سے رابطہ رکھنے والے پہلے نبی اکے ۱۴ صدیوں بعد دوسرا مسیح آیا (دیکھئے فاتح اسلام شائع شدہ روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۸) مرزا صاحب نے پہلا رابطہ رکھنے والا کے بعد جو زبان استعمال کی ہے وہ مبہم ہے لیکن ان کے نظریہ کے بارے میں جو باتیں ان سے اور ان کی کتابوں سے اخذ کی ہیں وہ بیان کی گئی ہیں۔

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ جس مسیح نے آنا تھا وہ آگیا ہے (صفحہ ۹) یہ کوئی نیا نظریہ نہیں کہ مرزا صاحب کو مسیح کے نام سے بھیجا گیا ہے۔ براہین احمدیہ میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنی فطرت میں مسیح سے مماثلت رکھتے ہیں اسی لیے ان کو مسیح کے نام سے بھیجا گیا ہے۔ بعد میں یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ کشمیر میں طبعی وفات پا چکے ہیں اور وہ بہشت میں چلے گئے ہیں۔ وہاں سے دوبارہ اس دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔ اس نے توضیح المرام (شائع شدہ ۱۸۹۱ء) دیکھئے روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۶۰) میں لکھا کہ وحی کا دروازہ نہ تو مکمل طور پر بند ہوا ہے اور نہ ہی وحی سربمہر کر دی گئی ہے۔ جزوی پیغمبری اور وحی کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور ہمیشہ کھلا رہے گا لیکن یہ مکمل پیغمبری نہیں ہے۔ یہ جزوی پیغمبری ہے جسے محدث کہا جاتا ہے جس میں کامل انسان کی پیروی کی جاتی ہے۔ ایک دوسری جگہ پر محدث کو وہ شخص کہا گیا ہے جس کا خدا کے ساتھ رابطہ ہوتا ہے، براہین احمدیہ میں اس نے کہا کہ محدث پیغمبر کی مانند ہوتا ہے لیکن اب اس نے اسے جزوی پیغمبر قرار دیا۔ براہین احمدیہ میں اصل الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان کے مطابق محدث کا مرتبہ پیغمبر کے مرتبے کے قریب ہوتا ہے (صفحہ ۴۶) اس نے اس ضمن میں حضرت عیسیٰؑ کی والدہ، حضرت موسیٰؑ کی والدہ ان کے حواری اور حضرت خضر کی مثال دی جو پیغمبر نہیں تھے۔ درحقیقت ۱۸۹۰ء تک وہ نبوت کے خاتمے کے نظریے پر قائم رہا لیکن بعد میں یہ تبدیل کر دیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

اس نے شریعت کے بغیر نبیوں کی آمد کے دروازے کو کھلا رکھا اور اپنے عقیدے کو ان الفاظ میں بیان کیا کہ اب قرآن کے احکام میں تبدیلی یا تنسیخ کے لیے کسی وحی یا الہام کی گنجائش نہیں اور جو اس سے اختلاف رکھتا ہے وہ امت مسلمہ سے باہر اور کافر و منکر ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸) ۱۸۹۱ء تک برصغیر کے مسلمان مرزا صاحب کو ان کی پیش گوئیاں غلط ہونے پر مذاق کا نشانہ بناتے رہے۔ محمدی بیگم کے معاملے میں اس کے اپنے اہل خاندان نے اسے جھوٹا مسیلمہ اور ایسے ہی دوسرے القابات دیے۔ غالباً وہ اسے بہتر طور پر جانتے تھے لیکن جب اس نے مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو مسلمانوں کو دھچکا لگا تنقید و غم و غصہ کا طوفان ابل پڑا۔ مرزا صاحب نے اس پر تیزی سے اپنے قدم پیچھے ہٹا لیے تاکہ مسلمانوں

Marfat.com

کو واضح کیا جا سکے لیکن اس موضوع کو لینے سے پہلے بہتر ہو گا کہ لفظ نبی، رسول اور مرسل کی وضاحت کر دی جائے۔

ہر رسول (پیغام بر) نبی ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر نبی رسول بھی ہو۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جس کے پاس خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور فرشتے وحی لے کر آتے ہیں۔ رسول وہ ہوتا ہے جس کے پاس نئی شریعت ہوتی ہے یا جو پہلی شریعت میں ترمیم و تنسیخ کرتا ہے۔ عام طور پر رسول اور مرسل میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی سوائے اس کے کہ رسول خدا کی طرف سے بھیجا جاتا ہے جب کہ مرسل بھیجنے والے کی طرف سے آتا ہے (اصول دین مصنف عبدالقادر بغدادی صفحہ ۱۵۴) بعد کے زمانے میں رسول اور نبی کے درمیان فرق ختم ہو گیا تاہم اگر کسی نے ان کے درمیان فرق بیان کیا ہے تو یہ وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے (اردو دائرہ المعارف الاسلامیہ جلد دہم صفحہ ۲۵۲ خط رسول) العقائد النسفیہ کے مصنف ابو حفص نفاسی کے مطابق ان دونوں لفظوں میں کوئی فرق نہیں لیکن اس کتاب میں لفظ رسول اس کے لیے ہے جو اپنے ساتھ شریعت لائے (ایضاً) مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۴ میں نبی، رسول اور مرسل کے تینوں الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس نے حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ آنے کے امکان کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ایک نبی جو کہ نبوت کی تمام شرائط پوری کرتا ہے کس طرح خاتم النبیین کے بعد آ سکتا ہے۔ مکمل نبوت کے لیے ضروری ہے کہ ایسے نبی پر وحی ہو اور جبرائیلؑ وحی لے کر آئیں۔ قرآن کی وضاحت کے مطابق رسول وہی شخص ہوتا ہے جو حضرت جبرائیل کے ذریعے احکام اور مذہب کے بارے میں عقائد حاصل کرتا ہے لیکن تیرہ صدیاں قبل نبوت پر مہر لگا دی گئی، کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی (اس کا مطلب ہے کہ اس کے مطابق مہر نہیں ٹوٹے گی۔) یہ دیکھا گیا ہے کہ اس نے لفظ نبی اور رسول اس طرح لکھے ہیں کہ ان کے درمیان امتیازی حیثیت برقرار نہیں رہتی اور دونوں کو ایک مفہوم میں بیان کیا ہے۔ صفحہ ۶۱۷ پر اس نے کہا ہے کہ قرآن نے جو یہ بات بیان کی ہے کہ رسول کریمؐ کے بعد کسی نبی یا رسول کی آمد ممکن نہیں چاہے وہ ایک نیا رسول ہو یا پرانا۔ کیونکہ مذہب کا علم جو جبرائیلؑ کی وساطت سے کسی رسول پر بھیجا جاتا تھا۔ اب وحی کے ذریعے نہیں بھیجا جائے گا اور یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے کہ ایک رسول آئے اور اس پر وحی نازل نہ ہو۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۱۴ پر قرآن کا حوالہ دیا گیا ہے "محمد تم میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ خدا کے رسول اور خاتم النبیین ہیں" (قرآن سورت نمبر ۳۳ آیت نمبر ۴۰) اس نے آیت کے آخری حصے کی اس طرح تشریح کی ہے "لیکن وہ اللہ کا نبی ہے اور اس نے نبوت کو ختم کر دیا ہے"۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ یہ اس کا ثبوت ہے کہ ہمارے نبیؐ کے بعد کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ عیسیٰؑ ابن مریم بھی

Marfat.com

دنیا میں نہیں آسکتے کیونکہ وہ رسول ہیں اور رسول کے لیے ضروری ہے کہ وہ مذہبی علم حضرت جبرائیلؑ کے ذریعہ حاصل کرے اس نے مزید کہا کہ رسالت کی وحی قیامت تک بھیجنے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ لفظ خاتم النبیین میں جہاں لفظ نبی استعمال کیا گیا ہے سے اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یوم قیامت تک کوئی رسول نہیں آئے گا۔ براہین احمدیہ میں اس کا موقف یہ تھا کہ رسول کریمؐ پر نبی کی وحی ختم ہو گئی ہے لیکن اس نے ثبوت میں یہ کہہ کر ایک دستہ پیدا کیا کہ رسالت کی وحی جاری رکھنے کا ارادہ نہیں کیا گیا۔

ایک ہینڈ بل میں جو ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو شائع ہوا اور جسے دوبارہ تبلیغ رسالت (جلد دوم) صفحہ ۲۰ پر شائع کیا گیا۔ اس نے کہا میں ان تمام چیزوں پر ایمان رکھتا ہوں جو اسلام میں شامل ہیں اور میں اس چیز پر ایمان رکھتا ہوں جس پر اہل سنت والجماعت ایمان رکھتے ہیں۔ میں ان تمام معاملات پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور رسول کریمؐ جو ختم المرسلین ہیں کے بعد کسی بھی ایسے شخص کو جو نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے اسے جھوٹا فریبی، غلط دعویدار، کافر اور کاذب خیال کرتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ وحی جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی رسول کریم پر آکر ختم ہو گئی۔ یہ آخری بیان پہلے بیان کردہ تمام بیانات سے مختلف ہے جن پر اوپر بحث کی گئی ہے۔

ایک اور ہینڈ بل جو ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو شائع کیا گیا اور جامع مسجد دہلی میں ہونے والے ایک جلسے میں تقسیم کیا گیا اور جسے تبلیغ رسالت جلد دوم کے صفحہ ۴۴ پر دیا گیا۔ وہ بیان کرتا ہے۔

ان تمام امور میں میرا مذہب وہی ہے جو دیگر اہلسنت والجماعت کا ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔

پہلے ہینڈ بل میں جو ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو شائع ہوا میں کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب پیغمبری کے کسی بھی دعویدار کو فریبی یا ایک جھوٹا نبی اور مشرک گردانتے ہیں۔ دوسرے ہینڈ بل میں نبی کی خاتمیت کا لفظ استعمال کیا جس کا ظاہراً یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ اس میں نبی اور رسول شامل ہیں۔

اپنی کتاب کا انجام آتھم (شائع شدہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۲۷) میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

کیا ایسا بدبخت شخص جو خود رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے؟ اور کیا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا

Marfat.com

کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔
صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے عاجز بندے نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے اعتبار سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کے دھوکا کھا جانے کا احتمال ہے لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے۔ ان کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے (لفظ رسول اور نبی میں مراد مجاز ہے) وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے اور اصل حقیقت جس کی میں علیٰ رؤس الشہاد میں گواہی دیتا ہوں۔ یہی ہے کہ ہمارے نبی کریمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ کوئی نیا۔
غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور رسول کریمؐ کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہیے تو وہ ملحد بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کریگا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا پس وہ بلاشبہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ حمامتہ البشریٰ کے صفحہ نمبر ۹۶ (شائع شدہ ۱۸۹۴ء) میں وہ لکھتا ہے۔
میرے لیے یہ جائز نہیں کہ میں نبوت۔ کا دعویٰ کر کے اسلام کے دائرے سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کے ساتھ شامل ہو جاؤں" کہ اس کا دعویٰ نبوت کا نہیں تھا بلکہ صرف ولایت اور مجددیت کا تھا اس نے اپنے اور عبدالقادر جیلانی کے الہام میں مشابہت بھی ظاہر کی ہے۔ انہوں نے حمامتہ البشریٰ میں زور دیا کہ "کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبیؐ کو بلاشبہ نبی آخرالزماں قرار دیا ہے اور نبی اکرمؐ نے یہ کہہ کر اس کے معنی کو واضح کیا ہے کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا" اور اس طرح اس نکتے کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اگر ہم وحی نبوت کے دروازے کو بند ہونے کے بعد دوبارہ کھولتے ہیں تو یہ درست نہیں ہوگا اور مسلمانوں کے لیے یہ کوئی راز نہیں ہے۔ ہمارے نبیؐ کے بعد کوئی نبی کیسے آ سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ آپؐ کے وصال کے بعد وحی اور نبوت ختم ہو گئی "۔
بعد کا حصہ اس نکتے سے متعلق ہے کہ کیا مسیح دوبارہ آئیں گے اور آخری نبی ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے نبی محمدؐ کی آمد سے نبوت کی تکمیل ہو گئی۔ اس حتمی اصول سے یہ واضح ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کے مطابق مسیح کے ظہور کی پیش گوئی کا مطلب نبی عیسیٰؑ کی واپسی نہیں ہے یہ بات ۱۸۹۹ء میں

Marfat.com

شائع ہونے والی کتاب "ایام صلح" میں صفحہ نمبر ۱۴۶ پر بھی بیان کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ "قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بہ کمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث "لا نبی بعدی" میں بھی نفی عام ہے پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی"۔

شعبان ۱۳۱۴ھ ۲۰.... تبلیغ رسالت میں شائع ہونے والے ایک ہینڈبل میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں، لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرتؐ کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اولیاء کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں۔ لفظ "خاتم" جسے اس کے نبوت کے دعویٰ کے معنی دیئے گئے۔ "ازالہ اوہام" کے صفحہ نمبر ۵۰۷ میں انہی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، مرزا صاحب نے رسول اکرم کے بعد وحی نبوت کی نفی کی ہے۔ ۱۸۹۲ء میں شائع شدہ "جنگ مقدس" کے صفحہ نمبر ۶۷ پر مرزا صاحب نے اس الزام کی تردید کی ہے کہ وہ نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور معجزے کی وضاحت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ "میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے۔ میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسولؐ کا متبع ہونے کی رو سے ان نشانیوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانیوں کا نام کرامات ہے جو کہ رسولؐ کی پیروی سے دی جاتی ہیں"۔ نبوت کے دعویٰ سے کچھ عرصہ قبل مرزا صاحب نے اپنے متعلق نبی کا لفظ زیادہ تواتر کے ساتھ استعمال کرنا شروع کر دیا، وہ مسلمانوں کے غصے اور بے چینی کو دور کرنے کے لیے اس بات کی اپنے الفاظ میں وضاحت کرنے میں بھی بہت تیز تھا۔ اس نے "سراج منیر" کے صفحہ ۳ پر کہا ہے کہ "یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اس بندے پر نازل فرمایا ہے۔ اس میں اس بندے کی نسبت، نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بہ کثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہے" ولکل ان یصطلح (ہر کسی کی اپنی اصطلاح ہے)۔ سو خدا کی یہ اصطلاح ہے کہ جو اس نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرتؐ نہ کوئی نیا نبی آ

Marfat.com

سکتا ہے اور نہ پرانا، قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مضمون کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا رسول کے لفظ سے یاد کرے۔" ٹیکچر قادیاں" میں ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء کی تاریخ کے ساتھ شائع ہونے والے ایک خط میں مرزا صاحب نے کہا ہے کہ" حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے۔ اکثر دفعہ ان میں رسول اور نبی کا لفظ آگیا ہے لیکن وہ غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت و رسالت ہے سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارے کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لیے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں"۔ یہ پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے کہ مرزا صاحب نے" توضیح المرام" میں کہا ہے کہ جزوی نبوت اور وحی کا دروازہ بند نہیں ہوا محدث جزوی نبی ہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ نمبر ۱۳۸ پر مرزا صاحب نے ان افراد کو کافر قرار دیا ہے جو یہ ممکن سمجھتے ہیں کہ نبی اکرم کے بعد قرآنی احکامات میں ترمیم کرنے والی کوئی وحی نازل ہو سکتی ہے۔ اسی کتاب میں مرزا صاحب نے وحی نبوت کو ناممکن قرار دیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اگر مسلمانوں کے عقیدے کے برخلاف کوئی بات کہنے کے لیے ایک قدم آگے جاتے تھے تو مخالفت کو محسوس کرتے ہوئے مسلمانوں کو قائل کرنے کے لیے وہ کبھی انہی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ دو قدم پیچھے بھی آتے تھے۔ پہلے محدثیت نبوت کے قریب تھی۔ پھر یہ جزوی نبوت بن گئی اور پھر دوبارہ ختم نبوت پر یقین کا اظہار اب محدثیت کے نظریے کے ارتقاء کا مرزا صاحب... کے الفاظ میں جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ تبلیغ رسالت کے دوسرے شمارے میں صفحہ نمبر ۹۵ پر شائع ہونے والے مولوی عبدالحکیم اور مرزا صاحب کے درمیان ایک معاہدے میں مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرے پمفلٹوں فتح الاسلام، توضیح المرام اور ازالہ اوہام میں یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ محدث ایک طرح سے نبی ہوتا ہے اور محدثیت جزوی نبوت یا نبوت ناقص۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام الفاظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال نہیں کیے گئے بلکہ سادہ لغات کے مضمون میں استعمال ہوئے ہیں ورنہ خدا کی قسم حقیقی نبوت کا میرا کوئی دعویٰ نہیں۔ میں نے ازالہ اوہام میں بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ میں محمد ﷺ کی ختم نبوت پر یقین رکھتا ہوں۔

میں مسلمان بھائیوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ وہ میری طرف سے ان الفاظ کو بدلا ہوا سمجھیں اور جہاں لفظ نبی استعمال ہوا ہے اسے متروک سمجھا جائے اور اس کی جگہ متبادل لفظ محدث تصور کیا جائے۔

"حمامۃ البشریٰ" میں صفحہ ۹۶ پر مرزا صاحب نے نبوت کے دعویٰ سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ

Marfat.com

"میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جیسے محدثین سے" اور صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے کہ "یہ درست ہے کہ نبوت کا ایک حصہ تحدیث میں ہوگا لیکن یہ حصہ بالفعل نہیں ہے بلکہ بالقوہ ہے اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بالفعل ایک نبی ہوتا اس لیے یہ قابل اجازت ہے کہ اسے النبی المحدث یا محدث نبی کہا جائے" اور پھر نبوت کا دروازہ کھولنے کے بعد اس نے مکمل نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اسی طرح مسیح ہونے کا دعویٰ بھی ارتقائی عمل سے گزرا۔ مرزا نے "براہین احمدیہ" میں لکھا ہے کہ "وہ مسیحؑ کی ابتدائی زندگی کا نمونہ ہے۔ مسیح سے متعلق مرزا صاحب کے نظریے کے مطابق ابن مریم ضرور نمودار ہونگے لیکن مرزا صاحب روحانی طور پر ان کے مثیل ہوں گے۔" فتح الاسلام" کے صفحہ نمبر ۱۱ پر اس نے دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کے مثیل کو لوگوں میں ایمان کا علم پھیلانے کے لیے بھیجا ہے"۔ پھر مرزا نے مختلف الفاظ میں دعویٰ کیا کہ "وہ مسیح ہے جسے آنا تھا اگر تم پسند کرتے ہو تو اسے قبول کرلو" اس دعوے سے مسلمانوں کو بری طرح دھچکا لگا اور اس کی کافی مخالفت ہوئی اور اسے کافر قرار دے دیا گیا۔ مرزا نے اس پر فوراً اپنے قدم پیچھے ہٹائے اور مسیحؑ کا مثیل ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے کہا کہ اس نے مسیح ابن مریمؑ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی وہ روح کے تبدیل ہونے پر یقین رکھتا ہے۔ اس نے صرف مسیحؑ کا مثیل ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے اسی طرح اس کی روحانی حالت مسیحؑ کی روحانی حالت سے مشابہ ہے۔ اپنے اس دعوے کے برعکس وہ مسیح ہے جسے آنا تھا۔ اس نے کہا ہو سکتا ہے مستقبل میں کوئی اور مسیح نہ آئے اور دس ہزار مسیح بھی آسکتے ہیں اور دس ہزار مثیل بھی آسکتے ہیں

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۶)

اس نے مزید کہا کہ "میرے بعد روز محشر تک کوئی مہدی نہیں آئے گا اور نہ ہی مسیح آئے گا میں ہی وہ ہوں جسے آنا تھا"۔ (۵ اپریل ۱۹۰۵ کا پمفلٹ تبلیغ رسالت شمارہ نمبر ۱ صفحہ نمبر ۸)

مرزا کی کتابوں میں یہی پالیسی رہی ہے اس نے متعدد متضاد باتیں ایک ہی وقت کہیں تاکہ مخصوص وقت پر جو بات اس کے مناسب ہو اس کے پیچھے پناہ لے سکے۔ ۱۸۹۲ء میں شائع ہونے والی کتاب "نشان آسمانی" کے صفحہ نمبر ۳۵ پر مرزا نے اپنے پیروکار کی نام نہاد گواہی شائع کی ہے کہ اسے کسی گلاب شاہ نے بتایا کہ مرزا مسیح موعود ہے جس کے ظہور کا وعدہ کیا گیا تھا اور جس کا نام کتابوں میں عیسیٰؑ لکھا ہے اور صفحہ ۳۶ پر "عیسیٰؑ کا نام جسے آنا تھا غلام احمد ہے۔ مرزا نے براہین احمدیہ میں کہا ہے کہ "مسیحؑ کی روح مریم کی طرح اس میں پھونکی گئی ہے"۔ مرزا نے نبوت کا دعویٰ اپنی پیروکاری میں کچھ اضافے کے بعد ۱۹۰۱ء

Marfat.com

میں کیا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ براہین احمدیہ کے تیسرے اور چوتھے شمارے کی اشاعت کے وقت سے مسلمان عوام کو اپنی نبوت کے دعوے کے لیے تیار کر رہا تھا۔ نبوت کا دعویٰ پہلی بار ۱۹۰۱ء میں شائع ہونے والے پمفلٹ "ایک غلطی کا ازالہ" میں کیا گیا۔ حقیقی دعوے سے قبل مرزا نبوت کے متعلق مبینہ وحی کے حوالے سے کوششیں کرتا رہا لیکن ان حوالوں کو اس پردے میں چھپانے کی کوشش کرتا رہا کہ اس نے نبی اور رسول کے الفاظ ان کے حقیقی معنوں میں استعمال نہیں کیے۔ پمفلٹ "ایک غلطی کا ازالہ" میں مرزا نے کہا ہے کہ جہاں کہیں بھی اس نے نبوت یا رسالت کے متعلق انکار کیا ہے وہ ان معنوں میں تھا کہ وہ اپنے ساتھ ایک مستقل شریعت نہیں لایا اور نہ ہی وہ مستقل نبی ہے۔

دافع البلاء صفحہ نمبر ۱۱ میں مرزا نے لکھا ہے کہ سچا خدا وہ ہے جس نے اپنا رسول قادیان میں بھیجا۔ حقیقت الوحی (صفحہ ۳۹۱) میں اس نے لکھا ہے کہ وہ اُمت کی طرف سے وحی موصول کرنے کے لیے خصوصی طور پر چنا گیا ہے۔ مرزا نے مجموعہ اشتہارات (شمارہ نمبر ۳، ۱۸۹۸ء تا ۱۹۰۸ء) میں لکھا ہے کہ "میرے پیروکاروں کی تعداد جیسے جیسے بڑھے گی تو وہ "جو جہاد" کے اصول پر یقین رکھتے ہیں کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی ماننے کا مطلب جہاد کے اصول سے انکار ہے" جہاد اور حکومت انگریزی" میں صفحہ ۴ پر اس نے لکھا ہے کہ "دیکھو! میں تمہارے پاس آیا ہوں جو یہ ہے کہ اب کے بعد سے تلوار کے ساتھ جہاد ختم ہے" جیسا کہ مرزا کے نبی کی تعریف اور جہاد کے امتناع کے بارے میں احکامات کا ذکر کیا جا چکا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا نے جہاد جو قرآنی حکم ہے اس کے امتناع کا حق ایک مبینہ نبی کی حیثیت سے استعمال کیا۔ مسیح ابن مریم کے دوبارہ ظہور کی ایک بنیاد یہ ہے کہ وہ ایک نبی تھے جبکہ نبوت ۱۳۰۰ سال پہلے ختم ہو چکی ہے چنانچہ ازالہ اوہام (صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰) میں مرزا نے کہا ہے کہ یہ سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو حضرت محمدؐ کی اُمت میں نبی سمجھا جاتا ہے لیکن یہ نبوت نامکمل نبوت ہو گی تاہم بعدازاں مرزا نے حقیقت الوحی میں صفحہ نمبر ۱۰۳ پر لکھا ہے کہ "ایل میرے پاس آیا اور اس نے مجھے منتخب کیا اور اپنی انگلی ہلائی اور نشاندہی کی کہ خدا کا وعدہ پہنچ چکا ہے" بعدازاں مرزا نے وضاحت کی کہ ایل سے اس کی مراد جبرائیل تھی۔ جبرائیل کی آمد کے دعویٰ سے مکمل نبوت کا دعویٰ ظاہر ہوتا ہے اور اس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ مرزا ایک مکمل نبی تھا۔

ایک اور جگہ مرزا نے دعویٰ کیا ہے کہ پہلے تمام نبی اکرمؐ کی بنیادی خصوصیات کا سایہ تھے لیکن اب ہم نبی اکرمؐ کی تمام خصوصیات کا (ظل) سایہ ہیں۔ اس سے مرزا کے اس دعویٰ کی نشاندہی ہوتی ہے کہ وہ نبی کریمؐ کی تمام کاملیت کے ساتھ آپؐ کا سایہ ہے جب کہ دوسرے نبیوں میں آپؐ کی کم خصوصیات تھیں۔ مرزا کے دعوے کے مطابق وہ نبی اکرمؐ کے برابر تھا اور دوسرے نبیوں سے بہت اعلیٰ تھا۔ براہین

Marfat.com

احمدیہ میں قرآن کریم کی آیات کی شکل میں بہت سی وحی ہے جو رسول اکرمؐ پر نازل ہوئی مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ یہ تمام آیات اس پر بھی نازل ہوئیں وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر ۳ لاکھ آیات کی وحی اتری جن میں سے ۵ ہزار مختلف ذرائع سے روپیہ حاصل کرنے سے متعلق تھیں مگر متعدد مقامات پر مرزا نے اس بات کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسے ملنے والی نشانیاں نوحؑ اور مسیحؑ جیسے دوسرے نبیوں کو ملنے والی نشانیوں سے کہیں زیادہ تھیں۔

اگلا اقدام مرزا کی طرف سے اپنے لیے ختم نبوت کا دعویٰ ہے جو مندرجہ ذیل سے ثابت ہوگا۔

"محمدی ختم نبوت کی حقیقی اہمیت کی کوئی اور تعریف نہیں کرسکتا سوائے اس کے جو خاتم الانبیاء کو پسند کرتا ہے کیونکہ کسی چیز میں حقیقت کو سراہنا اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ چیز کس سے متعلق ہے۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ختم نبوت یا تو نبی اکرمؐ سے تعلق رکھتی ہے یا اس مسیح سے جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ (تشحیذ الاذہان قادیان نمبر ۸ شمارہ ۱۲ یکم اور ۲۲ اگست ۱۹۱۷ء قادیانی مذہب صفحہ ۱۶۷)

"مختصر یہ کہ میں اس امت میں وہ واحد فرد ہوں جو وحی کی کثرت اور پوشیدہ معاملات کے علم کی وجہ سے نبوت کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ اس امت کے صوفیا میں سے کسی کو چاہے وہ قطب ہو یا ابدال اسے اس قدر فضیلت نہیں دی گئی۔ نبی کے نام کے لیے صرف میں مخصوص کیا گیا ہوں۔ دوسرے کسی کو یہ نام نہیں دیا گیا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی وحی کی کثرت اور پوشیدہ معاملات کے علم کی شرط سے پورا نہیں اترتا اور ایسا ہونا ضروری تھا۔ نبی اکرمؐ کی پیش گوئی کی تکمیل کے لیے یہی واحد راستہ تھا۔ اگر کچھ دوسرے نیک افراد جنہیں مجھ سے قبل الہام یا پوشیدہ معاملات کا علم کثرت سے ملا ہے وہ نبی کہلوانے کے لیے کوالیفائی کر چکے ہوں گے۔ ایسی صورت میں نبی اکرمؐ کی پیش گوئی کو دھچکا پہنچا ہوگا اسی وجہ سے ان نیک افراد کو اس فضیلت کے مکمل وصول کنندہ ہونے سے روک دیا گیا تاکہ جیسا کہ مصدقہ روایات میں نشاندہی کی گئی ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا (حقیقت الوحی صفحہ ۳۹۱)

اس پیرے سے مرزا صاحب کے اس خیال پر روشنی پڑتی ہے کہ محمدؐ کے بعد وہ واحد نبی ہے جسے محمدؐ کا مظہر ہونے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے اس کے بعد یہ کہ نبی اکرمؐ نہیں بلکہ وہ آخری نبی ہے۔ مندرجہ ذیل پیروں سے یہ مزید ثابت ہوگا۔

میں نے کئی مرتبہ بیان کیا ہے کہ اس آیت وآخرین منہم لما یلحقو بہم (۶۲-۳) کے طفیل وہ ہی آخری نبی ہے (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵)

میں خدا تک لے جانے والے راستے تک رسائی پانے کا آخری ذریعہ ہوں۔ میں اس کی روشنیوں

Marfat.com

میں سے آخری روشنی ہوں (کشتی نوح صفحہ ۵۶)

"ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" اس آیت میں ایک پوشیدہ پیش گوئی ہے کہ نبوت قیامت کے دن تک ختم کی جا چکی ہے۔ سوائے اس بروز شخص کے جو بذات خود نبی اکرمؐ کی شخصیت ہوگا۔ کوئی بھی انبیا کی طرح خدا کے امور غیبیہ کا علم موصول کرنے کا اہل نہیں ہے۔ میں وہ بروز محمدی ہوں مجھ پہ نبوت بروزی طریقے سے اتری ہے۔ اب اس نبوت کے سامنے پوری دنیا بے طاقت ہے کیونکہ اب اس نبوت پر خاتمہ ہے۔ نبی اکرمؐ کا ایک ظہور اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ ظاہر ہونا تھا اور بالآخر وہ اب ظاہر ہوا ہے (ایک غلطی کا ازالہ)

"یہ جان لینا چاہیئے کہ ختم نبوت محمدؐ کو دی گئی تھی اور پھر اس تک پہنچی جسے آپ کی روح نے علم دیا اور اپنا سایہ بنایا" (آدم اوّل مسیح الموعود ضمیمہ خطبہ الہامیہ صفحہ (ب)

"خدا کی طرف سے آخری زمانے کے لیے یہ متعین کر دیا گیا تھا کہ یہ رجعت کا زمانہ ہوگا تاکہ یہ امت کسی طرح سے بھی کسی دوسری امت سے پیچھے نہ رہے۔ پس مجھے بنانے کے بعد خدا نے مجھے ماضی کے تمام انبیا جیسا بنا دیا اور مجھے ان کے نام دیئے۔ اس طرح مجھے براہین احمدیہ میں آدم، ابراہیم، موسیٰ، نوح، داؤد، یوسف، یوحنا اور یسوع وغیرہ کے نام دیئے گئے اور اس طرح سے تمام سابقہ نبی اس امت میں دوبارہ پیدا ہو گئے پھر آخر میں مسیح پیدا ہوتے۔ مرزا کی ان تحریروں کی وضاحت اس کے جانشینوں نے کی ہے۔ کلمتہ الفیصل میں مرزا بشیر احمد نے کہا ہے کہ آپ کے بعد متعدد انبیاء کے ظہور کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرمؐ کا رتبہ نعوذ باللہ اتنا عارضی ہے کہ بہت سے افراد اللہ کے رسول محمد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جو کوئی ظلی نبی ہوگا وہ نبی اکرمؐ کی تمام تر کاملیت کا حامل ہونے کی وجہ سے اللہ کا رسول محمد ہوگا۔ اس وجہ سے صرف ایک آدمی نے نبی کی پوزیشن حاصل کی۔ اس سے معاملے کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ نبوت کے در کھولنے کی تمام تھیوریاں صرف ایک مرزا صاحب کی خاطر تھیں۔ نبوت کے در کھولنے کے خلاف جتنے دلائل بھی اچھے ہو سکتے تھے وہ سب آخر کار اپنائے گئے لیکن مرزا صاحب کی حمایت میں ایک استثنیٰ پیدا کرنے کے بعد۔

اعجاز المسیح میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ نبی کریمؐ کی دو بعثتیں ہوں گی۔ پہلی بعثت تو نام محمد کا ظہور ہے جبکہ دوسری (بروز کی حیثیت سے مرزا صاحب کی صورت میں) نام احمد کا ظہور ہے کلمتہ الفصل صفحہ ۱۴۰) اس طرح تیسری بعثت کی نفی کر دی گئی۔ قادیان کی تشحیذ الاذہان کے نمبر ۸ جلد ۱۲ کے صفحہ ۱۱ پر اگست ۱۹۱۷ء میں یہ لکھا گیا تھا کہ نبی کریمؐ کے بعد صرف ایک نبی نامزد کیا گیا اور یہ کہ بہت سے نبیوں کی بعثت خدا کی حکومت اور دائرہ اختیار میں شگاف پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے (قادیانی مذہب

Marfat.com

صفحہ ۱۹۶) مارچ ۱۹۱۴ء میں اسی جریدہ کے نمبر ۳ جلد ۹ کے صفحات ۳۰ اور ۳۲ پر مزید یہی بات کہی گئی اس لیے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نبی کریمؐ کی امت میں سے ایک سے زائد نبی نہیں آ سکتے اسی وجہ سے اس نے نبی کی امت سے ایک نبی کے ظہور کی بشارت دی کہ یہ وہی مسیح ہے جس کا وعدہ کیا گیا تھا اور اس کے سوا کسی اور کو خدا کے پیغمبر یا نبی کا نام نہیں دیا گیا۔ نہ ہی یہ اطلاع دی گئی کہ کوئی اور نبی بھی آئے گا۔ دوسری طرف لا نبی بعدی کہہ کر کسی اور نبی کی بعثت کی نفی کر دی گئی (قادیانی مذہب صفحہ ۱۹۷)۔

اب مرزا صاحب کے اس دعوے کا تقابل بعض دیگر متضاد دعوؤں سے کروائیں۔ کتاب (ایک غلطی کا ازالہ) کے صفحہ ۷ پر مرزا صاحب نے خود لکھا ہے کہ مہر نبوت کبھی توڑی نہ جائے گی لیکن یہ ممکن ہے کہ نبی کریمؐ اس دنیا میں بروزی انداز سے آ جائیں (جیسے کہ مامور من اللہ ہوتا ہے) اور اس طرح ہی ایک بار نہیں ہزار بار آ سکتا ہے اور اپنی نبوت اور تکمیل کو ظاہر کر سکتا ہے۔

سیالکوٹ کے لیکچر کے صفحہ ۲۲ پر مرزا صاحب نے کہا ہے کہ یہ ضروری ہے کہ تمہیں محبت اور خدا کے پیغمبروں کی سچائی کی طرف لے جایا جائے جو ابھی جاری ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود کہتے ہیں "ہزاروں پیغمبر آ سکتے ہیں (انوار خلافت صفحہ ۶۲ بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ ۱۸۰) وہ آتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ فیصلے کا دن آ پہنچے (الفضل قادیان ۲۷ جنوری ۱۹۲۷ء نمبر ۶۸ کی جلد ۱۶ مرزا بشیر الدین محمود بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ ۱۸۱) حقیقت النبوت کے ۱۲۸ پر یہی بات اس نے کچھ مختلف انداز میں کہی کہ اس وجہ سے ہم ایک پیغمبر پر ایمان رکھتے ہیں جو صرف اس امت میں ہے۔ اسراریت کے پردوں میں خاص مستقبل کو چھپا لیا گیا ہے۔ بعض سوالوں کا جواب دیتے ہوئے اس نے لکھا ہے کہ اور چوتھا سوال یہ ہے کہ آیا مرزا صاحب کے بعد بھی کوئی نبی آ سکتا ہے اور کہا کہ اگر کوئی اور نبی آ جائے تو احمدی اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کے بعد ایک پیغمبر آ سکتا ہے لیکن میں یہ یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ ایسا کوئی پیغمبر آئے گا۔ یہ مسیح موعود کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا ایک پیغمبر آئے گا جب وہ آئے گا تو یہ احمدیوں کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ اس پر ایمان لائیں (مکتوب میاں بشیر الدین محمود احمد شائع شدہ الفضل قادیان بتاریخ ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء نمبر ۸۵، جلد ۱۴ بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ ۱۷۹)

پیغمبروں کے نزول کے نظریہ کے متعلق اس نے مزید تبدیلی یہ کی جو کہ اس کے سوال و جواب میں ظاہر ہے کہ مسیح موعود کے بعد کسی نبی کے آنے کا امکان ہے اگر ایسا ہوتا ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہی

Marfat.com

لیا جائے گا کہ مرزا آخری نبی ہے تو بشیر الدین محمود نے جواب دیا کہ "آخری زمانے کا نبی"، کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے توسط کے بغیر نبوت حاصل نہیں کر سکتا (خطبہ جمعہ مرزا البشیر الدین محمود) شائع شدہ الفضل نمبر ۱۲ جلد ۲ بتاریخ ۲ مئی ۱۹۸۱ء قادیانی مذہب صفحہ ۱۸۰)

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکاروں (نابینین) نے یہ متضاد بیانات کتابوں، پمفلٹوں میں پے در پے دیئے۔ مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالوں کے علاوہ کلمۃ افضل اور تشحیذ الاذھان میں یہ تاثر بھرپور طریقہ سے دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ مرزا حقیقتاً آخری نبی تھا۔

علامہ اقبال نے اس موضوع پر جن خیالات کا اظہار کیا تھا اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔

(دیکھئے تھاٹس اینڈ رفلیکشنز آف اقبال، مصنفہ عبدالوحید صفحات ۶۸، ۲۶۶) وہ لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا کہنا ہے کہ ان کی نبوت حضور نبی کریم کی نبوت کی گواہی ہے۔ جب مرزا صاحب سے سوال کریں کہ حضورؐ کو ایسی کسی گواہی کی ضرورت نہیں تو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نعوذ باللہ آخری پیغمبر نہیں ہیں آخری پیغمبر ہوں۔ بنی نوع انسان کی تاریخ میں خصوصاً ایشیا میں میرا نبی ہونا اسلام کے اس مفہوم کو سمجھاتا ہے کہ وہ آخری مذہب ہے۔ مرزا صاحب کا خیال ہے کہ دیکھا جائے تو حضور اکرمؐ کی نبوت اس لحاظ سے نامکمل رہی کہ آپ کے کوئی صحابی آپ کے معیار کو نہ پہنچ سکے۔ علامہ اقبالؒ آگے لکھتے ہیں کہ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ بروزی نبی ہے اس لیے وہ حضور اکرمؐ کی ختم نبوت کی خلاف ورزی نہیں کر رہا، اسی طرح وہ یہ تھا کہ بھیس بدلنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی شخص نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اسلامی شریعت میں بروزی اور ظلی نبی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ مسیح موعود کے آنے اور نزول امام مہدی کے متعلق جو روایات ہیں انہیں مرزا صاحب پر لاگو کرنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے نہ صرف قرآنی آیات میں اپنی تاویلات کیں بلکہ اسلامی روایات کو بھی اپنی تاویل کے مطابق بنانے کی کوشش کی اور قادیان کو دمشق اور مسجد اقصیٰ کو قادیان کی مسجد کہا۔ مرزا صاحب نے حضرت مسیحؑ کو بھی معاف نہ کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ نے کشمیر میں وفات پائی۔ جب مرزا سے کہا گیا کہ وہ بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرح معجزے دکھائے تو اس نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کے معجزوں کا تمسخر اڑایا۔ مرزا نے ان باتوں کے علاوہ یہ دعویٰ بھی کیا کہ صرف اس نے ہی قرآن کا صحیح ترجمہ و تفسیر کی ہے اور صرف اسی نے صحیح حدیثوں کی نشاندہی کی ہے۔ آیئے ہم جان لیں کہ مسلمان کا رویہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ کیا ہونا چاہیئے اور مرزا صاحب کا طریقہ کیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان لائے۔ یہ ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

Marfat.com

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اس کتاب پر جو آپ کی طرف نازل کی گئی تھی یقین رکھتے ہیں اور ان کتابوں پر جو آپ سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور وہ لوگ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ (قرآن ۲-۴)

ترجمہ: جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر .... تمام نبیوں پر ایمان لائے۔ (قرآن ۲-۱۷۷)

ترجمہ: سو تم اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لے آؤ۔ (قرآن ۳-۱۷۹، ۷-۱۵۸، ۴-۱۳۶)

ایک اور اصول جو مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان اللہ کے رسولوں میں سے کسی ایک کو دوسرے سے ممتاز نہ کریں۔

ترجمہ: ہم اس کے رسولوں پر ایمان لانے میں کسی کی تفریق نہیں کرتے (قرآن ۲-۲۸۵)

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ کسی ایک پیغمبر کو دوسرے نبیوں پر فضیلت نہ دو۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ کسی نبی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونسؑ بن متیٰ سے بہتر ہوں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی کو اس کے مسلمان دوست نے پیٹا، وہ حضور اکرمؐ کے پاس آیا اور شکایت کی آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے مجھے مارا ہے، حضور نبی کریمؐ نے صحابیؓ سے پوچھا کہ آپ نے یہودی کو کیوں مارا تو صحابی نے جواب دیا کہ یہودی نے آپؐ پر حضرت موسیٰؑ کو ترجیح دی تھی، حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ نبی کو دوسرے پر فضیلت نہ دو (مسند احمد جلد سوم صفحات ۴۱-۴۰)

(بخاری شریف میں درج ہے کہ حضورؐ اس وقت غصہ میں تھے اور آپ کی ناراضگی آپ کے روئے مبارک پر عیاں تھی ہے)

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے متعلق قرآن کی آیات مبارکہ یہ ہیں۔

ترجمہ: اور اس کتاب میں مریم کا ذکر بھی کیجئے جبکہ وہ مریم اپنی قوم کے لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک ایسے مکان میں گئی یعنی غسل کے لیے جو جانب مشرق میں واقع تھا (قرآن ۱۶-۱۹)

ترجمہ: پس اس نے ان لوگوں کے سامنے پردہ ڈال لیا یعنی غسل کرنے کی وجہ سے تو ہم نے اس مریم کے ساتھ اپنے ایک فرشتہ کو بھیجا اور وہ فرشتہ ان کے سامنے ایک صحیح الخلقت آدمی کی شکل بن کر ظاہر ہوا (قرآن ۱۷:۱۹)

اس کو دیکھ کر مریم نے کہا میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے۔

Marfat.com

(قرآن ۱۸-۱۹)

ترجمہ: اس (فرشتہ) نے کہا کہ میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اس لیے بھیجا گیا ہوں تاکہ تجھ کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں (قرآن ۱۹-۱۹)

ترجمہ: مریم نے جواب دیا میرے ہاں لڑکا کیوں کر ہو سکتا ہے حالانکہ مجھ کو کسی آدمی نے چھوا تک نہیں اور نہ میں کبھی بدکار تھی (قرآن ۲۰-۱۹)

ترجمہ: فرشتے نے کہا یوں ہی ہو گا تیرے رب نے فرمایا ہے۔ یہ بات مجھ پر آسان ہے اور اس کو اس لیے پیدا کریں گے تاکہ ہم لوگوں کے لیے اس کو اپنی قدرت کی ایک نشانی بنائیں اور اس کو اپنی رحمت کا ذریعہ بنائیں اور یہ بات ایک طے شدہ امر ہے (قرآن ۱۹-۲۱)

ترجمہ: پھر مریم کو بیٹے کا حمل ہو گیا اور وہ اس حمل کو لیے ہوئے ایک اور جگہ علیحدہ چلی گئیں۔

(قرآن ۱۹-۲۲)

ترجمہ: پھر دردِ زہ کی تکلیف اس کو کھجور کے ایک تنے کی طرف لے گئی کہنے لگی کاش میں اس حالت سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی۔ (قرآن ۱۹-۲۳)

ترجمہ: اس وقت (جبرائیلؑ) نے مریم کو ایک ایسے مکان سے جو نشیب میں واقع تھا پکار کر کہا اے مریم! غمگین نہ ہو تیرے نیچے تیرے رب نے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے (قرآن ۱۹-۲۴)

ترجمہ: اور اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا اس ہلانے سے تجھ پر تر و تازہ کھجوریں جھڑیں گی۔

(قرآن ۱۹-۲۵)

ترجمہ: تو کھجوریں کھا اور چشمے کا پانی پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھ پھر اگر آدمیوں میں سے تو کسی کو دیکھے تو اشارہ سے کہہ دیجیو کہ میں نے رحمان کے لیے روزہ کی منت مان رکھی ہے لہٰذا میں آج کسی انسان سے کلام نہیں کروں گی (قرآن ۱۹-۲۶)

ترجمہ: پھر مریم اس لڑکے کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائی گئی۔ لوگوں نے کہا اے مریم یہ تو تُو نے بہت بُرا کام کیا۔ (قرآن ۱۹-۲۷)

ترجمہ: اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ کوئی بُرا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی۔

(قرآن ۱۹-۲۸)

ترجمہ: اس پر مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ لوگ کہنے لگے بھلا ہم اس سے کیسے بات کر سکتے ہیں جو ابھی گود کا بچہ ہے۔ (قرآن ۱۹-۲۹)

Marfat.com

ترجمہ: اتنے میں وہ گود کا بچہ بول اٹھا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب دی ہے اور اس نے مجھ کو نبی بنایا ہے (قرآن ۱۹-۳۰)

ترجمہ: اور میں جہاں بھی ہوں مجھ کو خدا نے بابرکت کیا ہے اور جب تک میں زندہ ہوں اس نے مجھ کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ (قرآن ۱۹-۳۱)

ترجمہ: اور اپنی ماں کا اس نے مجھے خدمت گزار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش اور بدبخت نہیں بنایا (قرآن ۱۹-۳۲)

ترجمہ: اور مجھ پر خدا کی جانب سے سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ کر کے دوبارہ اٹھایا جاؤں گا۔ (قرآن ۱۹-۳۳)

ترجمہ: یہ (جس کا ذکر ہوا) عیسیٰ ابن مریم ہے۔ صحیح حقیقت بیان کر رہا ہوں جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں۔ (قرآن ۱۹-۳۴)

ترجمہ: (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک ایسے کلمہ کی شہادت دیتا ہے جو خدا کی جانب سے ہوگا اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ وہ دنیا اور آخرت میں ذی مرتبت ہوگا اور مقرب بارگاہ لوگوں میں سے ہوگا (قرآن ۳-۴۵)

ترجمہ: اور وہ لوگوں سے پنگوڑے میں بھی کلام کرے گا اور پوری عمر کا ہو کر بھی اور وہ اعلیٰ درجہ کے نیکوکاروں میں سے ہوگا۔ (قرآن ۳-۴۶)

ترجمہ: مریم نے کہا کہ اے میرے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا مجھ کو کسی شخص نے چھوا تک نہیں۔ جواب ملا یوں ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کر دیتا ہے جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے (قرآن ۳-۴۷)

ترجمہ: اور وہ (اللہ تعالیٰ) اس کو کتب سماویہ اور دانائی کی باتوں کو اور توریت اور انجیل کی تعلیم دے گا۔ (قرآن ۳-۴۸)

ترجمہ: اور بنی اسرائیل کے لیے اس کو رسول مقرر کرے گا وہ بنی اسرائیل سے کہے گا میں تمہارے رب کی نشانی لے کر تمہارے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت بناتا ہوں پھر اس کے اندر پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے سچ مچ کا پرندہ بن جاتا ہے اور میں مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں اور میں خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ دوسرے دن کے لیے اپنے گھروں میں رکھ آتے ہو میں تمہیں وہ سب بتا دیتا ہوں بلاشبہ ان امور

Marfat.com

مذکورہ میں تمہارے لیے بڑی دلیل ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔ (قرآن ۳ - ۴۹)

مرزا غلام احمد قادیانی ایک طرف خدا کے تمام نبیوں اور پیغمبروں پر برتری کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور دوسری طرف اللہ کے نبیوں خصوصاً حضرت عیسیٰ کے بارے میں نازیبا زبان استعمال کرتا ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں "اللہ نے اس امت میں مسیح موعود کو بھیجا جو عیسیٰ سے ہر لحاظ سے افضل ہے۔ میں نے اسے صاف کر دیا ہے اگر عیسیٰ اس زمانے میں ہوتا تو وہ کچھ نہ کر سکتا جو میں کر سکتا ہوں۔ وہ کچھ نہ دکھا سکتا جو میں دکھا سکتا ہوں (حقیقی الوحی صفحہ ۱۴۸) حضرت عیسیٰ کے جن معجزوں کا قرآن پاک میں ذکر کیا گیا۔ مرزا صاحب سے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جب کہا گیا کہ وہ بھی ان جیسی کوئی مثیل پیش کریں تو مرزا نے کہا تھا کہ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰؑ کے جن معجزوں کا ذکر ہے وہ محض مثیل ہیں۔ مرزا نے ان معجزوں کی مذمت کی اور (ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۶ پر) ان کے متعلق خرافات لکھیں۔ اس نے انکار کیا کہ حضرت عیسیٰؑ نے مُردوں کو زندہ کیا، پرندے میں جان ڈال دی یا اندھوں کو بینا کر دیا۔ مرزا نے ایسے معجزوں کی فرمائش کرنے والوں کو حرام زادے کہا۔ اس کے بعد شریف لوگ مرزا سے بچ کر رہنے لگے (انجام آتھم صفحہ ۶) بعد ازاں مرزا صاحب نے نیا شوشہ چھوڑا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو یہ طاقت دے دی ہو کہ وہ بے جان اور کھلونے کے پرندے بنا کر انہیں اڑا سکیں (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۲) یا ان پرندوں کو اپنی مسمریزم کی قوت سے اڑا لیتے ہوں گے جو ان کی روحانی قوت کی وجہ سے ہوا ہو گا (ایضاً صفحہ ۳۲۲) مرزا صاحب کا کہنا ہے کہ ان دنوں ایک تالاب ہوتا تھا جہاں سے حضرت عیسیٰؑ یہ معجزے دکھاتے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس تالاب کی مٹی استعمال کرتے ہوں اس (حضرت عیسیٰؑ) کے پاس کچھ بھی نہیں تھا محض دھوکہ و فریب تھا (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۶ الف) (ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۲)

مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ مسمریزم کے ماہر تھے انہوں نے یہ سب کچھ خدا کی اجازت اور اس کے حکم سے سیکھا تھا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۹)

حضرت عیسیٰؑ کی بے مثال پیدائش کے متعلق مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ یہ ان کی عظمت کا ثبوت نہیں ہے۔ حضرت آدمؑ بھی باپ اور ماں کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ بہت سے جاندار موسم برسات میں خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ باپ کے بغیر حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کی پیدائش اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے کچھ قویٰ کمزور تھے (چشمہ مسیحی صفحہ ۱۸) مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰؑ کی شادی نہ کرنے کے معاملہ پر بھی ہرزہ سرائی کی۔ اس (مرزا) نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کہا کہ وہ بدزبان تھے جلد آپے سے باہر ہو جاتے اور جھوٹ بولتے تھے (ایضاً صفحہ ۵) مرزا نے لوگوں کو افیون کھانے کی تلقین کی اور کہا کہ

Marfat.com

پہلا مسیح شرابی تھا اور دوسرا مسیح افیون کھاتا ہے۔ ہم نے حضرت عیسٰیؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کے متعلق مرزا صاحب کی یہ چند باتیں دی ہیں۔ ہم نے مرزا کی ایسی باتوں سے اجتناب کیا ہے جو اس نے حضرت عیسٰیؑ کے متعلق کہی ہیں اور اس کے جواب میں عیسائی مشنریوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نازیبا زبان استعمال کی تھی۔ اسلام کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اللہ کے کسی پیغمبر یا رسول کے پیغمبرانہ مشن پر ایمان نہ لائے جو کہ ایک مسلمان کے ایمان کا حصّہ ہے۔ اسلام کا تصور یہ ہے کہ اللہ کا نبی گناہ سے مبرا ہوتا ہے۔ حضرت مریمؑ کے بطن سے حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش کے متعلق قرآن میں جو کچھ بیان کیا گیا اس کا موازنہ مرزا غلام احمد قادیانی نے موسم برسات میں خود بخود پلنے والے جراثیموں سے کیا ہے، مرزا حضرت عیسٰیؑ کے معجزوں پر ایمان نہیں لایا اور اس نے انہیں ایک تالاب کی مٹی سے پیدا کیے جانے والے کرشمے کہا۔ اس نے اپنے خاص کمرے کو مسجد قرار دیا اور بیت الذکر قرار دیا" براہین احمدیہ میں مرزا صاحب نے اپنے اس بیت الذکر کا موازنہ کعبہ اور بیت الحرام سے کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص میرے بیت الذکر میں آگیا گویا وہ بیت الحرام یا کعبہ میں داخل ہونے والے شخص کی طرح حفاظت میں آگیا۔ اس نے قادیان کی زمین کو مکہ مکرمہ کی سرزمین کے مساوی قرار دیا وہ درثمین کے صفحہ ۵۲ پہ لکھتا ہے کہ

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

مطلب یہ کہ قادیان کی زمین اب مقدس ہو گئی ہے۔ اس میں بھی حرم کعبہ کی طرح ہجوم رہتا ہے۔
"آئینہ کمالات اسلام" کے صفحہ ۳۵۲ پر مرزا رقم طراز ہے قادیان میں سالانہ حاضری کے سلسلہ میں تمہیں جنت ملے گی۔ اس نے صاحبزادہ عبداللطیف کو قادیان بھیجا کہ وہ حج کرے۔ اس نے قادیان میں احمدیت کی تعلیم حاصل کی (قادیانی مذہب صفحہ ۳۶۳) مرزا بشیرالدین محمود قادیان اس طرح گیا جس طرح حج کو جاتے ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنی مسجد کو مسجد اقصٰے قرار دیا (دیکھیے تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۳۷) اور اس مسجد کا ایک مشرقی مینارہ تعمیر کیا گیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے مطابق حضرت مسیح دمشق کے مشرقی مینارہ پر ظہور فرمائیں گے۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت مسیح مسجد اقصٰے (بیت المقدس) میں نزول فرمائیں گے۔ مرزا قادیانی نے یہ مینارہ تعمیر کر کے گویا یہ ثبوت دینے کی کوشش کی کہ اس نے مشرقی مینارہ قادیان میں تعمیر کر دیا ہے اور نبی پاکؐ کی پیش گوئی پوری ہو گئی ہے۔ مرزا قادیانی نے اس سلسلے میں قرآن کریم کی یہ آیات پیش کیں۔

ترجمہ: وہ خدا جملہ عیوب سے منزہ ہے جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد

Marfat.com

اقصیٰ تک لے گیا۔ وہ مسجد اقصیٰ جس کے گرداگرد ہر قسم کی برکتیں رکھی ہیں۔ اس بندے کو پہنچانے سے مقصد یہ تھا کہ ہم اس کو اپنی قدرت کی کچھ نشانیاں دکھائیں بے شک خدا بڑا سننے والا بڑا دیکھنے والا ہے۔ (قرآن ۱:۱۷)

قرآن پاک کی یہ آیات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ معراج سے متعلق ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس بارے میں کہا کہ نبی پاکؐ شب معراج کے سفر کے دوران قادیان سے گزر کر مسجد اقصیٰ گئے شرعی عدالت میں درخواست گزار کیپٹن عبدالواجد نے جو احمدیوں کے لاہوری گروپ کا رکن ہے۔ اپنی پٹیشن نمبر ۲/اپریل ۱۹۸۴ء میں ایک اور شریعت پٹیشن کے درخواست گزار مجیب الرحمان کے ان دلائل کو دہرایا کہ احمدیوں کے لاہوری گروپ اور قادیانی گروپ کے درمیان فرق کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ کیپٹن عبدالواجد نے کہا کہ لاہوری گروپ کے احمدی مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ ہی مرزا غلام احمد نے کبھی نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ لاہوری گروپ سے تعلق رکھنے والے قادیانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر غیر مشروط اور پکا ایمان رکھتے ہیں اور مرزا صاحب کو مہدی موعود، مسیح موعود، ایک مجدد ایک محدث خیال کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں درخواست گزار نے ازالہ اوہام، نشان آسمانی، آئینہ کمالات اسلام، حمامۃ البشریٰ، ایام الصلح کا حوالہ دیا یہ ظاہر کرنے کے لیے مرزا صاحب نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس سلسلے میں درخواست گزار کو بتایا گیا کہ نبوت کے دعویٰ کے سلسلہ میں مرزا صاحب کی کتابیں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کی ہیں اور "ایک غلطی کا ازالہ" نامی کتاب بنیادی تحریر ہے۔ اس (درخواست گزار) نے ایک غلطی کا ازالہ نامی پمفلٹ سے کچھ حصے پڑھ کر سنائے لیکن وہ حصے جن کا زیر بحث مسئلہ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ کیپٹن عبدالواجد نے اس بات سے انکار کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی یا لاہوری گروپ کے قادیانیوں نے کبھی مسلم امت کو برا بھلا کہا اور نہ ہی کلمہ طیبہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) پڑھنے والے ایسے مسلمانوں کو اس بناء پر کافر کہا ہے کہ وہ مرزا صاحب پر ایمان نہیں رکھتے تاہم عبدالواجد نے کہا کہ جو مسلمان مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں اس الزام کے بعد کافر ہو جاتے ہیں"۔

یہ تمام دلائل کسی ثبوت کے بغیر ہیں۔ مرزا صاحب کی تحریروں میں یہ بات موجود ہے کہ اس نے نہ صرف نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ لاہوری گروپ کے سربراہ ایم محمد علی بھی ۱۹۱۴ء تک مرزا صاحب کو نبی مانتے رہے ہیں جب محمد علی کو احمدیوں کی مرکزی تنظیم سے نکال دیا گیا تو اس نے اپنا علیحدہ گروپ بنایا (عبدالقادر کی تحریر کردہ مرزا صاحب کی سوانح حیات "حیات طیبہ" میں اس کا ذکر موجود ہے کہ لاہوری گروپ کے سربراہ بھی مرزا صاحب کو نبی مانتے تھے") اس سلسلے میں دو مثالیں :

Marfat.com

اس کتاب کے صفحہ ۲۹۹ میں بیان کیا گیا ہے کہ ۱۹۰۴ء میں محمد علی، مولوی کریم الدین کے مقدمہ میں مدعی کی طرف سے پیش ہوا اور یہ بیان دیا "مکذب مدعی نبوت کذاب ہوگا مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہے" مطلب یہ کہ مدعی نبوت کو جھوٹا کہنے والا جھوٹا ہوتا ہے ملزم یعنی مرزا صاحب نبوت کا مدعی ہے۔

صفحہ ۳۰۰ پر اس بات کو محمد علی کی درج ذیل تحریر میں دہرایا گیا ہے جو اس کے اخبار "پیغام صلح" میں ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو شائع ہوئی کہ "ہم حضرت مسیح موعود، مہدی موعود کو اس زمانے کا نبی رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں"۔

ان تحریریں سے یہ بات واضح ہے کہ محمد علی بھی نبوت کے مسئلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ساتھی ہے اور مرزا قادیانی کی زندگی میں محمد علی اور نور الدین نے مرزا کو نبی تسلیم کیا (النبوۃ فی الاسلام) میں خیال کرتا ہوں کہ یہ عین اسلام کے مطابق ہے کہ مرزا صاحب کے ساتھ نبیوں جیسا سلوک کیا جائے۔ (پیغام صلح جلد دوم صفحہ ۱۱۹ بتاریخ ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کو اس وقت کافر قرار دیا گیا جب مرزا کے دعوے اپنے مہدی موعود اور مسیح موعود ہونے تک ہی محدود رہ گئے یہی فتوے اس کے پیروکاروں پر لاگو ہوتے ہیں۔ مولانا محمد حسین بٹالوی جو ایک زمانہ میں مرزا صاحب کے بڑے مداح تھے اور براہین احمدیہ کے کچھ حصے لکھنے میں مدد بھی کی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے انہی دعوؤں کی وجہ سے دل برداشتہ ہو گئے اور مرزا کے جانی دشمن بن گئے انہوں نے نہ صرف خود مرزا صاحب کو کافر قرار دیا بلکہ بھارت کے ممتاز علماء کے ان فتووں پر بھی دستخط کیے جو پورے بھارت میں تقسیم کیے گئے۔ (حیات طیبہ مصنفہ صفحہ ۱۳۲) مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جگہ آنے والوں نے نہ صرف ایک طرف نبی ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ اپنے اس دعوے کو نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا۔ اسلام کے نقطۂ نظر سے وہ لوگ جو اسلامی اصولوں سے روگردانی اور چشم پوشی کرتے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو مامور من اللہ (اللہ کی طرف سے مقرر کیا گیا) مجدد (اسلام کو نئے سرے سے زندہ کرنے والا) مہدی موعود یا مسیح موعود مانتے ہیں۔ خود اسلام کی روح سے واقف ہے؟ یہ نہ صرف الحاد کی مدد کرنے کے مترادف ہے بلکہ گمراہی کا کام ہے۔ اسلام میں یہ اصول قائم ہے جو الحاد کو اچھا سمجھتا ہے یا اس پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے یا اس پر خوش ہوتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے (اکفار الملحدین مصنفہ مولانا انور شاہ کشمیری صفحہ ۵۹)

"بحر الرئق جلد ۵ صفحہ ۲۴ پر ہے کہ جو کوئی یہودیوں کے پادریوں کے متعلق اچھی رائے رکھتا ہے یا ان کی تاویل (جو کہ ظاہری لفظ کے مختلف معانی پر ہو) پر خوش ہوتا ہے وہ بے ایمان ہے"۔ مرزا صاحب نے یہی

Marfat.com

کیا، کہتے ہیں کہ ایک شخص جسے بے ایمان کہا جاتا ہے وہ ایماندار ہے کیوں کہ کہنے والا خود بے ایمان ہے (حقیقت الوحی صفحہ ۱۶۴)

قرآن پاک میں ہے. ترجمہ: " دین میں کوئی جبر نہیں یقیناً ہدایت کی راہ گمراہی سے نمایاں ہو چکی ہے سو جس شخص نے تمام معبودان باطلہ کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا تو اس نے ایسا مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گا اور اللہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے" (قرآن ۲۵۶-۲) لفظ طاغوت قرآن پاک میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے. یہ شیطان جادوگر کاہن وغیرہ اور ایسے شخص کے بارے میں ہے جو گمراہی کی طرف رہنمائی کرے. جوہری کہتے ہیں. والطاغوت الکاہن والشیطان وکل راس فی الضلال. طاغوت، کاہن، شیطان جو گمراہی کی طرف رہنمائی کرے (قرطبی) کل راس فی الضلال کا مطلب ہے کہ وہ جو گمراہی کا راستہ دکھائے ایسے لوگوں میں وہ بھی شامل ہے جو کسی نئے مذہب کے ذریعے لوگوں کو گمراہی کی طرف لے جائے اور کوئی ایسا نظریہ دے جو صحیح سے متصادم ہو (دیکھئے ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ (اب یہ سپریم کورٹ شریعت بنچ کے جج ہیں) صفحات ۸۰-۱۷۹ جلد اول)

ایک مسلمان اور مومن کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے اور طاغوت سے انکار کرے اور اس کے راستے پر نہ چلے جس میں ایک جھوٹا نبی بھی شامل ہو وہ شخص جو جھوٹے نبی کا انکار نہیں کرتا وہ شخص جو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے وہ شخص جو ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھتا ہے جو اسلام سے متصادم ہو تو ایسا شخص مسلمان نہیں ہے. خواہ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہو وہ شخص جو اللہ کے ساتھ ساتھ طاغوت پر بھی ایمان رکھے وہ تو بہت ہی زیادہ بُرا ہے. مسلم امہ کو انتشار سے بچانے اور سد دہریہ کے لیے ایسی کالی بھیڑوں کو اسلام سے دور رکھنا چاہیئے جو مسلم امہ کو طاغوت کے راستے پر لے جا رہی ہیں. اپنے پمفلٹ "ایک غلطی کا ازالہ" میں مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلی مرتبہ نبوت کا دعویٰ کیا. اس پمفلٹ کی وجہ تصنیف یہ تھی کہ مرزا صاحب کے مخالفوں میں سے ایک نے مرزا کے ایک پیروکار سے کہا کہ تم مرزا کے ہاتھ پر نبی ہونے کی حیثیت سے بیعت کرتے ہو تو مرزا کے پیروکار نے انکار کر دیا جب اس نے مخالفین کا یہ خیال مرزا کے سامنے پیش کیا تو اس نے "ایک غلطی کا ازالہ" نامی پمفلٹ لکھا جس میں اس نے بتایا کہ میرے پیروکار نے مخالفین کے جس الزام سے انکار کیا ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ مجھے اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے اور اس نے اپنے لیے رسول نبی اور مرسل کے الفاظ ایک نہیں سینکڑوں دفعہ استعمال کیے نتیجتاً یہ انکار خود بخود ختم ہو جاتا ہے. اس نے نبی رسول وغیرہ کے الفاظ ۲۲ سال پہلے براہین احمدیہ میں بھی شائع کیے اس نے اس وقت قرآن کی آیت استعمال کی جس کا ترجمہ ہے" وہ ذات (اللہ) جس نے

Marfat.com

اپنا رسول بھیجا ہدایت کے لیے دینِ حق کے ساتھ تاکہ وہ اسے تمام مذاہب پر ظاہر کر دے (براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸) یہاں مرزا غلام احمد قادیانی نے واضح کر دیا ہے کہ وہ (مرزا غلام احمد قادیانی) ایک نبی ہے (جری اللہ فی حلل الانبیاء) کے الفاظ اس نے اسی کتاب میں اپنے لیے استعمال کیے کہ اللہ کا نبی جو تمام انبیاء کامل ہے (صفحہ ۵۰۴) اسی کتاب میں اس نے خود پر اترنے والی ایک وحی کا ذکر کیا ہے جو کہ قرآن کی آیت ہے (محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشداء علی الکفار و رحماء بینھم) ترجمہ: محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے صحبت یافتہ و ہمراہی ہیں۔ وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت اور آپس میں مہربان ہیں (قرآن ۴۸-۲۹) قرآن پاک کی اس آیت کے بارے میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میرا نام بھی حضور اکرمؐ کی طرح محمد تھا۔ اسی طرح براہین احمدیہ میں بہت سی جگہوں پر مرزا غلام احمد قادیانی نے خود کو رسول ظاہر کیا ہے۔

مرزا قادیانی نے کہا کہ چونکہ حضرت محمدؐ آخری نبی تھے اس لیے میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا مرزا نے حضرت عیسیٰؑ کے اس دنیا میں بحیثیت پیغمبر ظہورِ ثانی کو بھی رد کر دیا جس پر مسلمان ایمان رکھتے ہیں مرزا نے کہا کہ حضرت محمدؐ کے آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کے قیامت تک کے لیے دروازے بند ہو گئے ہیں اور یہ کسی ہندو، یہودی، عیسائی یا کسی شخص کے لیے ممکن نہیں کہ وہ نبی ہونے کے لیے درخواست دے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند ہو چکی ہیں۔ سوائے ایک کے جو کہ شریعت صدیقی ہے جس کے مدعی کے لیے فنا فی الرسول ہے۔ مرزا صاحب کے مطابق جو کوئی اسی کھڑکی کے راستے خدا کی طرف جاتا ہے تو اسے ظلی طریقے سے نبوت دی جاتی ہے جو کہ ایک سائے کی شکل میں ہوتی ہے۔ یہ محمدؐ کی نبوت تھی اس کے لیے نبی ہونا شرم کی بات نہیں کیونکہ اس (مرزا) نے یہ نبوت خود حاصل نہیں کی بلکہ حضرت محمدؐ کے ذریعہ (چشمہ) حاصل کی۔ مرزا صاحب کہتے ہیں اسی نسبت سے جنت میں میرے نام محمد اور احمد ہیں جس کا مطلب ہے کہ مجھے نبوت حضرت محمدؐ سے حاصل ہوئی جو کہ بروزی طریقے سے حاصل ہوئی (اوتار نبوت (صفحہ ۷) پر مرزا لکھتا ہے کہ اس کے باوجود کہ محمدؐ خاتم النبیین بن کر آئے کیوں کہ دوسرا محمد (مرزا غلام احمد) اس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر ہے۔ اور اسی کے نام پر پیدا ہوا۔ مرزا نے یہ بھی لکھا کہ میرا نام محمد اور احمد ہے۔ رسول اور نبی ہوں (صفحہ ۹) قرآن پاک کی اس آیت کو "وآخرین منھم لما یلحقوبھم" ترجمہ: (اور دوسرے لوگوں کے لیے بھی جو آئندہ ان میں شامل ہونے والے ہیں مگر وہ ابھی تک ان میں شامل نہیں ہوئے۔ قرآن ۶۲-۳) اپنے طریقہ استعمال کیا اور مرزا نے اس کی غلط تاویل کی اور کہا کہ اس میں بتایا گیا ہے کہ مستقبل میں نبی ہوں گے اور خود کو اس میں شامل کیا اس نے

Marfat.com

کہا کہ وہ ایسا ہی ایک نبی ہے جو بروزی طریقے سے آیا ہے اور بیس سال قبل براہین احمدیہ میں اس کا نام محمد اور احمد تھا اور خود کو مرزا نے نبی پاک کا ظل (سایہ) قرار دیا۔ مرزا کے مطابق اس کا یہ نظریہ اس لیے حضور ختمی مرتبت کی ختم نبوت پر اثر انداز نہیں ہوتا کیونکہ سایہ کبھی اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا (صفحہ ۱۰) اپنی بروزی نبوت کو بیان کرتے ہوئے مرزا غلام احمد دوبارہ لکھتا ہے میرا نام محمد اور احمد ہونے کی وجہ سے نبوت کسی اور کو نہیں ملی۔ یہ محمد میں ظاہر ہوئی اور محمد کو ملی۔ (صفحہ ۱۶)

یہ واضح ہے کہ مرزا صاحب کو محمد اور احمد کہنے کے نتائج واضح تھے۔ مرزا صاحب کے ساتھی حضورؐ کے صحابہ ہو گئے۔ مسلمانوں کے کلمہ کے مطابق خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں اس میں اب محمد مرزا صاحب ہیں۔ جہاں لفظ محمد پڑھا جاتا ہے اس کے معنی محمد کے ہیں۔

اب اس نظریے کا جائزہ لیا جانا چاہیئے کہ ڈاکٹر عبدالقادر محمود نے اپنی تصنیف "الفلسفۃ الصوفیہ فی الاسلام" (صفحہ ۱۱ تا ۱۵) میں وضاحت کی ہے کہ ظلی اور بروزی کی اصطلاحات ہندوؤں کے حلول اور تناسخ کے بے حد ہم معنی ہیں۔

مرزا صاحب نے خود بھی اعتراف کیا ہے کہ بروز کے معنی اوتار کے ہیں۔ سیالکوٹ میں ۲ نومبر ۱۹۰۴ء کو دیئے گئے ایک لیکچر میں کہتے ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۲۳)

یہ بات واضح ہونی چاہیئے کہ خدا کی طرف سے میرا ظہور صرف مسلمانوں کی اصلاح کے لیئے نہیں ہے بلکہ تینوں گروہوں مسلمانوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کی اصلاح کی ضرورت کے لیے ہے۔

جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے چنانچہ میں ہندوؤں کے لیے اوتار ہوں ۔۔۔ راجہ کرشنا، جیسا کہ میرے سامنے شواہد سے ظاہر ہوتے ہیں، ایک کامل انسان تھے ۔۔۔۔ یہ خدا کا وعدہ تھا کہ وہ حتمی دور کے دوران اپنا بروز یعنی اوتار بھیجے گا۔

رسالہ جہاد کے ضمیمہ (تاریخ اشاعت ۱۹۰۰ء) میں لکھتا ہے:

"خدا نے مجھے مسیح کے اوتار کے طور پر بھیجا ہے۔ اس طرح اس نے میرا نام احمد اور محمد رکھا اور مجھے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اوتار بنایا۔ میری عادات، طور اطوار اور طرز (نبی کے سے) بنانے اور مجھے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خلعت پہنانے کے بعد تاکہ میں توحید کو پھیلا اور اس کی اشاعت کر سکوں ۔۔۔۔ چنانچہ میں عیسیٰ بھی ہوں اور مہدی بھی۔ اس امتیاز سے اور اس انداز ظہور کے مطابق جتنے تکنیکی طور پر اسلام میں بروز کہا جاتا ہے۔ (صفحہ ۶، ۷)

اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا نے اوتار اور بروز کو ایک دوسرے کے ہم معنی

Marfat.com

کے طور پر استعمال کیا ہے۔

جبکہ اسلام کی شریعت میں حلول یا تناسخ کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ یہ اصطلاحات ان لوگوں سے آئی ہیں جو حلول اور تناسخ پر اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ مزدک اور لامان۔ اسی طرح اسلام میں ظلیت کا بھی کوئی تصور موجود نہیں ہے (خاتم النبیین از انور شاہ کشمیری صفحہ ۲۱۰)

اپنی کتاب "موقف الامۃ الاسلامیہ" میں مولانا محمد یوسف بنوری لکھتے ہیں کہ مذاہب کے تقابلی جائزہ سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ ظلی اور بروزی کا پورا کا پورا نظریہ ایک ہندووانہ نظریہ ہے اور اسلام میں ایسے کسی تصور کا کوئی وجود نہیں۔ عبدالقادر بغدادی (وفات ۴۲۹ھ) بھی یہ تصور رکھتے تھے کہ حلول کی حمایت جھوٹی اور بے سروپا ہے۔ (اصول الدین صفحہ نمبر ۲)

مجدد الف ثانی رحمۃ جن کی تجاویز پر مرزا صاحب نے تکیہ کیا ہے نبوت میں ظل کی نفی کرتے ہیں۔ وہ اپنے خط نمبر ۳۰۱ میں لکھتے ہیں کہ نبوت اللہ کی قربت کی طرف اشارہ کرتی ہے مگر اس میں ظلیت کا شک و شائبہ تک نہیں ہوتا۔

درخواست کنندہ نے ایک اور دلیل یہ دی ہے کہ قادیانی امت مسلمہ کا حصہ اور اس کے رکن ہیں اور اعتقادات میں فرق کی بنیاد پر انہیں الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے مطابق امہ کی تشریح یہ ہے کہ کوئی بھی فرد جو اللہ کی توحید اور محمدؐ کی نبوت پر ایمان رکھتا ہے مسلمان ہے اور مسلم امہ کا رکن ہے! اس نے قرآن کی آیت (۹۴ : ۴) کا حوالہ دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وہ شخص جو مسلمان کی طرح سلام کرتا ہے (السلام علیکم کہتا ہے یعنی تم پر سلامتی ہو) اس کو غیر مسلم نہیں کہا جا سکتا"۔ جیورسٹ کے خیال کے مطابق جو شخص یہ کہتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور بعض حدیثوں کی وجہ سے جن پر ان خیالات کی بنیاد ہے وہ شخص واجب القتل نہیں۔ اس کے بعد پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امہ یا مسلم امہ کیا ہے۔ لفظ امہ (جمع امم) مختلف معنوں میں مستعمل ہے مثلاً عوام یا افراد (قرآن ۲۱۱-۴۳) دور (قرآن ۷ : ۱۱) کورس یا اصول (قرآن ۲۳ : ۴۳) گائیڈ یا لیڈر (قرآن ۱۲ : ۱۶) قوم (قرآن ۱۶:۳۶ ۲۴ : ۳۵) ایک ہی نبی یا مذہب کو ماننے والے (قرآن ۲۱۳ : ۲؛ ۹۲ : ۲۱) (دیکھئے غرائب القرآن فی العتہ القرآن از علامہ شیرازی صفحہ ۱۹ ، ۱۸ مختلف معنوں کے لیے دیکھئے عمدۃ القاری جلد پنجم صفحہ ۱۹۸) امام راغب کا کہنا ہے کہ امّہ کے عمومی معنی قوم یا گروہ کے ہیں بالخصوص وہ گروہ جو ہم آہنگی معاملات (جس میں لازماً نظریاتی نقطۂ نظر اور مقاصد، معاشرتی، ثقافتی، معاشی، سیاسی اور مذہبی ہم آہنگی) بھی شامل ہے (بحوالہ مفردات فی غرائب القرآن صفحہ ۲۳) جس کی وضاحت اس آیت

Marfat.com

قرآنی سے ہوتی ہے۔

ترجمہ: نہیں کوئی چلنے والا (جانور) بیچ زمین کے اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑے ساتھ دو بازوؤں کے اپنے۔ مگر امتیں ہیں مانند تمہاری (قرآن ۳۸ : ۶)

اس آیت میں جانوروں کی ہر نوع کو شامل کیا گیا ہے جو ایک طرز پر زندگی گزار رہی ہیں مثال کے طور پر جالا بُننے والی مکڑی یا تنکوں سے گھونسلا بنانے والا سفید مور۔

قرآن کے مطابق تمام انسانیت ایک امت واحدہ ہے (۲۱۳ : ۲) لیکن پھر وہ خود اپنے آپ کو گروہوں میں بانٹ لیتے ہیں۔ برادری گروہ یا ایمان کی قوت امت کے لیے فیصلہ کن امر بن جاتی ہے۔ آیت ۴۸ : ۵ میں کہا گیا ہے:

"اور اگر چاہتا اللہ تو کرتا تم کو ایک امت"۔

ہر امت کے ایک ہونے سے مراد ایمان کی یکسانیت ہے (ایضاً صفحہ ۲۳)

کبھی کبھی لفظ اُمّہ ان لوگوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جن کے درمیان رسول بھیجے گئے تھے۔ (قرآن کی آیات ۴۷ : ۱۰، ۲۴ : ۳۵، ۴۴ : ۲۳، ۵ : ۴۰) اور کبھی کبھی اس کا اطلاق ان لوگوں پر بھی ہوتا ہے جو ایک نبی کو مانتے ہیں (قرآن ۴۸ : ۵، ۲۰ : ۴۲، ۲۷ : ۲۲، ۹۳ : ۱۶) اول الذکر کو امت الدعوۃ اور آخر الذکر کو امت الاجابہ کہتے ہیں (دیکھئے کشف الاصطلاحات الفنون تھانوی جلد اول صفحہ ۹۱)

قرآن پاک میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی "اُمّہ" کو بہترین امت کہا گیا ہے:

اور ہو تم بہترین امت جو نکالی گئی ہے واسطے لوگوں کے (آیت ۱۱۰ : ۳)

بعد ازاں اس امت کی خصوصیات کی تشریح بھی کی گئی:

"حکم کرتے ہو ساتھ بھلائی کے اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان لاتے ہو اللہ کی وحدانیت پر" (قرآن ۱۱۰ : ۳)

اس کے بعد اسی آیت میں بہترین امہ اور دوسری کتابوں کو ماننے والوں کے درمیان فرق بیان کیا گیا ہے:

"اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کے واسطے بہتر ہوتا۔ ان میں سے بعض ایمان لانے والے ہیں اور اکثر فاسق ہیں"۔ (قرآن ۱۱۰ : ۳)

لفظ امہ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمایاں طور پر اپنے ماننے والوں اور دوسرے

Marfat.com

مذہب کے پیروکاروں پر مشتمل گروہوں کے لیے بھی استعمال کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے ماننے والوں کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں معنوں میں اس لفظ کو میثاق مدینہ میں استعمال کیا ہے۔ میثاق مدینہ کے پیش لفظ میں ہے

"یہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تحریر ہے۔ مسلمانوں اور یثرب کے قریش کے مومنوں اور جنہوں نے ان کا ساتھ دیا جہاد کے درمیان، دوسروں کی طرح وہ بھی امہ ہیں"۔

اس میثاق کے آرٹیکل ۲۶ کے الفاظ ہیں۔

"یہود، بنی عوف نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک اُمہ کی صورت اختیار کرلی (دیکھئے سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۵۵۴)۔

وہ جو اس معاہدہ کے فریقین تھے وہ قبائل تھے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان میں سے ہر ایک امہ کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ وہ یہود جو یا تو شروع میں اس معاہدے کے فریق تھے یا بعد میں بنے۔ ان کو مسلمانوں کے ساتھ ایک ہی امہ شمار کیا گیا۔ ان مشترکہ عوامل اور مقاصد کی بنا پر جو میثاق میں طے کیے گئے تھے، مسلمان ایک ہی مذہب کو ماننے کی بنا پر امت واحدہ کا حصہ تھے۔ پس میثاق سیاسی معنوں میں مسلمان اکثریت اور غیر مسلم اقلیتوں پر مشتمل ایک قوم کی تشکیل کے لیے دو بنیادیں فراہم کرتا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ الگ امہ کے طور پر مسلمانوں کی جداگانہ خصوصیات کے قیام پر بھی زور دیتا ہے۔

مکہ میں خانہ کعبہ کی بنیادیں رکھتے وقت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے یہ دعا کی:

"اے رب ہم دونوں کو مطیع کر لے اپنے واسطے اور ہماری اولاد کو ایک فرمانبردار جماعت بنا" (قرآن ۱۲۸-۲)

اسلام کے معنوں میں سے ایک تابعداری اور اپنے آپ کو مطیع کرنا کے ہیں۔ مسلمان کے معنی فرمانبردار کے ہیں۔ آیت مذکورہ میں نشاندہی کی گئی ہے کہ وہ جو اپنے آپ کو مطیع کر دیتے ہیں ایک امہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں یا یہ کہ مسلمان اسلام کی وجہ سے ایک قوم میں ڈھل سکتے ہیں۔ اسلام کا رابطہ انہیں ایک امہ کی لڑی میں پرو دے گا کیونکہ اصول یہ ہے کہ مشترکہ مقاصد اور نظریات رکھنے والے لوگ ایک قوم کی تشکیل کر سکتے ہیں۔ یہ قرآنی آیات ۱۰۴-۳، ۱۸۱-۷ سے بھی واضح ہے ارشاد ہے:

"اور چاہیے کہ ہو تم میں ایک جماعت (لوگوں کی) جو بلائیں بھلائی کی طرف، حکم کریں اچھی چیز کا اور منع کریں برائی سے، اور یہ لوگ وہی ہیں چھٹکارا حاصل کرنے والے" (قرآن ۱۰۴-۳)

Marfat.com

"اور جن لوگوں سے پیدا کیا ہم نے ایک جماعت ہے کہ راہ دکھلاتے ہیں ساتھ حق کے اور ساتھ اسی کے عدل کرتے ہیں" (قرآن ۱۸۱-۷)

اسلام (فرمانبرداری) صرف ایک مذہب یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امہ کا طرز زندگی ہی نہیں تمام نبیوں نے اسلام کی تبلیغ کی کیونکہ تمام نبیوں کو ایک ہی الہام اتارے گئے اور ایک ہی طریقہ سے الہام اتارے گئے۔ (قرآن ۱۶۳-۴) ابراہیمؑ نہ تو یہودی تھے نہ ہی عیسائی، وہ مسلمان تھے۔ (قرآن ۶۶-۳) اسلام جس کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہنمائی کی گئی سچا مذہب ہے جس کے ابراہیمؑ بھی پیروکار تھے۔ (قرآن ۱۶۲-۶) تمام نبیوںؑ نے لوگوں کو اللہ کی عبادت اور اس کے احکام کی پابندی کی طرف بلایا۔ (قرآن ۶۵-۷، ۵۹-۷، ۷۳-۷، ۸۵-۷) آیات ۴۲-۲۱، ۵۲-۲۳ میں سابقہ نبیوں کا حوالہ دیتے ہوئے خاص طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ:

"تم تمام لوگوں کا مذہب ایک مذہب ہے"

یہ واضح ہو جانا چاہیئے کہ قرطبی نے کہا تھا کہ الامتہ عضا الدین میں لفظ امہ کے معنی مذہب کے ہیں لیکن یہ گروہ یا جمعیت کے معنوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

اسلام کی بنیادی شرائط میں اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام نبیوں پر ایمان لانا مومن کے لیے لازم ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی اور پیغمبر کے طور پر مانا جاتا ہے۔ آپؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی اور پیغمبر نہیں آئے گا۔ مومن کے لیے لازمی ہے کہ وہ تمام الہامی کتابوں فرشتوں اور قیامت پر اعتقاد رکھیں۔

دوسری شرط قیام صوم و صلوٰۃ اور ادائیگی حج و زکوٰۃ ہے۔ ایمان اگرچہ تمام مذاہب میں حقیقتاً مشترک ہے لیکن ادائیگی نماز و روزہ کا انداز اور زکوٰۃ کی باریکیاں اور حج مسلمانوں کی انفرادیت ہیں اسی طرح مسجد یا نماز کی طرف مومنوں کو بلانے کا طریقہ دوسرے مذاہب کی رسوم سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ مسلمانوں کو بہترین امت قرار دیا گیا ہے جو اب تک انسانیت کے لیے اٹھائی گئی ہے (قرآن ۱۱۰-۳)

"یہ حکم کرتے ہیں نیکی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے (قرآن ۱۱۰-۳ اور ۱۰۴-۳)

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ تمام مسلم اُمتہ کی ذمہ داری بن گئی کہ وہ اسلام کے مقاصد کو آگے بڑھائیں (قرآن ۱۴۴-۳) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور تھام رکھو ایک دوسرے کو اور لگے رہو بیچ لڑائی کے اور ڈرو اللہ سے کہ تم چھٹکارا پاؤ (قرآن ۲۰۰-۳) اور جو

Marfat.com

کوئی برخلاف کرے رسول کے پیچھے اس کے ظاہر ہوئی واسطے اس کی ہدایت اور پیروی کرے (قرآن ۱۱۵-۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت لازم ہے۔ آیت ۵۹-۴ مسلمان امہ کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ صاحب حکم (یعنی ایک مرکزی شخصیت اور اُس کے ساتھ کام کرنے والے نچلے لوگوں) کی اطاعت کرے۔ ان احکام کی بدولت یہ نتیجہ نکالنا چنداں مشکل نہیں کہ مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اسلام کا پرچم سربلند رکھیں اور اس مقصد کے لیے یہ بہت مضبوط ہونا چاہیئے۔

مسلمان رنگ، نسل اور ملک کی تخصیص کے بغیر آپس میں بھائی بھائی ہیں (قرآن ۱۰ : ۴۹) ایک قتل سب کا قتل ہے اور موت کے منہ سے ایک کی جان بچانا سب کی جان بچانا ہے۔ مسلم امت پر یہ سختی سے فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کے درمیان انصاف اور عدل قائم کریں۔ (قرآن ۱۳۵ : ۴) یہ انسانیت کی بھلائی میں اعتدال پسند قوم ہیں (قرآن ۱۴۳ : ۲)

اسی طرح پوری مسلم امت ایک خدا کی عبادت گزار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور پیغمبر کی امت ہے اور دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوں خانہ کعبہ کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں مسلمان امت کے دوسرے لوگوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور دوسرے مسلمان کو کسی بھی مشکل یا مصیبت میں گھرا دیکھ کر یا سن کر انہیں رنج ہوتا ہے۔ ان کے نظریات اور مقاصد یکساں ہیں اور یہی امت کی اصل آزمائش ہوتا ہے۔

مسلمان دوسرے مذاہب کا بے حد احترام کرتے ہیں مگر اپنی حکومت یا ایمان پر کوئی حملہ یا اُمہ کی جڑیں کھوکھلی کرنا برداشت نہیں کر سکتے: دونوں ہی انہیں دل و جان سے عزیز ہیں۔

مسٹر ریاض الحسن گیلانی نے گروہی استحکام اور وحدت کی بنیادوں، عوامل اور میکنزم پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ استحکام نامیاتی بھی ہے اور میکانکی بھی۔ نامیاتی استحکام کا تصور وحدت کی علامت ہے۔ اس کا نتیجہ لیبر فورس کی تقسیم کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے جب کہ میکانکی استحکام معاشرے یا گروہ کی تشریح کے لیے استعمال کی جاتی ہے جس میں تمام ارکان ایک ہی بنیادی خصوصیات سے محظوظ ہوتے ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کے لیے ہمدردی محسوس کرتے ہیں۔ انہوں نے دلیل دی کہ میکانکی استحکام کی تشریح مسلم اُمّہ کے لیے موزوں ہے۔ ادبی ہرن اور نمکوف کی کتاب "اے ٹیکسٹ بک آف سوشیالوجی" سے حوالہ دیتے ہوئے کہا۔۔۔۔

" میکانکی انداز میں وحدت یافتہ ملک، ایک مثالی حکومت معاشرے کی بنیادی خصوصیات

Marfat.com

ظاہر کرتا ہے۔ ثقافتی ہم آہنگی، جداگانہ حیثیت، رواجی ہم آہنگی انہیں ایک ہی جامے میں جکڑ دیتی ہے۔ معاشرتی تعلقات کے ذاتی معاملات زیادہ اجاگر تھے۔ خاندانی اداروں اور تقدیس کی نسبتاً اہمیت تھی سیکولر قوت نافذہ کے مقابلے میں نامیاتی انداز میں وحدت یافتہ میریٹا اس کے برعکس خصوصیات ظاہر کرتا ہے۔ یہ پیراگراف کچھ تو معاشرتی ڈھانچے اور کچھ اس کے ثقافتی بنیادوں پر اس کی گروہ بندی سے تعلق رکھتا ہے۔

ابن خلدون نے قبیلوں کے گروہی احساسات پر بڑی فصاحت و بلاغت سے بحث کی ہے جو وہ متوکلین اور اتحادیوں اور ایک ہی نسل کے افراد کے لیے رکھتے ہیں اور خونی رشتوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ مضبوط احساسات صحرائی زندگی جو پرورش کرتی ہے، عزم و حوصلہ اور بہادری کا نتیجہ ہیں (مقدمہ انگریزی ترجمہ جلد اول صفحہ ۲۶۴) انہوں نے شاہی حکام کی اہمیت پر بھی گروہی احساسات کے نتیجہ کے طور پر بحث کی ہے۔ سب سے اہم اور موزوں بات مذہبی ہم آہنگی ہے وہ کہتے ہیں۔

"اس کا سبب یہ ہے کہ ظلم و ستم کے باعث عرب وہ قوم تھے جو ایک دوسرے کے ماتحت رہ کر کام نہیں چاہتے تھے۔ وہ مغرور، غیر مہذب اور مہم جو تھے اور لیڈر بننے کے خواب دیکھ رہے تھے ان کے نجی مقاصد میں شاذ و نادر ہی ہم آہنگی ہوگی لیکن جب (ان میں) اسلام آیا، نبوت یا ولایت کے ذریعے ان میں ان کاموں سے باز رہنے کی کوئی قوت پیدا ہوگئی ان میں حسد اور تکبر کا مادہ ختم ہوگیا۔ اب ان کے لیے آسان ہوگیا تھا کہ وہ (کسی کے) ماتحت اپنے آپ کو متحد کرلیں (ایک تنظیم کی شکل میں) یہ ایک مشترکہ مذہب کی بدولت ہی حاصل کیا گیا جو اب ان میں موجود تھا۔ نتیجۃً غیر مہذب رویہ اور غرور تھا۔ مادہ ختم ہوگیا اور ان میں آپس کی جلن اور حسد سے باز رہنے کی بھی کوئی قوت پیدا ہوگئی۔ جب ان کے درمیان کوئی نبی یا ولی ہے جو انہیں اللہ کے احکام کی پاسداری کا راستہ دکھاتا ہے اور قابل الزام عادات سے نجات کی ہدایت دیتا۔ قابل تحسین عادات اپنانے کا درس دیتا، جو انہیں اپنی تمام توانائیاں حق کی بالادستی پر مرکوز کرنے کی طرف مائل کرتا تو وہ یک جان متحد ہوگئے (ایک معاشرتی تنظیم کی شکل میں) اس طرح بالادستی اور شاہی اقتدار حاصل کرلیا۔ اس کے برعکس کسی قوم نے بھی (عربوں کی مانند مذہبی) صداقت اور صحیح رہنمائی کو اتنی پھرتی سے قبول نہیں کیا کیونکہ ان کی فطرت ان بگڑی عادات سے محفوظ رکھی گئی تھی اور کردار کی بنیادی خصوصیات پراگندہ نہیں ہوئی تھیں۔ ان کی خصلت میں واحد (مشکل) ظلم و ستم کی عادت تھی جو بہر کیف آسانی سے ختم کی جاسکتی ہے اور یہ اچھی عادات کو اپنانے کے لیے تیار تھے جیسا کہ وہ اپنی پہلی فطری حالت میں تھے اور برے رسم و رواج اور عادات سے دور ہوگئے جنہوں نے ان کی روح پر

Marfat.com

اثرات چھوڑے "

"ہر بچہ اچھی حالت میں پیدا کیا جاتا ہے" جیساکہ اوپر دیئے گئے حوالے میں بتلایا گیا ہے۔

اس سے انکار ممکن نہیں کہ ایمان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون میں مضبوط محرک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اخوت و بھائی چارہ اور نظریاتی رابطہ و ضبط قطع نظر رنگ، نسل آسمانی لسانی اور ثقافتی رکاوٹوں کے جذباتی لگاوٹ نظریاتی کشش اور وابستگی کی جبلت دوستانہ احساسات کو جنم دیتی ہے جنہیں اسلامی تاریخ میں دیکھنا چنداں مشکل نہیں۔ مسلمانوں کی طرف سے سندھ میں راجہ داہر کی حکومت کے خلاف تشدد کچھ مسلمانوں کی جانب سے درخواست کا نتیجہ تھا۔ مسلمان فوج نے مساعد حالات کے باوجود چند مسلمان بھائیوں کی اپیل پر لبیک کرتے ہوئے اتنا طویل راستہ طے کیا لیکن بہر کیف عصر حاضر کی قوم اور مذہبی امہ میں گہرا فرق ہے۔ ایک قوم مختلف افراد کے گروہوں کا مرکب ہوتی ہے مگر اس ملاپ کے پس پردہ محرک قوت ذاتی مفادات ہوتے ہیں۔ اگرچہ اور بھی کئی پیچیدہ عوامل ہوتے ہیں کئی خصوصیات ہوتی ہیں لیکن اہم معیاری بات ہوتی ہے لیکن مذہبی امہ اس سے بالاتر ہوتی ہے۔ مسلم امہ کی تشکیل اور استحکام میں مدد دینے والے عوامل اسلام کی یہ خصوصیات ہیں۔ اس کا انسانی کردار تمام غرباء اور امراء آقا، غلام مرد اور عورت کی برابری پر اس کا زور ہے۔ ان کی نسل رنگ، زبان، ملک اور ثقافت کی تشخیص کے بغیر یہ بھائی چارے پر زور دیتا ہے اور اس سے فرد کی آزادی کی ضمانت ملتی ہے۔ اسلامی قومیں ان خصوصیات کی شمع کی علم بردار تھیں۔ انہوں نے برداشت، اور صبر و استقامت کے مادے کو پھیلایا اور تعلیم و تحقیق کی محبت کو عام کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی سیاسی کمزوری کے ادوار میں وہ ظلم و ستم اور مذہب کے برداشت نہ کیے جانے کا نشانہ بنے۔

ورثے سے محبت اور اپنی تاریخ پر فخر بھی امہ میں ڈھلنے کے ایک عوامل میں شامل ہیں۔ یہ تمام عوامل مذہبی تعلیمات سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک قوت کے طور پر اعلیٰ و ارفع اسلام سے تعلق رکھتے ہیں مگر ان میں مسلمانوں کے لیے سب سے اہم امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان کا احترام ہے۔ آپ کے توسط سے امت پر تمام رحمتیں نازل ہوئیں۔ اس محبت اور احترام کی شدت کا مظہر یہ حقیقت بھی ہے کہ رسولؐ کی زندگی کے تمام گوشے محفوظ کر لیے گئے ہیں اور سیرت النبیؐ پر ہزاروں کتب لکھی گئی ہیں۔ مسلمان قرآن کو ماننے کے بھی پابند ہیں اور سنت کو بھی۔ انہوں نے ادنیٰ ترین سمیت پیغمبرانہ زندگی کا ایک۔ ایک واقعہ محفوظ کر لیا ہے۔ آپؐ کی اطاعت کرنا آپؐ سے محبت کرنا ہے۔ آپؐ سے جذباتی اور حسی لگاؤ کے باعث محبت، اطاعت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

ختم نبوت تمام مسلمانوں کا جزو ایمان ہے جو مسلمان رسولؐ سے بے پناہ محبت، ختم نبوت کے عقیدہ کے باعث اُمہ کی تشکیل میں انتہائی اہم عنصر ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے کہا ہے اُمہ میں اخوت کا شعور اور اس کی وحدت اسے ترقی میں مدد دیتی ہے۔ یہ اور جذباتی لگاؤ انتشار کے تمام محرکات کی مزاحمت کرتے ہیں۔ یہیں ختم نبوت کے دعویٰ کی بھی اس لیے شدت سے حمایت کی گئی تا کہ ایمان کے چشموں کو خالص رکھا جا سکے چنانچہ اسلام اور ختم نبوت کے درمیان کسی بھی قسم کی بے جا مداخلت پردہ آزردہ ہوتے ہیں۔

قادیانی مسلم امت کا حصہ نہیں ہیں۔ یہ بات خود ان کے چال چلن سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ ان کے خیال میں تمام مسلمان کافر ہیں انہوں نے ایک الگ امہ کی تشکیل کی۔ مسلمان انہیں مسلم امہ کی حدود سے باہر تصور کرتے ہیں اور حیرت انگیز طور پر وہ بھی مسلمانوں کو اس امہ کی حدود سے باہر سمجھتے ہیں یہ بالکل واضح ہے کہ وہ دونوں ایک ہی اُمہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر مسلم امہ کے ارکان کون ہیں؟ اس کو برطانوی بھارت میں کسی فورم کے نہ ہونے کے باعث تو غیر حل چھوڑا جا سکتا تھا لیکن اسلامی ریاست میں جہاں اس امر کا فیصلہ کرنے کے لیے مجاز ادارے موجود ہیں۔ یہ کوئی مشکل صورتحال پیدا نہیں کرتا۔ قانون اور اس کے ساتھ ساتھ وفاقی شرعیت کورٹ اس پر فیصلہ دینے کے مجاز ہیں۔ قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان یہ تفریق اور قطعی جدا گانہ حیثیت مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں کی تحریریں کے سبب ہوئی۔ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی کتاب "انوار خلافت" میں اس مسئلے پر مفصل روشنی ڈالی ہے اور ان وجوہ کی وضاحت کی ہے کہ کیوں قادیانی ایک غیر قادیانی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ غیر قادیانیوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتے اور ان میں اپنی بیٹیاں شادی کے لیے نہیں دے سکتے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ قادیانیوں کے مطابق غیر قادیانی کافر ہیں۔ مرزا البشیر الدین محمود نے ایک قصہ لکھا کہ ان کی ملاقات لکھنؤ میں ایک مذہبی عالم سے ہوئی۔ انہوں نے شیخ یعقوب علی کو جو اس وقت ان کے ساتھ تھے بتایا کہ ان کے خیال میں قادیانی کھلے دل کے لوگ ہیں مگر ان کے دشمنوں کا پراپیگنڈہ ہے کہ ان احمدیوں کے نزدیک غیر احمدی کافر ہیں۔ بعد ازاں انہوں نے قادیانیوں کو نصیحت کی کہ دین اور دنیا دو مختلف چیزیں ہیں جب بھی مذہب کا معاملہ ہو وہ (قادیانی) اپنے آپ کو یک جان کی صورت میں الگ کر لیں۔ (انوار خلافت ۹۳-۹۰)

"کلمتہ الفیصل" میں کہا گیا ہے کہ "مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جو رسولؐ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ ہماری نمازیں غیر احمدیوں سے الگ ہیں۔ ان میں شادی کی ممانعت کر دی

Marfat.com

گئی تھی۔ پھر مسلمانوں کے ساتھ گھلنے ملنے کی کوئی بھی بات نہیں رہ جاتی۔ تعلقات دو طرح کے ہوتے ہیں ایک دنیوی اور مذہبی۔ مذہبی تعلقات اس وقت استوار ہوتے ہیں جب تمام نماز کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں جبکہ دنیوی تعلقات کا اہم ماخذ باہم شادیاں ہیں۔ ان دونوں کی ہمارے لیے قطعی ممانعت کردی گئی ہے (صفحہ نمبر ۱۶۹)

آئینِ صداقت میں مرزا بشیر احمد مبینہ الہام کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ جس نے بھی مسیح موعود کے لیے جھوٹے کا ایک لفظ بھی استعمال کیا وہ اللہ کی طرف سے مردود ٹھہرا۔ اس کے بعد احمدیوں پر زور دیتے ہیں کہ وہ اپنی جداگانہ علامتیں ترک نہ کریں کیونکہ وہ ایک سچے نبی پر اعتقاد رکھتے ہیں جس پر ان کے مخالف ایمان نہیں رکھتے۔ مرزا صاحب کے دور میں یہ تجویز تیار کی گئی تھی کہ احمدی اور غیر احمدی دونوں (اسلام) کی اشاعت کریں مگر مرزا صاحب سائل ہوتے کہ کون سے اسلام کو تم پھیلاؤ گے؟ کیا تم وہ نشانیاں اور علامتیں مخفی رکھو گے جو تمہیں خدا نے عطا کی ہیں؟ قادیانیوں کا یہ نقطۂ نظر تعجب خیز نہیں کیونکہ ایک عالمی عمل کے مطابق ایک مذہب کے ارکان دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو کافر یا ملحد تصور کرتے ہیں۔ اپنے مذہب کی حدود سے باہر سمجھتے ہیں۔ یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور مگوں (MAGIANS) کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ یہ بات نہ صرف مذہبی گروہوں پر صادق آتی ہے بلکہ کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں جیسے سیکولر گروہوں پر بھی صادق آتی ہے۔ مختلف نبیوں کی امتوں کے ارکان نے جو اصول اپنایا، اس کے مطابق اس کے نبی پر اعتقاد نہ رکھنے والا اس گروہ سے باہر ٹھہرایا کافر ٹھہرا چنانچہ مرزا صاحب کے دعوئ نبوت کے بعد یہ ضروری ہوا کہ جو بھی ان کو جھوٹا نبی یا بہروپیا سمجھتا ہے یا اعتقاد نہیں رکھتا اس کی امہ میں شامل نہیں یا اس گروہ میں شامل نہیں جو احمدیوں کے نام سے موسوم ہے نمازوں اور شادیوں کے بارے میں احکامات مرزا صاحب کے ہیں ان کے کسی اور پیروکار کے نہیں حتیٰ کہ اپنے دعوئ نبوت سے قبل بھی وہ رقمطراز تھے ۔۔۔ جو بھی میری تقلید نہیں کرتا۔ وہ ہماری بیعت میں سے نہیں۔ مخالفت کرنے والا خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کا گھر دوزخ میں ہے: تذکرہ صفحہ ۲۴۲، ۲۴۲ مرزا صاحب کے ۱۶ جون ۱۸۹۹ کو الٰہی بخش کے نام لکھے گئے خطوط سے اقتباس) حالانکہ قبل ازیں مرزا صاحب یہ ضبطِ تحریر میں لاچکے تھے کہ مسیح موعود پر اعتقاد رکھنا جزو ایمان نہیں۔ دیکھئے حقیقت اولی (صفحہ ۱۸۰-۱۷۹) جس میں انہوں نے کفر کی دو قسمیں قرار دی ہیں اول جب فرد اسلام کی صداقت سے منکر ہوتا ہے اور رسولؐ کو خدا کا پیغمبر تسلیم نہیں کرتا دوم وہ مسیح موعود پر اعتقاد نہیں رکھتا اور بڑی دلیلوں کے باوجود اسے جھوٹا سمجھتا ہے اگرچہ اس پر اعتقاد لانے کے لیے خدا اور اس کے پیغمبر کی

Marfat.com

نشانیاں موجود ہیں، جو پہلے آنے والے نبیوں کی الہامی کتابوں میں بھی موجود ہیں لہٰذا مرزا صاحب کی اطاعت نہ کرنے والا کافر ٹھہرا کیونکہ وہ خدا اور اپنے پیغمبر کے احکامات سے منکر ہوا۔ بغور جائزہ لینے پر کفر کی دونوں اشکال یکساں معلوم ہوں گی کیونکہ جب کوئی شخص ہدایات کا علم ہونے کے باوجود بھی خدا اور اس کے پیغمبر پر ایمان لانے میں ناکام ہو جاتا ہے تو اس کو خدا اور اس کے رسول کا اطاعت گزار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ایک آیت قرآنی اس کے لیے مخصوص کی گئی جس کے مطابق کم علمی کی بنیاد پر اعتقاد نہ رکھنے والا بھی کافر ہے ہم اسے کافر احکام شرعیہ کی نافرمانی کے باعث بھی کہتے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں مرزا صاحب "حقیقت الوحی" (۱۶۳ صفحہ) پر رقم طراز ہیں..." اگر جھٹلانے والے کے خیال میں میں نے خدا کے حضور جھوٹ بولا ہے تو میں محض کافر نہیں بلکہ بہت بڑا کافر ٹھہرا اور اگر میں نے جھوٹ نہیں بولا تو کفر کا ذمہ دار بیشک وہ خود ٹھہرے گا..... (فلسفہ مرزا صاحب)... علاوہ ازیں مجھ پر اعتقاد نہ رکھنے والے خدا اور اس کے پیغمبر پر بھی اعتقاد نہیں رکھتے"۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے مسٹر ریاض الحسن گیلانی کے ان دلائل کو ایک خاص دور تک محدود قرار دیتے ہوئے کہا کہ غیر اسلامیوں کو کافر قرار دینے کا یہ تصور صرف ۱۹۲۳ء تک رائج رہا چنانچہ اس غرض و غایت سے دیئے گئے تمام دلائل بھی اسی دور کے ہیں۔ انہوں نے دلیل دی کہ مرزا بشیر احمد احمدیوں کے امام یا خلیفہ نہ تھے وہ محض ترجمان تھے لیکن انہی مرزا بشیر احمد کے بارے میں وہ منیر انکوائری رپورٹ کے رو برو یہ کہہ چکے ہیں کہ انہوں نے غیر احمدیوں کو اس لحاظ سے لامذہب نہیں کہا کہ وہ مسلم امہ میں شامل ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ان کا کفر کوئی بڑا کفر نہیں۔ عدم استحکام کے اس دور میں جب پاکستان میں احتجاجی تحریک عروج پر تھی۔ مرزا بشیر احمد کی وضاحتیں پسپائی کے سوا کچھ نہیں جیسا کہ خود مرزا صاحب نے کئی مرتبہ تسلیم کیا ہے جس کی وضاحت صراحت سے کی جا چکی ہے کہ ایسا شخص کافر ہے کیونکہ اس کو خدا اور رسول ﷺ پر ایمان نہ لانے والا سمجھا جائے گا۔ مسلم امہ میں عدم شمولیت کی اس سے بہتر کوئی دلیل نہیں دی جا سکتی۔ مرزا صاحب اپنے مسلمان مخالفوں کو کفر کا لیڈر کہتے تھے (تذکرہ صفحہ ۲۷۳ - ۱۱۱)

۱۹۰۶ء کو ڈاکٹر عبدالحکیم کو لکھے گئے ایک خط میں وہ لکھتا ہے۔

"خدا نے مجھ پر الہام بھیجا ہے کہ وہ ہر شخص جس تک میرا پیغام پہنچا تو ہے مگر وہ اس پر ایمان نہیں لایا، مسلمان نہیں (تذکرہ صفحہ ۶۰۰) مرزا بشیر احمد نے غیر احمدیوں کو عیسائی کے برابر قرار دیا ہے۔ شیخ نور محمد نے مرزا صاحب سے کہا کہ وہ جماعت (جماعت احمدیہ) سے ان کا استعفیٰ قبول کرلیں جواباً مرزا بشیر احمد بولے... بتاؤ شیخ نور محمد کہ یہ صرف جماعت سے علیحدگی ہی نہیں بلکہ اسلام سے بھی نابل

Marfat.com

تعزیر ہے (سیرت مہدی جلد سوم صفحہ ۴۹) یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ سر ظفر اللہ خان سابق وزیر خارجہ پاکستان، نے قائد اعظم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ بمطابق ۸ فروری ۱۹۵۰ء کے زمیندار کے مولانا محمد اسحاق خطیب جامع مسجد ایبٹ آباد نے سر ظفر اللہ سے نماز جنازہ نہ پڑھنے کا سبب پوچھا ان کا جواب تھا کہ ... "میں قائد اعظم" کو صرف ایک سیاسی رہنما سمجھتا ہوں"۔ ... جب ان سے یہ دریافت کیا گیا کہ آیا وہ مسلمانوں کو بھی مرزا صاحب پر اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے کافر سمجھتے ہیں، اگرچہ وہ کابینہ میں وزیر ہیں"۔ سر ظفر اللہ گویا ہوئے کہ آپ مجھے کافر حکومت کا مسلمان ملازم یا مسلمانوں کی حکومت کا کافر ملازم سمجھ سکتے ہیں۔

مجیب الرحمن سر ظفر اللہ کی اس پوزیشن سے اختلاف نہ کر سکے چنانچہ جیسا کہ سر ظفر اللہ خان کی باتوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے یہ بات کسی شک و شبہے سے بالاتر ہے کہ یا تو پاکستانی عوام کی اکثریت کافر ہے یا قادیانی کافر ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے اور یوں ایک امہ کے رکن نہیں بن سکتے۔ دونوں میں مشترک نکتہ کوئی نہیں کیونکہ مسلمانوں کا ختم نبوت پر اعتقاد ہے۔ اس کے برعکس قادیانیوں کے نزدیک مرزا صاحب ایک نئے نبی ہیں۔ قادیانی مسلم امہ کے استحکام کے لیے خطرہ بن چکے ہیں اور انتشار ڈالنے والی قوتوں کی رہنمائی کر رہے ہیں یہاں مسلم معاشرہ جیسا کہ کہا گیا ہے یہ (مسلم امہ) ختم نبوت کے نظریہ کی بنیاد پر محفوظ ہے (بحوالہ تھاٹس اینڈ انفیکشن آف اقبال (۲۴۱)

انہوں نے مزید کہا:

بہر حال اگر امت کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہو جائے تو امت کے لیے واحد راستہ یہ رہ جاتا ہے کہ وہ انتشار ڈالنے والی قوتوں کے خلاف اپنا دفاع کریں اپنی حفاظت آپ کا طریقہ کار کیا ہے؟ متنازعہ تحاریر اور دعوؤں کی تردید اس آدمی کی جانب سے جس کو ماخذ امت مذہبی بہم جو سمجھتی ہے پھر کیا ماخذ امت کو برداشت کی تلقین کرنا جائز ہو گا جبکہ اس کی اپنی سالمیت خطرے میں پڑ جائے اور باغی گروہ کو اجازت دے دی جائے کہ وہ بے خوفی کے ساتھ اپنا دشنام انگیز پراپیگنڈہ جاری رکھے۔ (ایضاً صفحہ ۲۵۲)

برطانوی نوآبادیاتی اور سامراجی حکومت کے لیے مرزا صاحب کی وفاداری محبت بھی مثالی ہے۔ تقریباً اپنی ہر کتاب میں کچھ نہ کچھ صفحات وہ ضرور برطانوی حکومت کی مدح سرائی کے لیے مخصوص کرتے ہیں۔ اس کے پیروکار بھی انہی نقش پر ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) کچھ احمق افراد یہ دریافت کرتے ہیں کہ آیا موجودہ حکومت کے خلاف جہاد میں لڑنا درست ہے کہ نہیں؟ ایسے افراد کو یہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ ان کا یہ سوال حماقت کی انتہا ہے۔ ایک عظیم محسن

Marfat.com

کے خلاف کیسے جہاد کر سکتے ہیں؟ جس کا احسان ایک فرض بن گیا ہے۔ میں نے سچائی کا اظہار کر دیا ہے محسنوں کے خلاف ایسا برا سوچنا حرامی اور بدذات کا کام ہے۔ میرے اعتقاد کے مطابق جس کا میں اظہار کرتا رہتا ہوں۔ اسلام دو حصوں پر مبنی ہے۔ اول یہ کہ فرد کو خدا کی اطاعت کرنا چاہیئے اور دوسرے حکومت کی جو ہمیں (امن و چین) کی ضمانت دیتی ہے اور ہمیں دشمنوں سے محفوظ کرتی ہے۔ (شہادت القرآن تاریخ طباعت ۱۸۹۳ء صفحہ ۲)

(ب) دانش مند ہیں وہ جو ایک طرف میری تحریروں کو مذہب کے لیے مفید گردانتے ہیں اور دوسری طرف میری نصیحت سنتے ہیں یعنی اس حکومت کے ساتھ مکمل دل و جان سے وفاداری کرنا چاہیئے اور اس کے لیے بہتری اور بھلائی کی تمنا کرنی چاہیئے۔ ایسے لوگ مجھ پر بداعتقادی کا اظہار نہیں کر سکتے اور وہ ایسا کریں بھی کیوں.... یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مسلمان ایک مقدس اور نبوتی نظام کے اطاعت گزار ہیں اور ان کو اس حکومت کا بھی وفادار ہونا چاہیئے وہ جس کی رعایا ہیں میں نے ان مذہبی احکامات کی اپنی کتب میں بڑی صراحت سے وضاحت کی ہے۔ اب حکومت بخوبی اس امر کو جان سکتی ہے کہ میرے باپ کس حد تک اس حکومت کے خیر خواہ تھے، میرے بھائی بھی ان کے نقش قدم پر چلے اور میں بھی بزور قلم (موجودہ حکومت کی) ۱۹ برس سے خدمت کر رہا ہوں۔ (ملاحظہ فرمائیں (کشف الغطا) خاص اشاعت ۱۸۹۸ء صفحہ نمبر ۱۰)

(ج) اور میں نے یہ بھی قطعی واضح کر دیا ہے کہ بعیت کے حلف کی شرائط میں دفعہ چار کیمطابق ان پر لازم ہے کہ وہ برطانوی حکومت کے خیر خواہ رہیں۔ انسانیت کے لیے سچے جذبات کا اظہار کریں اور دوسروں کے لیے اشتعال انگیز حربوں سے اجتناب کریں۔ وہ اپنے آپ کو زہد و اتقا اور نیکی کا نمونہ بنا کر پیش کریں اور برائی اور فسق و فجور سے دور رہیں (کتاب البریہ ٹائس اشاعت ۱۸۹۸ء صفحہ ۱۲)

(د) ڈپٹی کمشنر نے احکامات کا اجراء کیا ہے کہ اگر احمدیوں کے لیے ذرا بھی مشکل پیدا ہو تو نئے قانون کے تحت تمام مسلمان لیڈروں کو ملک بدر کر دیا جائے۔ اس قسم کے قانون کی توقع اسی شخص سے کی جا سکتی ہے جو پوری انسانیت کی خیر خواہی چاہے۔ حکومت نے حالیہ اقدامات تمہارے مالاباری بھائیوں کے لیے بھی اٹھائے ہیں اور اگر کوئی کبھی کسی کے بھائی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، پس ہمیں اپنی حکومت کا مشکور ہونا چاہیئے کیونکہ مالاباری احمدی ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارا ایک مبلغ برطانیہ گیا۔ وہاں کے غیر احمدیوں نے اسے لیکچر دینے کے لیے جگہ فراہم نہ کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ اس نے حکومت سے رجوع کیا اور گورنمنٹ ہال کی الاٹمنٹ کے لیے درخواست گزاری۔ گورنر نے ہفتے میں تین دن لیکچر کے لیے مخصوص

Marfat.com

کردیئے یعنی نصف ہفتہ ہمارے مبلّغ کے لیے مخصوص کر دیا اور نصف ہفتہ اپنے لیے (انوارِ خلافت از بشیرالدین احمد صفحہ ۹۶)

(ج) کتاب البریہ کے صفحہ سات اور آٹھ پران کتب کے نام، ضخامت، تاریخ طباعت وغیرہ درج ہے جن میں مرزا صاحب نے برطانوی حکومت کی مدح سرائی کی ہے۔ مرزا بشیر احمد نے ۴۲ کتب اور پمفلٹ کے حوالے دیئے ہیں جن میں برطانوی حکومت کو بے حد دادِ تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے ایسے صفحات کی تعداد اس کی وفات سے کم از کم ۱۱ برس قبل بھی درجنوں میں تھی۔

مسٹر ریاض الحسن گیلانی نے کہا ان چند مثالوں کے ساتھ برطانوی حکومت کے لیے مرزا صاحب کی پکی وفاداری بے مقصد اور بے وجہ نہ تھی۔ اس نے اپنے پیروکاروں کے لیے اسے جزوِ ایمان بنا دیا تھا۔ اپنی بیعت کے حلف کا حصہ قرار دے دیا تھا۔ اسی کے پیش نظر مرزا صاحب نے جہاد پر بھی پابندی لگا دی تھی جس کے لیے قرآن پاک میں خصوصی احکامات موجود ہیں۔ مرزا صاحب بادشاہ سے بھی بڑھ کر بادشاہ کے وفادار تھے کیونکہ احمدیہ تحریک کو انگریزوں کی اشیرباد حاصل تھی۔ یہ ان کے اشارے پر اور ان کے زیرِ سایہ شروع کی گئی تھی کیونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں کا مفاد مسلم امہ میں نفاق و انتشار ڈالنے میں تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ اسلام میں سے ایک نیا مذہب تشکیل دینا چاہتے تھے معزز کونسل نے مرزا صاحب کی طرف سے جہاد کی تنسیخ کی مخالفت کی کیونکہ یہ قرآن کی نفی کرتی ہے۔ اپنے اس نکتے کی وضاحت کے لیے انہوں نے مرزا صاحب کی تحریروں کے حوالے دیئے اور چند مندرجہ ذیل مثالیں دیں۔

۱۔ اے لوگو! اب جہاد کے نظریہ کو ترک کر دو۔ قوم کے لیے اب ممنوع قرار دے دیا گیا ہے کہ وہ جنگ و جدل اور قتل میں ملوث ہو۔ اب مسیح کا ظہور ہوا ہے اور اب وہی مذہبی رہنما ہے یہ تمام مذہبی جنگوں کے خاتمے کا وقت ہے۔ جنت سے آنے والی خدا کی روشنی کے مطابق اب جہاد اور جنگ کے فیصلے الٹی گنگا بہانے کے مترادف ہے۔ جہاد میں حصہ لینے والا خدا کا دشمن ہوگا اور نبی سے انکاری ہوگا۔ جو جہاد پر اعتماد رکھتا ہے (دیکھیئے تحفہ گولڑیہ سن اشاعت ۱۹۰۲ء صفحہ نمبر ۴۱ مرزا صاحب کی ایک نظم)

۲۔ مسیح موعود کی طرف سے اس صلیب کے ٹوٹنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عیسائیوں کی طرف سے لٹکائی جانے والی لکڑی کی صلیب مسیح موعود توڑ دیں گے۔۔۔۔ بلکہ یہ ایک اور سچائی کی غماز ہے جس کی ہم تبلیغ کر رہے ہیں ہم دو ٹوک انداز میں کہتے ہیں کہ جہاد منسوخ ہو چکا ہے اور چونکہ یہ امن

Marfat.com

قائم کرنا) مسیح موعود کی ذمہ داری ہے چنانچہ اب یہ ان کے ہاتھ میں ہے کہ وہ جنگ سے بچیں چنانچہ اب ہمارے لیے ناگزیر ہے کہ ہم جہاد کی تنسیخ کا فیصلہ دے دیں لہٰذا ہم اسے ممنوع قرار دیتے ہیں اور اب مذہب کے نام پر تلوار چلانا یا ہتھیار اٹھانا بدترین گناہ ہے (ملفوظات جلد چہارم سن اشاعت ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۸)

۳۔ مسیح موعود کے دور میں جہاد کی ہدایت منسوخ کردی گئی (RBIAN جلد چہارم سن اشاعت ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۵)

۴۔ میرے اعتقادات اور رہنما اصولوں میں جنگ یا تشدد نام کی کوئی شے موجود نہیں مجھے یقین ہے کہ مجھے ماننے والوں کی تعداد میں اضافے کے ساتھ ساتھ جہاد پر اعتقاد رکھنے والوں کی تعداد میں کمی ہوتی جائے گی کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی کے طور پر ماننا جہاد کی نفی ہے (مجموعہ اشتہار جلد سوم ۱۹۰۸ء - ۱۸۹۸ء صفحہ نمبر ۱۹)

اس قسم کے اقتباسات کے حوالے دینا ضروری نہیں جو لاتعداد ہیں۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے دلیل دی کہ ۱۹ویں اور ۲۰ویں صدی میں مرزا صاحب ہی وہ واحد شخصیت نہ تھے جنہوں نے انگریزوں کی حمایت کی بلکہ ملک میں موجود علماء اور دانشوروں کی ایک تعداد نے سامراجی اقتدار کے حق میں کچھ نہ کچھ لکھا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن کے پیش کردہ اقتباسات سے پتہ چلتا ہے کہ علمائے کرام نے جہاد کی مخالفت کرتے ہوئے کئی عوامل کو پیش نظر رکھا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسلمان اطاعت گزار تھے مگر انہیں مذہبی آزادی تو حاصل ہے اور ان پر ان کے عائلی قوانین کا اطلاق ہوتا ہے۔ کچھ اور علمائے کرام کے نزدیک جہاد کی اجازت نہیں کیونکہ نہ تو امام ہے جو رہنمائی کرے اور نہ ہتھیار ہیں لڑنے کے لیے یعنی جہاد میں کامیابی ناممکن ہونا ان آراء کا ایک سبب تھا یہ مسئلہ اتنا سادہ نہیں جیسا کہ مسٹر مجیب الرحمٰن نے پیش کیا ہے۔ نکتے کی وضاحت سے قبل یہ بتانا ضروری ہے کہ یضاع الحرب کا اصول یعنی مسیح موعودؑ کے حوالے سے جنگ کے خاتمے کا واحد مطلب یہ تھا کہ عیسائی دشمن صلیب کو توڑنے سوروں کو ہلاک کرنے سے اسلام کو غلبہ حاصل ہو جائے گا اور دنیا میں کوئی بھی بد اعتقاد نہیں رہے گا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کافر حکومت کی مزاحمت نہیں کی جائے گی۔ یضاع الحرب کے اصول کا اطلاق ان تمام صورتوں پر نہیں ہوا جو اس دور میں موجود تھیں۔ جب مرزا صاحب نے جہاد کے بارے میں قرآنی ہدایت کی تشریح کی اور اسے ختم کر دیا۔ یہ بھی درست نہیں کہ انہوں نے جہاد کو ایک محدود مدت کے لیے معطل کر دیا تھا۔

Marfat.com

مندرجہ بالا اقتباسات اس دلیل کی نفی کرتے ہیں۔ مسیح موعود کے ظہور کے موقع پر جہاد کو ختم کرنے والی حدیث جہاد کو کلیتاً ختم کرتی ہے۔ جہاد کے منسوخ کے بارے میں اس پر انحصار اس بات کی نفی کرتا ہے کہ منسوخی کی ہدایت عارضی نوعیت کی تھی۔

ان تمام معاملات کو اسی دور میں پنجاب کی سیاسی صورتحال کے پس منظر میں دیکھنا ہوگا۔ یہ وہ وقت تھا جب فیوڈل اور زمیندار طبقہ ٹوڈی طبقہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا جو برسر اقتدار طاقت کی خوشنودی میں کسی بھی حد تک جا سکتے تھے وہ انگریز پر تکیہ کرنا باعث فخر سمجھتے تھے۔ مرزا صاحب کی تحریریں اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ان کے خاندان بشمول اس کے بھائی کے اور خود اس نے برطانویوں کے لیے پکی وفاداری جاری رکھی وہ تحریریں جن میں اس نے انگریزوں کی مدح سرائی کی ہے بے مقصد نہیں ہیں ایک مقصد تو مندرجہ بالا اقتباس سے عیاں ہو جاتا ہے کہ احمدی انگریزوں کے زیر سایہ تھے۔ ماریطینیئس کے بارے میں اقتباس اس امر کا غماز ہے کہ وہ اس حکومت کے چہیتے تھے کیونکہ ایک احمدی مبلغ کی جانب سے احمد ازم کا پرچار کرکے مسلمانوں کی طرف سے مخالفت کے باوجود ماریطینیئس کی حکومت نے تین دن کے لیے گورنمنٹ ہال کے استعمال کی اجازت دے دی تاکہ وہ مبلغ احمد ازم کا پرچار کر سکے۔ مرزا صاحب کی طرف سے انگریزوں کی حمایت خوشامد اور چاپلوسی کی حدود سے بھی بڑھ چکی تھی چنانچہ عوام کے ذہنوں میں بجا طور پر یہ شک وشبہ نمودار ہو سکتا ہے کہ یا تو مرزا صاحب مسلم امت میں انتشار ڈالنے کے لیے اس وقت کی حکومت کا دیا ہوا کردار ادا کر رہے ہیں تاکہ انہیں دائمی غلامی کا عیب لگا سکیں۔ یا وہ الیاان سے مفاد حاصل کرنے کے بعد کر رہے ہیں۔ یہ دلیل کہ دوسرے علماء نے بھی ایسی ہی رائے دی تھی مناسب نہیں کیونکہ یہ حکومت وقت کی حمایت میں دو ٹوک رائے یا فیصلہ نہ تھا بلکہ آزادی کی طرف ایک مسلسل عمل کا حصہ تھی۔ اس کو محض حسن اتفاق قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مرزا صاحب نے دعویٰ مجدد، مسیح موعود، مہدی اور نبوت کیا اور برطانوی حکومت کی مدح سرائی کی اور ایران میں ۱۳ ویں صدی کے قریب قریب اور اس کے بعد مرزا علی محمد باب بانیٔ بابی مذہب اور حسین علی (بہاء اللہ بہائی مذہب کے بانی) نے روسیوں کی مدح سرائی کی۔ اس کے ساتھ ساتھ بہاء اللہ نے برطانوی حکومت کی بھی مدح سرائی کی تھی اور دونوں نے ہی جہاد کو منسوخ کر دیا تھا۔ درحقیقت بہاء اللہ نے بھی مرزا صاحب کی طرح ہی جہاد کے خلاف حکم دیا تھا۔ اس نکتے پر بحث کے اختتام پر یہ مناسب ہوگا کہ علامہ اقبالؒ کے خیالات اور منطق سے اقتباس دیئے جائیں۔

"کیا اسلام میں تصور خلافت مذہبی اداروں کو ٹھوس شکل دیتا ہے؟

Marfat.com

ہندوستانی مسلمان اور اسی طرح ترک سلطنت سے باہر تمام مسلمان کس طرح ترکی خلافت کا حصہ ہوسکتے ہیں؟ آیا ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ اسلام کے نظریہ جہاد کے حقیقی معنی کیا ہیں۔ "تم میں سے" کی آیت کے کیا معنی ہیں جو آیت" خدا کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور حکام کی اطاعت کرو" کی ہدایت کرتی ہے۔ کیا اس کا مطلب ہے "حکمران تم میں سے"؟ امام مہدی کے ظہور کی پیش گوئی کرنے والے رسول کی سنت کیا ہے؟ یہ اور اس کے بعد اٹھنے والے کچھ اور سوالات کی واضح وجوہ ہیں۔ صرف بھارتی مسلمانوں کے لیے سوالات اٹھتے ہیں۔ یورپی سامراجیت جو اس دور میں اسلام میں تیزی سے نفوذ کر رہی تھی ان میں گہری دلچسپی رکھتی تھی ان سوالات سے اٹھنے والی بحثوں نے ہندوستان میں اسلامی تاریخ کا ایک دلچسپ باب رقم کیا۔ داستان خاصی طویل ہے اور تا حال کسی مؤثر قلم کی متقاضی ہے۔ مسلمان سیاستدان، جن کی نگاہیں بڑی حد تک حالات کی حقیقتوں پر مرکوز ہیں۔ علماء کے ایک حصے کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ وہ دینیاتی دلائل کا راستہ اختیار کریں کیونکہ یہ راستہ ان کے خیال میں محل و موقع کے لحاظ سے مناسب تھا لیکن یہ کوئی آسان بات نہ تھی کہ محض منطق کے بل بوتے پر ان اعتقادات پر قابو پالیا جائے جو صدیوں سے ہندوستانی مسلمانوں کے شعور میں پختہ تھے۔ اس قسم کے حالات میں منطق یا تو سیاسی مصلحت کوشی کی راہ اختیار کرتی ہے یا پھر رسوم و رواج کا دھارا ہی بدل دیتی ہے۔ دونوں صورتوں میں دلائل عوام کو متاثر کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اسلام کو ماننے والے اکثر مذہبی افراد کو صرف ایک بات ٹھوس صورت میں متاثر کر سکتی ہے وہ ہے مقدس اقتدار اعلیٰ قدامت پرستانہ اعتقادات کو مؤثر طور پر جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ سیاسی لحاظ سے مناسب دھارے پر ڈالنے کے لیے الہامی بنیادوں کو تلاش کیا جائے جس کے گرد مندرجہ بالا سوال گھومتے ہیں۔ یہ الہامی بنیادیں احمدازم نے فراہم کی ہیں اور احمدی خود یہ دعویٰ کرتے ہیں برطانوی سامراج کی بہت بڑی خدمت ہے جو انہوں نے کی۔"

صفحہ ۴۱ پر وہ بحث سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جیسا کہ میں نے اوپر وضاحت کی ہے مسلمانوں کے مذہبی خیالات کی تاریخ میں احمدازم کا کردار یہ ہے کہ وہ ہیاں کے موجودہ سیاسی تسلط کو الہامی جواز فراہم کرنا چاہتا ہے۔

درخواست دہندگان میں سے ایک مسٹر مجیب الرحمٰن تھے جنہوں نے مقدمہ لڑا، اپنے دلائل کے لیے حسب ذیل نکات پیش کیے۔

۱۔ آرٹیکل ۲۰۳۔ ڈی کی گنجائش اور حد۔

۲۔ قرآن کو سمجھنے کے اصول

۳۔ قرآن کی روح

۴۔ مذہب کو ماننے اور اس پر چلنے کے حق کی دسترس

۵۔ اپنے مذہب کی تبلیغ کا حق

۶۔ پاکستان کے قیام سے پہلے اور پاکستان کے قیام کے وقت قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان مختلف.... اثر جو انہیں مذہب کی مکمل آزادی کی ضمانت دیتا ہے جس میں مذہب کا پرچار بھی شامل ہے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے آرٹیکل ۲۰۳ ڈی کی اس گنجائش کے بارے میں دلیل دی ہے جن کا تعلق مملکت کے اختیار اور وفاقی شرعی عدالت کو عطا کردہ اختیار کے حدود سے ہے۔ انہوں نے کہا ہے قرآن اور سنت کے مطابق ایسے حکم کی تعمیل ضروری نہیں جس سے گناہ کے ارتکاب یا اللہ اور اس کے رسول کی عدم اطاعت یا تعلق ہو اسی کی بنیاد مشہور حدیث ....

(گناہ میں کوئی فرمانبرداری نہیں) بخاری کتاب الاحکام جلد ۲، صفحات ۱۰۵۷۔۱۰۵۸۔۱۰۷۸) اور ایسی دوسری روایات پر ہے۔

ترجمہ آیت .... اے ایمان والو! اطاعت کرو، اللہ اور اس کے رسول کی اور اپنے میں سے اولی الامر کی اور جب تم میں کسی بات پر تنازعہ ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول سے رجوع کرو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اچھا طریقہ ہے (۴۔۵۹) انہوں نے کہا ہے اس آیت کا تعلق حکمران اور رعایا کے درمیان جھگڑے سے ہے۔ ان کا کہنا ہے اس آیت اولی الامر سے مراد ارباب اقتدار ہیں، علماء یا کوئی دوسرا مذہبی اسکالر نہیں جیسا کہ مذہبی اسکالر سمجھتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ آرٹیکل ۲۰۳ ڈی میں حکمت یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداریوں اور مملکت سمیت دوسرے لوگوں کے ساتھ وفاداریوں اور تصفیہ کے لیے نافذ کیا گیا ہے۔ پہلے مسئلہ کے لیے انہوں نے متعدد کتب کا حوالہ دیا ہے، دوسرے نکتہ کے لیے انہوں نے عدالت کی توجہ خاص طور پر ترجمان القرآن کی جلد ۱ صفحہ ۹۸ پر پیش کردہ خیال کی طرف مبذول کرائی کہ حکم میں جس جھگڑے کا ذکر کیا گیا ہے اس کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک ادارہ ہونا چاہیئے۔ قرآن ۴۔۵۹۔

اور اگر تم کو کسی امر میں تنازعہ پیش آئے تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے رجوع کرو۔

اور دلیل دی ہے کہ یہ عدالت ایسا ادارہ ہے۔ اولی الامر کی تاویل کرنے کے لیے کسی کتاب کا حوالہ دینے یا اس نکتہ پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جو نکتہ اٹھایا گیا ہے وہ بے عیب ہے اور عدالت

Marfat.com

۱۹۸۲ء کے مقدمہ نمبر ایس پی کے ۔ ۲ میں ایسا قرار دے چکی ہے ۔ اس مقدمہ کے فیصلہ میں کہا گیا تھا کہ اولی الامر سے مراد ارباب اختیار ہیں جس میں مجلس قانون ساز، انتظامیہ اور عدلیہ کے ارکان شامل ہیں ۔ آئین کے آرٹیکل ۲۰۳ ۔ ڈی میں کہا گیا عدالت کا کام یہ ہے کہ جو قوانین عدالت کے دائرہ اختیار میں آتے ہوں ان میں سے قرآن اور رسول پاکؐ کی سنت کے منافی حصوں کو خارج کرے اس لیے یہ صحیح دکھائی دیتا ہے کہ اپنے آئینی اختیارات کی حد تک عدالت ایک ایسا ادارہ ہے جیسا کہ ترجمان القرآن کی جلد نمبر ا کے صفحہ ۹۸ پر تحریر ہے جو کسی قانون کی پیچیدگیوں اور قرآن وسنت کے احکام کے درمیان تنازعہ کا تصفیہ کر سکتا ہے ۔ مسٹر مجیب الرحمٰن کی اس دلیل پر بمشکل کوئی اعتراض ہو سکتا ہے ۔ یہ دلیل بھی بے عیب ہے کہ گناہ میں کوئی فرماں بردار نہیں ۔ یہ عدالت اس نکتہ کا پہلے ہی تفصیل کے ساتھ جائزہ لے چکی ہے ۔ اسی طرح پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس ۱۹۶۲ء اور سول سرونٹ ایکٹ آف پنجاب ، سندھ، صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اپنے حالیہ فیصلوں میں ایک مسلم مملکت کے قانون سازی کے اختیار کی گئی گنجائش کا بھی جائزہ لے چکی ہے ۔ دوسرے نکتہ پر انہوں نے دلیل دی کہ قرآن اور سنت جیسے پہلے ہی قانونی قرار دے چکے ہوں مملکت کے حکام انہیں غیر قانونی قرار نہیں دے سکتے اور اس کے لیے خاص آیات کا خیال رکھنا چاہیئے ۔ انہوں نے تقلید کو نظر انداز کرنے پر بھی زور دیا ۔ یہ دراصل قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے متعلق پارلیمنٹ کے حق کو بالواسطہ طور پر چیلنج کرنے کے مترادف ہے ۔ اس نکتہ کا مختصر جواب یہ ہے کہ جیسا کہ علامہ محمد اقبالؒ نے کہا ۔ یہ ایک قانونی نکتہ پارلیمنٹ نے جو ایک قانون ساز ادارہ ہے اس کے آرٹیکل ۲۶۰ میں اعلان کرتے ہیں اپنے دائرہ اختیار کے اندر رہ کر کام کیا ہے ۔ علامہ محمد اقبالؒ نے کہا یہ سوال کہ آیا کوئی شخص یا برادری کا رکن رہی ہے یا نہیں خالصتاً قانونی سوال ہے اور اس کا اسلام کے اصول کے مطابق فیصلہ ہونا چاہیئے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے ۔ ایسی ہی دلیل وفاقی عدالت کے کونسل شیخ غیاث محمد نے دی ہے ۔ یہ عدالت سول سروسز پراونشل سول سرونٹس ایکٹس کا جائزہ لیتے وقت اس نکتہ اور اس کے دائرہ اختیار کی گنجائش کا پہلے ہی فیصلہ کر چکی ہے ۔ یہ قرار دیا گیا ہے کہ عدالت کا اجتہاد صرف قرآن وسنت کے خاص احکام تک محدود نہیں ۔ عدالت کسی قانون کی پیچیدگیوں کا جائزہ لیتے وقت ان اصولوں سے استفادہ کر سکتی ہے جو قرآن وسنت میں بیان کیے گئے ہیں ۔ عدالت نے محمد ریاض وغیرہ بنام وفاقی حکومت وغیرہ پی ایل ڈی ۱۹۸۰ء ایف ایس سی میں بھی یہ قرار دیا کہ پبلک لا میں وہ تقلید کے اصول کی پابند نہیں ۔ مسٹر مجیب الرحمٰن کے خدشات دور کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ مسٹر مجیب الرحمٰن نے بھی قرآن کو سمجھنے کے اصولوں کا ذکر کیا ہے ۔ ا

Marfat.com

کا کہنا ہے کہ قرآن کی تاویل صرف قرآن کی روشنی میں کی جائے کیونکہ یہ ہر معاملہ کے ساتھ مختلف طریقوں سے عہدہ برآ ہوتا ہے۔ تکرار کا مقصد انسان کے حافظہ میں کسی موضوع کو زیادہ پختہ کرنا ہے۔ بعض اوقات موضوع پر کسی جگہ مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے اور کسی اور جگہ زیادہ وضاحت کی جاتی ہے۔ انہوں نے قرآنی آیات کا حوالہ دیا ہے۔

ترجمہ۔ اور اس طرح ہم اپنی نشانیاں ظاہر کرتے ہیں کہ وہ کہہ سکیں (محمدؐ سے) تم نے پڑھا ہے اور تاکہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے واضح کرسکیں جو علم رکھتے ہیں (۶ - ۱۰۶)

ترجمہ آیت۔ اور ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ظاہر کی ہیں ہر قسم کی مثالیں لیکن اکثر لوگ انکار کرتے ہیں اور نافرمانی کرتے ہیں (۱۷ - ۸۹)

اور ہم نے اس قرآن میں ظاہر کی ہیں (اپنی تنبیہات) تاکہ لوگ یاد رکھیں لیکن جنہیں زیادہ ہوتی مگر ان کا نفوذ (۱۷ - ۴۱)

ترجمہ: اور ہم نے ظاہر کردی ہیں اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں لیکن انسان ہر چیز سے زیادہ بحث مباحثہ کرنے والا ہے۔ (۱۸ - ۵۴)

ان اصولوں کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں۔ اپنے دلیل کے دوران مسٹر مجیب الرحمٰن ہماری توجہ قرآن پاک کی مختلف آیات مقدسہ کی طرف مبذول کراتے رہے ہیں جو ان کے مطابق وحی کی مد میں نہیں آتیں اور ان کے ساتھ عام سلوک ہونا چاہیئے۔ انہوں نے جو دوسرا اصول پیش کیا ہے کسی آیت کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے نزول کی وجہ معلوم کی جائے اس سے کسی ایک کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے خواہ اس کے معنی محدود یا خاص کیوں نہ ہوں اس کے اطلاق میں عمومیت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں فیصلہ کے دن تک رہنما اصولوں کا اطلاق شامل رہا ہے۔ انہوں نے الاتقان (جلد ایک صفحہ ۸۲ تا ۸۷) سے مدد لی ہے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ اگر قرآن حکیم میں رہنمائی نہ ہو تو رسول اکرمؐ کی سنت کو دیکھا جائے۔ آخری اصول یہ ہے کہ اگر سنت رسول بھی کوئی روشنی نہ ڈالتی ہو تو تاویل کے لیے رہنمائی حاصل کرنے کا اگلا ذریعہ ..... ہے (جو رسول اکرم کے صحابیوں نے بتایا ہے) انہوں نے زور دیا کہ قرآن کی روح کو مناسب طریقہ سے سمجھا اور پیش نظر رکھا جائے۔

چوتھے نکتہ پر جس میں عقیدے کی آزادی اور اپنے مذہب پر چلنے کا حق حاصل ہے مسٹر مجیب الرحمٰن نے کہا ہے کہ اس سلسلے میں کچھ سوال پیدا ہوتے ہیں۔

Marfat.com

۱۔ کیا اسلام کسی غیر مسلم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرنے کا استحقاق یا اجازت مرحمت کرتا ہے؟

۲۔ کیا اسلام کسی غیر مسلم کو رسول پاک کو اپنے دعوے میں سچا ہونے کو تسلیم کرنے کا حق یا اجازت دیتا ہے؟

۳: کیا اسلام کسی غیر مسلم کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ قرآن کو ایک اچھا نظام حیات دینے والے کے طور پر تسلیم کرے اور اسے قابلِ اطاعت سمجھے؟

۴: کیا کسی غیر مسلم کو یہ اجازت ہے یا نہیں کہ اگر وہ چاہے تو قرآن پاک کے احکام پر عمل کرے؟

۵۔ اگر جواب نفی میں ہو تو قرآن اور سنت میں وہ حکم کہاں ہے جس سے اس نفی کی تائید و حمایت ہوتی ہے؟

۶: قرآن اس شخص کے لیے کیا لائحہ عمل تجویز یا مہیا کرتا ہے جسے مسلمان نہ سمجھا جاتا ہو یا جسے قرآن کی صداقت، محمد الرسول اللہ کی نبوت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے معاملہ میں ایسا کوئی حق نہ ہو کہ مسلمان اسے ایسا سمجھیں۔ قرآن ۲ : ۲۵۶، قرآن ۸ : ۲۹، قرآن ۱۰ : ۹۹، قرآن ۱۰-۱۰۸ قرآن ۲۶-۳، قرآن ۹-۱۰۰، قرآن ۹۱-۸، قرآن ۹۱-۹ کی آیات اور نامور مفسروں کی تفسیروں پر انحصار کرتے ہوئے خلاصہ مطلب یوں پیش کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کے احکام کے مطابق

(ا) مذہب قبول کرنے پر کوئی جبر نہیں ہونا چاہیئے۔

(ب) رضاکارانہ طور پر اسے قبول کرنے کے خلاف کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیئے۔

(ج) کسی کو طاقت استعمال کر کے اسے مذہب سے نہیں نکالنا چاہیئے۔

(د) جو کوئی اپنے مذہب پر کاربند نہ رہنا چاہتا ہو اسے ایسا کرنے سے روکنا نہیں چاہیئے۔

انہوں نے درج ذیل آیات کا بھی حوالہ دیا۔

۱۶ - ۱۰۶	۴ - ۱۹	۲ - ۲۵۶	۶ - ۱۰۸
۱۰ - ۹۹	۱۰ - ۱۰۸	۲۶ - ۳	ق - ۲۶ - ۴
۹۰ - ۱۰	۹۱ - ۹	۹۱ - ۱۰	۱۸ - ۲۹

ق-۱۰۹-۴ ق ۹-۱-۵ اور ق ۱۰۹-۶ آیات اس معاملہ پر بحث کو ختم کرتی ہیں اور ہر کسی کو اپنے مذہب پر چھوڑتی ہیں یہ اس طرح ہے۔

Marfat.com

اور میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو (۴ - ۱۰۹)
اور نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں (۵ - ۱۰۹)
تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا (۶ - ۱۰۹)

۱۰ - ۱۰۰ پر تبصرہ کرتے ہوئے سید قطب نے لکھا ہے ۔۔ کہا جاتا ہے کہ اگر اللہ تعالی ساری انسانیت کو مجبور کرنا چاہتا ہو تو ایسا کر لیتا اور کسی کو اس کے برعکس کرنے کی، اپنی مرضی کرنے کے لیے نہ چھوڑتا لیکن اس کی حکمت جو تھوڑی بہت ہم جانتے ہیں یہ ہے کہ انسان کو اس معاملہ میں آزاد چھوڑ دیا کہ نیکی کرے یا بدی، راہِ راست پر رہے یا گمراہ رہے۔ عقیدہ ایک معاملہ ہے جس کی بنیاد صوابدید پر ہے یہاں تک کہ رسول اکرمؐ بھی کسی کو اسے قبول کرنے کے لیے مجبور نہیں کر سکتے تھے کیونکہ قلب یا ضمیر سے تعلق رکھنے والے معاملات میں جبر کی کوئی گنجائش نہیں (فی ظلال القرآن حصہ دوم صفحہ ۱۸۸)

اسماعیل حقی کی تفسیر روح البیان (جلد ۴ صفحہ ۸۴) بھی اسی نوعیت کی ہے کہا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالی کی حکمت نہیں کہ بنی نوع انسان کی تخلیق اس اصول پر کرے کہ کوئی مومن ہونا چاہیئے۔ خدائی اصول یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی مرضی سے ایمان لائے یا نہ لائے ۔۔۔ مزید کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالی نے یہ دیکھا کہ اس کا رسولؐ یہ چاہتا ہے کہ ہر شخص ایمان لائے تو اس نے آیت نازل فرمائی اور اپنے رسول کے لوگوں کا ۔۔۔۔ وہ اس کی (اللہ تعالی) پر مرضی اور جوش کا عقیدہ معطل کر دیا اور رسول سے کہا تمہارے خالق کی یہ ہرگز خواہش نہیں لیکن کیا تم چاہتے ہو کہ اس بات پر مجبور کرو جو اللہ تعالی نہیں چاہتا (کہ تمام لوگ ایمان لانے والے ہو جائیں)۔

تفسیر بین الکشفی کا نقطہ نظر بھی پیش کیا گیا ہے کہ یہ آیت جہاد کے بارے میں آیت کے ذریعے منسوخ کر دی گئی ہے لیکن ساتھ ہی یہ کہا ہے کہ صحیح صورتحال یہ ہے کہ اسے اس کے لیے منسوخ نہیں کیا گیا کہ عقیدہ کے معاملہ میں جبر درست نہیں کیونکہ یہ معاملہ دل سے تعلق رکھتا ہے۔ مدارک الاحترل کی جلد ۲ صفحہ ۲۸ المنار حصہ دوم صفحہ ۴۸۴ - ۴۲۳ معارف القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۷۷ تفسیر المراغی حصہ دوم صفحہ ۱۵۸ ابھی دیکھیں۔

ق ۶ - ۱۰۸ میں

کے الفاظ کی بھی اسی طرح تاویل کی گئی ہے (دیکھئے تفسیر المراغی صفحہ ۷، صفحہ ۲۱۱۔ روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۸، جلد ۷، صفحہ ۵۰۱، ۵۰۲۔ فی ظلال القرآن صفحہ ۷، صفحہ ۳۰۵، ۳۰۶۔ معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۱۳ تفسیر الکبیر از رازی حصہ ۱۳ صفحہ ۱۰۳)

Marfat.com

الینا میں ایک وکیل یا محافظ کے فرائض بتائے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ رسول پاکؐ کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھیجا کہ لوگوں کو مذہب کی تعلیم دیں اور ایمان نہ لانے اور اس طرح اللہ کا مذہب قائم نہ کرنے کے بُرے نتائج سے آگاہ اور دوسری صورت میں خوشخبری دیں۔ یہ رسولؐ کے فرائض ہیں لیکن وہ اللہ کی طرف سے لوگوں پر محافظ مقرر نہیں کیا گیا۔ ایسے لوگوں کے معاملات میں اس حد تک مداخلت کرنے کا اختیار نہیں کہ عقیدہ کے معاملہ میں جبر کرے۔ فی ظلال القرآن رسید قطب شہید کی تفسیر، آیت میں امت کی تشکیل کا ذکر ہے۔

تمام تفسیروں میں مذہب میں اکراہ یا جبر کے اصول پر بحث کی گئی ہے۔ المغنی حصہ ۸ صفحہ ۲۴۴ تفسیر مالمروائی جلد ۱ صفحہ ۳۶۲ ورک مورک لاتنزیل حصہ ۱ صفحہ ۱۷۰، فی ظلال القرآن حصہ ۳ صفحات ۲۶ تا ۲۸ المراغی حصہ ۳ صفحہ ۱۶، المنار حصہ ۳ صفحہ ۳۶، المراغی حصہ ۱۲ صفحہ ۵۲، المنار حصہ ۹ صفحہ ۶۶۵ ترجمان القرآن جلد ۱ صفحہ ۲۶۷، تفہیم القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۹۶ ور المعانی جلد ۳ صفحات ۱۲، ۱۳۔

المعانی کے مطابق ایک نظریہ یہ ہے کہ محض دھمکی اکراہ کے مترادف ہو سکتی ہے۔ المنار جلد ۳ صفحہ ۱۶ کے مطابق عقیدہ اصل مذہب ہے۔ یہ دل کے سکون سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ سکون قلب جبر سے حاصل ہو۔ اسے حاصل کرنے کا واحد راستہ دلائل اور دلائل ہیں۔

اہم نکتہ (المنار جلد ۹ صفحہ ۶۶۵ دیکھئے) یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنا عقیدہ ترک کرنے پر مجبور کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ حق کہ مجبور نہ کیا جائے بنیادی حق سمجھا جاتا ہے (فی ظلال القرآن جلد ۳ صفحات ۲۶، ۲۸) تی ۱۸-۲۹ کی تعمیل کے لیے المراغی حصہ ۱۵ صفحہ ۱۴۳ فی ظلال القرآن صفحہ ۱۵ صفحہ ۹۰ تفسیر المظاہری جلد ۵ صفحہ ۱۰ تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۳ پر بھروسہ کیا گیا ہے۔ اس آیت سے واضح ہے کہ ہر شخص کی یہ اپنی مرضی ہے کہ کوئی عقیدہ قبول کرے یا نہ کرے۔

ان آیات پر مبنی تمام دلائل کا لب لباب یہ ہے کہ دین اسلام کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی اسکیم نہیں ہے کہ تمام لوگ ایمان لائیں۔ نبی پاکؐ کو صرف اس مقصد کے لیے بھیجا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو عام کرے۔ یہ کبھی نہیں سوچا گیا کہ وہ لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرے۔ قرآن وسنت میں کوئی ایسی بات نہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید، پیغام کی صداقت، رسول پاکؐ کے استدلال قرآن کے پیغام یا قرآن کو مطمع نظر بنانے پر ایمان لانے والوں کے خلاف ایمان نہ لانے والوں پر پابندیاں لگانے کی اجازت دیتی ہو۔ اسی طرح یہ بات بھی قانونی نہیں کہ کسی شخص کو زبردستی اس مذہب سے نکالا جائے جس سے وہ وابستہ رہنا چاہتا ہو۔ انہوں نے کہا ہے کہ آرڈیننس کا مقصد قادیانیوں کو زبردستی دین

Marfat.com

اسلام سے نکالنا ہے جس پر وہ کاربند رہنا چاہتے ہیں اس سلسلے میں لفظ اکراہ کے معنی پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ صرف طاقت کے استعمال تک محدود نہیں بلکہ اس کا اطلاق ایسے حالات پیدا کرنے پر بھی ہوتا ہے جو کسی کے لیے اپنے مذہب کو ماننے اور اس پر چلنے کے لیے سازگار نہ ہوں۔

مسٹر مجیب الرحمان نے جو پہلے چار سوال اٹھائے ہیں ان کا جواب اثبات میں دینا پڑے گا کسی غیر مسلم پر اس ضمن میں کوئی پابندی آئینی قانونی یا شرعی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدت کا اعلان کرے رسول اکرمؐ کو اپنے دعویٰ میں صادق تسلیم کرے، قرآن پاک کو متبرک طرز حیات مہیا کرنے والی کتاب مانے اور اس کے احکام پر عمل کرے۔ چار سوالوں کے مثبت جواب کے بعد یہ پانچوں سوال پیدا ہی نہیں ہوتا ہے۔ سوال کا واضح جواب یہ ہے کہ اسے غیر مسلم کے ساتھ ان شرائط کے مطابق دوسری اقلیتوں جیسا سلوک ہونا چاہیئے جو قرآن میں عائد کی گئی ہیں جن کا کسی مناسب جگہ پر ذکر کیا جائے مسٹر مجیب الرحمن نے اکراہ کے ضمن میں جو چار اصول بنائے ہیں وہ بھی بے عیب ہیں لیکن تیسرے اصول کا اطلاق جیسا کہ مسٹر مجیب الرحمن نے کہا ہے درست نہیں، تیسرا اصول یہ ہے کہ کسی شخص کو طاقت کے استعمال سے اپنے مذہب سے نہیں نکالا جا سکتا۔ انہوں نے اپنے تحریری دلائل میں یہ بھی کہا ہے" جیسا کہ ہمیں نکالا گیا ہے"۔ آرڈیننس میں ایسی کوئی بات نہیں کہ انہیں ان کے مذہب سے نکالا گیا ہے۔ یہ دلیل دی گئی ہے کہ احمدیوں کو اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے روکنا یا مسلمان کہلانے سے روکنا انہیں مذہب سے نکالنے کے مترادف ہے جو ان کے مطابق اسلام ہے۔ ہم پہلے ہی اس سوال پر غور کر چکے ہیں اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھنے والے قادیانی مسلمان نہیں غیر مسلم ہیں اس لیے آرڈیننس میں انہیں اپنے آپ کو مسلم کہنے سے روکا جا سکتا ہے جو وہ نہیں ہیں ... لہٰذا انہیں یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ کسی شخص بالعموم مسلم امّہ کو مسلمانوں کی حیثیت میں دھوکہ دے سکے۔ یہ بھی نوٹ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب اور قادیانی لاہوری گروپ والوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو غیر مسلم کہہ کر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر اور اپنے آپ کو ایسی مسلم امت بنا کر مسلمانوں کا تختہ الٹ دیں جس میں قرآن کے ساتھ محبت اور عقیدت کو اولیت دی گئی یہ برداشت نہیں کیا جا سکتا اور غیر مسلموں کو امت کا شیرازہ بکھیر کر مسلمانوں کے حقوق پامال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، مزید برآں اس سے قادیانیوں کے ان حقوق پر اثر نہیں ہوتا جو انہیں مرزا صاحب پیغمبر یا مجدد، مہدی موعود یا مسیح موعود کے طور پر مرزا صاحب پر ایمان رکھنے کے سلسلے میں حاصل ہیں۔ نہ ہی ان کے اپنے مذہب پر چلنے اور اپنے اصولوں کے مطابق اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کرنے میں مداخلت ہوتی ہے۔

Marfat.com

مُسلم شریعت غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر چلنے اور اسے ماننے کا پورا تحفظ دیتی ہے اس کی تائید قرآن پاک کی آیات اور مفسروں کی طرف سے اس کی تاویل سے بھی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرمؐ اور ان کے معزز جانشینوں نے غیر مسلموں اور مشرکوں کو اس ضمن میں مذہب کی پوری آزادی دی خواہ وہ مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار تھے یا نہیں تھے۔ اللہ کے رسولؐ نے اس ضمن میں جو پہلا قدم اٹھایا وہ یہودیوں، عیسائیوں اور مدینہ کے دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ تحریری معاہدے تھے۔ اس معاہدے کا پہلا آرٹیکل ڈاکٹر حمید اللہ کی زبان میں بولا ہے۔ وہ تمام لوگ جو معاہدہ میں فریق تھے ایک امہ (برادری) سمجھے گئے۔ یہ واضح طور پر ایک سیاسی قوم بنانے کی کوشش ہے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کی امداد کر سکے۔ معاہدہ کے آرٹیکل ۲۶ میں کہا گیا ہے کہ بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ امہ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے سیاسی اتحاد کی بنیاد پر سیاسی یونٹ قائم کر لیا معاہدے کے فریقوں نے جن میں مسلم امہ بھی شامل تھی معاہدے کے تحت ایک سیاسی امہ کی شکل اختیار کرنے پر رضا مند ہو گئی ہے جسے امتہ واحدہ من دون الناس کا نام دیا گیا (دوسروں کے خلاف ایک سیاسی وجود) آرٹیکل اور امت واحدہ (متحدہ سیاسی وجود) امۃ واحدہ من دون الناس کے قیام کے بعد اس کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا جس میں یہ کہا گیا کہ ہر کسی کو اپنے مذہب کو اپنانے اور اس پر چلنے کا حق ہو گا تاہم آرٹیکل ۲۶ میں بالخصوص یہ اہتمام کیا گیا کہ یہودی اپنے مذہب پر چلیں گے اور مسلمان اپنے مذہب پر چلیں گے (دیکھئے ابن ہشام اردو ترجمہ جلد ۱ صفحہ ۵۵۴)

الہارودذ ابرا کہ از عمر ابو نصر (اردو ترجمہ از شیخ محمد احمد پانی پتی) کے صفحہ ۲۷۸ اور ۲۷۹ پر مرقوم ہے کہ ہارون الرشید کے دور میں تعصب اور غیر رواداری کی ایک مثال بھی نہیں، شام مصر اور روم میں عیسائیوں کو چرچ بنانے اور ان میں عبادت کرنے اور ان میں سے صلیب کے جلوس نکالنے کی پوری آزادی تھی، یہودیوں کو اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کرنے کی مکمل آزادی تھی، آتش پرست کسی پابندی کے بغیر اپنی آگ روشن رکھ سکتے اور عبادت کر سکتے تھے۔ سندھ میں ہندوؤں پر اپنے مندروں میں پوجا کرنے اور اپنے دیوتاؤں کے سامنے سر جھکانے پر کوئی پابندی نہیں۔ مختصراً مذہب کے معاملات میں کوئی جبر نہیں تھا مصر کے اخبار الہلال کے ایڈیٹر جارجی زیدان نے اپنی کتاب تاریخ التمدن الاسلامی کی جلد ۳ کے صفحہ ۱۹۴ پر لکھا ہے کہ تعلیم کے میدان میں مسلمانوں کی بہتری کے ساتھ ترقی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام کے خلفاً ہر قوم اور ہر مذہب کے اسکالروں کا احترام کرتے اور فراخدلی سے انعام دیتے تھے۔

انہوں نے کبھی رنگ و نسل کے امتیاز کے بارے میں نہیں سوچا اور ان میں ہر مذہب کے لوگ

Marfat.com

مل کر رہتے تھے جن میں عیسائی، یہودی، ستاروں کی پوجا کرنے والے، سامری اور آتش پرست شامل تھے خلفائے اسلام ان تمام قوموں کے لوگوں کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آتے۔ ان کے دور میں غیر مسلموں کو آزادی اور مقام اور وقار مساوی طور پر حاصل تھا جیساکہ مسلمانوں کے امیروں اور افسروں کو حاصل تھا۔

جیساکہ صفحہ نمبر ۲۸۲ پر خلیفہ ہارون الرشید کی مثال دی گئی ہے جس میں انہوں نے عیسائیوں کے لیے ضبط اور بردباری کا مظاہرہ کیا جو کہ بردباری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ رومن سیزر کی طرف سے سرحدی علاقوں میں وعدوں اور معاہدوں کی بار بار خلاف ورزی اور غارت گری کے باعث خلیفہ نے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) امام ابو یوسف سے اس کے بارے میں پوچھا کہ اسلامی قلم رو میں عیسائیوں کے گرجوں اور خانقاہوں کو کیوں تحفظ فراہم کیا گیا ہے اور کس نے ان شہروں میں صلیب لے کر جلوس نکالنے کی اجازت دی ہے تو اس پر امام ابو یوسف نے نہایت جرأت مندی سے جواب دیا کہ رومیوں کے صوبوں کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت میں عیسائیوں کو تحریری طور پر یقین دلایا گیا تھا کہ ان کے گرجا گھروں کی حفاظت کی جائے گی اور انہیں مذہب کی ادائیگی کا مکمل اختیار تھا اور اب اس حکم کو کسی کو ختم کرنے یا تنسیخ کا حق حاصل نہیں۔

یہ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں مفتوحہ علاقوں کو ذمیوں میں تقسیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور مسلم فاتحین کو بھی ان کی ضروریات اور طلب کے برعکس مال دینے پڑتے رہے حضرت عمرؓ کی طرف سے بیت المقدس میں مقیم لوگوں کے لیے عام معافی کے اعلان کا حوالہ تو ایک تاریخی ثبوت ہے جس کے متعلقہ حصے ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

"اس عام معافی کا اعلان ایلیا کے لوگوں کے لیے اللہ کے غلام امیر المومنین (خلیفہ) کی طرف سے کیا گیا ہے۔ اس اعلان سے ان کے جان و مال کی امان اور گرجا گھر، صلیب، صحت مند اور بیمار یعنی ہر فرد کو تحفظ کا حق ملتا ہے۔ ان کے گرجا گھر نہ ہی ختم کیے جائیں گے اور نہ ہی ان کی جائدادیں ضبط کی جائیں گی اور ان کے لیے مذہب اختیار کرنے کی کوئی پابندی نہیں ہو گی۔

تاریخ طبری دوسری جلد اردو ترجمہ۔ سید محمد ابراہیم صفحہ ۱۰۵ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے وثیقہ جات سے حوالہ نمبر ۳۵، صفحہ نمبر ۳۰۴، ۳۰۵ الفاروق مصنف شبلی نعمانی جلد دوم۔ صفحہ ۱۴۹ حذیفہ بن الیمان نے مدینار کے لوگوں کو تحریری طور پر کہا کہ "ان کا مذہب نہیں بدلا جائے گا اور نہ ہی ان کے مذہبی معاملات میں مداخلت کی جائے گی۔ (تاریخ طبری صفحہ نمبر ۱۵۵)

Marfat.com

جرجان کے علاقے کو فتح کرنے کے بعد ایک معاہدہ کے ذریعہ وہاں کے لوگوں کو صاف طور پر کہا گیا کہ ان کو عام معافی دے دی گئی ہے اور ان کے جان و مال اور مذہب کو تحفظ دیا جائے گا اور اسے نہیں بدلا جائے گا۔ (تاریخ طبری صفحہ ۱۵۵)

حضرت محمد مصطفےٰ نے متفقاً، حنین اور خیبر کی فتح کے بعد وہاں کے باشندوں کے لیے عام معافی کا اعلان کیا اور نہ صرف ان کی زندگیوں کی امان بلکہ ان کے مذہب، جائداد، غلاموں اور ہر چیز جو کہ ان کی ملکیت تھی۔ اس کے لیے معافی کا اعلان تھا اور ان کی تمام چیزیں اللہ اور اس کے نبی کے زیر سایہ تھیں۔ اس کے علاوہ انہیں جو رعایات دی گئیں وہ درج ذیل ہیں:

نمبر ۱ ! جزیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔

نمبر ۴ ! جبری محنت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

نمبر ۵ ! عسکری اور فوجی معرکوں میں شمولیت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

نمبر ۷ ! فوجی اور جنگی مقاصد کے لیے ان کے گھروں سے انخلاء کو مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

نمبر ۹ ! مسلح ہو کر چلنے کی اجازت دی گئی۔

نمبر ۱۰ ! حملہ آور کے خلاف مزاحمت کی اجازت دی گئی جس میں دیت کی ادائیگی کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا۔

نمبر ۱۸ ! ان کی مردہ لاشوں پر رسومات ادا کرنے پر پابندی نہیں ہوگی۔

نمبر ۱۱ ! حضرت محمدؐ کے خاندان اور تمام مسلمانوں کے لیے لازمی قرار دیا گیا کہ وہ تمام قابل احترام لوگوں کی عزت کریں۔

نمبر ۲۲ ! اسلام کے اصولوں کے مطابق کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا جائے گا۔

نمبر ۲۷ ! جو بھی اس دستاویز کو پڑھے یا سنے اور پھر اس میں تبدیلی کو جائز بنائے یا اس کی مخالفت کرے وہ اللہ کی طرف سے سزا کا مستوجب ہوگا۔ میں اس کا مخالف ہوں گا۔ (قیامت کے روز) (سیاسی وثیقہ جات .... حوالہ نمبر ۲۴ صفحہ ۵۹ تا ۶۲)

حوالہ نمبر ۹۴ (ایضاً .... صفحہ ۹۶ تا ۹۸) جو نبی اکرمؐ اور نجران کے عیسائیوں کے مابین رابطہ کا حوالہ ہے۔ یہ نہایت آزادانہ شرائط اور اصولوں پر مبنی ہے۔ مذہب سے متعلقہ شرائط اس کے آرٹیکل نمبر ۸، بی اور ۹ میں پائی جاتی ہیں۔ اس میں حضرت محمد مصطفےٰ نے خود کو ان کے مذہب (آزادی کے ضمن میں) مذہبی رہنماؤں، پیش گوؤں اور گوشہ نشینوں کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا۔

Marfat.com

حوالہ جس میں سعد بن حارث اور دیگر عیسائیوں کو اپنی کمیونٹی میں ان کے مذہب اور اعتقاد کے مطابق ان علاقوں میں عمل پیرا ہونے کی مکمل آزادی دی گئی تھی جن کو حضرت محمد مصطفےٰؐ نے فتح کیا تھا۔ (آرٹیکل نمبر ۵) اور ان کے گرجا گھروں کی حفاظت، عبادت گاہوں، خانقاہوں، سیاحوں کے لیے آرام گاہوں کی مکمل حفاظت کی ضمانت دی گئی حتیٰ کہ وہ پہاڑی علاقوں، میدانوں یا غاروں یا گنجان آباد علاقوں وادیوں یا جنگلوں میں موجود ہوں۔ (حوالہ نمبر ۹۵۔ ایضاً صفحہ ۱۶۹)

"کسی عیسائی پر زور نہیں دیا گیا کہ وہ مسلمان ہو جائے" (اس دور میں) آرٹیکل نمبر ۲۳)

"ان کے مذہبی معاملات میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا گیا" (آرٹیکل نمبر ۲۴)

حضرت محمد مصطفےٰؐ کے حکم پر حضرت سلمان فارسیؓ کے رشتہ داروں جو کہ آتش پرست تھے (ایضاً صفحہ نمبر ۲۳۱) ان کو بھی اُن کے مذہب کے معاملہ میں مکمل تحفظ دیا گیا (آرٹیکل نمبر ۸) ان کو عبادت گاہوں کی بحالی، ذرائع آمدنی، ترقی اور آزادی کا بھی مکمل حق دیا گیا۔

(آرٹیکل نمبر ۴۔ ایضاً صفحہ ۲۲۴ - ۲۲۵)

اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان مرد کی بیوی تھی تو اس کو اپنے مذہب کے مطابق ادائیگی اور عبادت کے معاملہ میں مکمل آزادی دی گئی اور مذہبی معاملات میں اپنے مذہبی فاضلین سے رابطہ رکھنے کا حق دیا گیا اور کہا گیا کہ جو کوئی اپنی عیسائی بیوی کو اس کے اپنے فرائض مذہب کی ادائیگی پر پابندی لگائے گا وہ اللہ اور نبی کے ساتھ وعدے سے پھر جائے گا، وہ ایک جھوٹا شخص ہوگا۔ (آرٹیکل نمبر ۳۵)

حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں "نجران" کے لوگوں کے لیے ایک اور عام معافی کا اعلان کیا۔ انہوں نے نہ صرف نجران کے لوگوں کو حاصل سہولیات کی فراہمی کو برقرار رکھا بلکہ ان کو ان کی عبادت کے لیے مزید خصوصی اضافی رعایات دیں۔

(حوالہ نمبر ۹۸ ...... ایضاً ..... صفحہ ۱۱۴ ... ۱۵)

ڈاکٹر حمید اللہ اپنی کتاب "مسلم کنڈکٹ آف اسٹیٹ" کے سیکشن ۲۰۸ اور ۲۰۹ میں لکھتے ہیں کہ

(۲۰۸) "حفاظتی قانون کا لب لباب یہ تھا کہ غیر مسلموں کے قبرستانوں کا بھی اسی طرح احترام کیا جاتا جس طرح مسلمانوں کے قبرستانوں کا احترام کیا جاتا تھا۔ ان کی زندگی اور جائداد کے معاملوں کو زندگی ہی میں اہمیت دی جاتی اور موت کے بعد ان کی ہڈیوں کا بھی احترام کیا جاتا تھا۔"

(۲۰۹) ..." امام ابو حنیفہ اور امام شافعی دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی غیر مسلم قرآن، ہدایات نبی (حدیث) اور مسلم قانونی (فقہ) پڑھنا چاہتا ہے تو اس کو ان کے پڑھنے سے نہ روکا جائے۔"

Marfat.com

اسی کتاب کے سیکشن ۲۰۰ میں کہا گیا ہے کہ

"مسلمانوں کا قانون مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان نمایاں فرق کو مدِ نظر رکھ کر تیار کیا گیا ہے اور بہت سے معاملات میں غیر مسلموں کو مسلمانوں پر اہمیت دی گئی ہے۔ ذمیوں (غیر مسلموں) کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا جو کہ تمام مسلمان مرد، عورتیں، جوان اور بوڑھے ہر سال اپنی جمع شدہ رقم پر اڑھائی فیصد کے حساب سے ادا کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کے لیے فوجی (جنگی) خدمت لازمی قرار دی گئی ہے جبکہ ان (غیر مسلموں) کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اور اسلامی سلطنت میں ان کی جائیدادوں اور مال و اسباب کی اسی طرح حفاظت کی جاتی ہے جس طرح کہ مسلمانوں کی جائیدادوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔"

عبدالوحید خان "تاریخ افکار سیاست" کے صفحہ نمبر ۱۸۱ پر مسلمانوں کی مذہبی متحمل مزاجی اور بردباری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"مسلمان حکومتوں (سلطنتوں) میں مذہبی رواداری اور بردباری ہر دور میں منفرد نوعیت کی حامل رہی ہے۔ یہاں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ مختلف حکومتوں کی طرف سے مسلمانوں پر بعض اوقات مذہبی ادائیگیوں پر پابندی لگائی گئیں جس کا مسلمانوں کو نقصان بھی ہوا تو مسلمانوں نے ایسی حالت میں بھی اپنے مذہبی اعتقاد کو مدِ نظر رکھا مگر تاریخ ایسی مثال پیش نہیں کرتی کہ غیر مسلموں کی حکومتوں میں مسلمانوں کو بھی مذہبی معاملات میں مساوی حقوق حاصل ہوں جیساکہ انہیں مسلم سلطنت میں ہوتے تھے۔"

مصنف مزید لکھتا ہے کہ اسلامی سلطنتوں میں مختلف مذاہب کے لوگوں کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق عبادات کی ادائیگی کی مکمل آزادی حاصل تھی اور یہ حکومت کا فرض تھا کہ وہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو تحفظ فراہم کرے مگر متوکل باللہ کے دورِ حکومت (خلافت) میں ذمیوں کو کچھ پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے تمام حکومت کے خلاف سازشیں شروع کر دی تھیں اور ان کی یہ سازشیں ان کی عبادت گاہوں میں تیار کی جاتی تھیں۔ اس وجہ سے ان کی حرکات پر پابندیاں لگائی گئیں اور ان کے لیے علیحدہ ضوابط وضع کیے گئے۔ متوکل باللہ ذاتی طور پر تقلید پسندی سے ہٹ کر سوچنے والا شخص تھا اور مذہبی رواداری اور بردباری کا قائل تھا۔

مصنف مزید لکھتا ہے کہ عباسی حکومت مذہبی رواداری اور بردباری میں بہت آگے تھی اور مانی جو کہ ایرانی ہونے کے باوجود وہاں اپنی جائے پناہ بھی نہ رکھتا تھا اس کو بغداد میں اپنے خیالات

Marfat.com

و تعلیمات کا پرچار کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اسی طرح اسلامی ملکوں میں انڈیا کے فہم و فراست والے لوگوں، یہودی اور عیسائی مشنریوں نے کسی پابندی یا بندش کے بغیر اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات کو پھیلایا۔ بنوامیہ کے دور میں غیر مسلموں کو اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز کیا گیا حتیٰ کہ بنوعباس کے دورِ حکومت (خلافت) میں ایک غیر مسلم کو پرائم منسٹر (حاکم اعلیٰ) بنا دیا گیا تھا مسلمان خلیفہ معتصم کا وزیر اعظم فضل بن مروان بھی ایک عیسائی تھا اور اس کے دور میں بیت الحکمت کے تمام انتظامی امور کی مختلف امور پر تمام دستاویزات غیر مسلموں کے ہاتھوں ترجمہ ہوتی تھیں اور بنو عباس کی عدالت میں جبرائیل خاندان کو جو اہمیت حاصل تھی اس کو تاریخی اہمیت حاصل ہے۔

عبدالرحیم اپنی کتاب "محمڈن اصول قانون" میں صفحہ ۲۵۱ پر عبدالمختار کی "ٹریڈیشن آف ہولی پرانٹ" (تیسری جلد صفحہ ۳۱۹ - ۳۲۰) کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"غیر مسلموں کو ان کے اپنے عقیدہ پر عمل کرنے کے لیے آزاد اور تنہا چھوڑ دیا جائے"۔۔۔۔ اس کے نزدیک اسی اصول کے مطابق امام شافعی کی رائے ہے کہ محمڈن لا میں غیر مسلموں کی شراب نوشی سے پرہیز کا اصول وضع ہوتا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کی رائے کا حوالہ دے کر اس کے برعکس خیال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مسلم حکومت (سلطنت) میں اگر کوئی عورت (بیوی) عدالت سے رجوع کرے تو عدالت خاوند کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے اس کی ضروریات پورا کرنے کا حکم دے گی۔ اسلام رشتوں کی حدود و قیود میں رشتے جوڑتا ہے۔

مولانا مودودی اپنی کتاب "اسلامی ریاست" میں لکھتے ہیں کہ ذمیوں کی دو قسمیں ہیں پہلے وہ جن کو اسلامی مملکت کی طرف سے ایک معاہدہ کے تحت تحفظ کی یقین دہانی کرائی گئی ہو۔ دوسرے وہ جو کسی معاہدے کے تحت جان و مال کی امان حاصل کریں۔ اس طرح ذمیوں کی پہلی قسط کو قواعد و ضوابط کے تحت رعایات دی جائیں گی۔ اور جہاں تک دوسری قسم کے ذمیوں کا تعلق ہے ہم ان کے بھی جان و مال کی حفاظت کرتے ہیں اور اس قسم کے ذمیوں میں خون کا معاوضہ مسلمانوں کے خون کے مساوی ہوگا انہیں اپنے مذہب کی ادائیگی کی مکمل آزادی ہوگی۔ ان کی عبادت گاہیں محفوظ ہوں گی۔ انہیں اپنے مذہب کی تعلیمات کو بڑھانے اور فروغ دینے کا حق حاصل ہوگا۔ اور ان پر اسلامی تعلیمات کو ٹھونسا نہیں جائے گا (صفحہ ۵۲۳)

قرآن پاک کے الفاظ سے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کے حوالے سے یہ صاف طور پر واضح ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کے دور میں اور اسلامی تاریخ کے مطابق آپؐ کے جانشینوں اور مسلمان خلیفوں کے دورِ اقتدار

Marfat.com

میں غیر مسلموں نے تمام رعائتوں سے استفادہ کیا جو کہ اب تک ان ممالک کو حاصل نہیں ہوئیں جو کہ کسی بھی ملک کی اکثریت ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں کی طرف سے دی گئی مراعات اور حقوق اب تک بیشتر ممالک کی طرف سے ان کے شہریوں کو میسر نہیں آئے۔ مذہبی تعلیمات اور ادائیگی میں غیر مسلموں کو اسلامی حکومتوں میں مکمل مراعات حاصل تھیں اور انہیں یہ حق بنیادی انسانی حقوق کی بنیاد پر دیا گیا۔

اسلام مذہب کے معاملے میں مکمل بردباری اور نرم مزاجی کا درس دیتا ہے اور اس کو قبول کرنے کے لیے اس کے ضمیر پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام میں زبردستی کی اجازت نہیں ہے حتیٰ کہ حضرت محمد مصطفےٰ نے قوت کے زور سے کسی کے عقائد میں مداخلت نہیں کی۔ ماسوائے اس کے کہ انہیں اسلام کا پیغام پہنچایا اور انہیں ایمان لے آنے پر جنت کی اچھی نوید اور ایمان نہ لانے پر دوزخ کی بری خبر سنائی۔

ان تمام دلائل کے بعد نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ قانون قادیانیوں پر مسلط نہیں کیا جا رہا کہ وہ اپنے عقیدہ کو اسلام کے اصولوں کے مطابق کریں۔

ایسی صورت حال میں مسٹر مجیب الرحمٰن نے شکایت کا اظہار کیا ہے کہ قادیانیوں کو ان کے مذہب کے مطابق اسلام کو ماننے پر پابندی لگا دی گئی ہے اور انہیں اذان دینے کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے جو کہ مذہب کا حصہ ہے اور ان کی عبادت گاہوں کو مسجد کہنے کے حق سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ لیکن وہ (قادیانی) نہ تو مسلمان ہیں اور نہ ہی اس معاملہ میں "اقراء" کے اصول پر پورا اترتے ہیں۔ اور یہ ضابطہ اسلام کے مقابل مذہبوں پر لاگو ہوتا ہے۔ مجیب الرحمٰن نے اس کا حوالہ قرآن و سنت کے مطابق دیا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ان معاملات کو ان کے دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے لہٰذا اوفوا بالعقود اور اوفوا بالعہد کی روشنی میں بیان کی گئی صداقتوں کی صداقت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ اس سلسلہ میں صلح حدیبیہ کی بہترین مثال ہمارے سامنے ہے جس میں متفقہ شرائط پر دونوں فریقین رضامند ہوئے تھے کہ اگر کوئی مسلمان مکہ کے مشرکوں کے ساتھ رہتا ہے اور ان کی اجازت کے بغیر مسلمانوں میں جائے تو اسے مکہ والوں کو لوٹا دیا جائے گا۔ اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں کہ اگر کسی مسلمان کے ساتھ مکہ والوں نے بدسلوکی کی یا اذیت دی اور وہ بھاگ کر مدینہ پہنچا تو اسے حضرت محمد مصطفےٰ نے معاہدہ کی شرائط کے مطابق مکہ لوٹ جانے کو کہا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے دلیل دی ہے کہ قیام پاکستان کے وقت قائد اعظم اور قادیانیوں کے مابین

Marfat.com

ذاتی ربط تھا اور قائدِ اعظمؒ نے اعلان کیا تھا کہ پاکستان میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو مکمل برابری اور یکسانیت حاصل ہوگی اور مذہب کے پڑھانے اور ادا کرنے میں بھی آزادی حاصل ہوگی جیسا کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس آئین میں پاکستان کے تمام شہریوں کو حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے مطابق اصول پر عمل پیرا ہو کر اس کی تبلیغ کر سکتے ہیں، اور ۱۹۷۴ء تک قادیانیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا گیا تھا۔

ایسے کوئی شواہد اور حوالے نہیں ملتے کہ قائدِ اعظمؒ نے قادیانیوں کے ساتھ بحیثیت مسلمان روابط رکھے ہوں اور نہ ہی قیامِ پاکستان کے وقت اور نہ ہی قائدِ اعظمؒ کی زندگی میں کوئی ایسے ثبوت ملتے ہیں اور نہ ہی ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کے آئینوں میں ایسے ثبوت میسّر ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں ایک ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ یہ اقدام مسلمانوں کی ایک تحریک کے باعث کیا گیا۔ جسے اتفاقِ رائے حاصل تھا جہاں تک اس حالیہ ترمیمی ضابطے کے نفاذ کی ضرورت سمجھی گئی۔ یہ ضروری تھا کہ ۱۹۷۴ء کے آئینی ترمیمی ضابطے کو مدِّنظر رکھ کر ہی اس کا نفاذ کیا جائے جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن کی طرف سے پُرجوش انداز میں خیالات پیش کیے گئے ہیں کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے لیکن ان پر غیر مسلموں جیسے برتاؤ کی کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی تو ہم نے ان کے سامنے سوال اٹھایا کہ قادیانیوں کو پاکستانی شہری قرار دیا گیا ہے یا نہیں تو انہوں نے اس پر مثبت رضامندی کا اظہار کیا لہٰذا ان کی سوچ کی پیروی کرتے ہوئے قادیانی آئینی اور قانونی طور پر غیر مسلم ہیں۔ وہ (قادیانی) قومی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں غیر مسلموں کے لیے مخصوص شدہ نشستوں پر انتخاب میں حصّہ لے سکتے ہیں۔ مقدموں کے ضمن میں انہیں خود کو غیر مسلم کہنا ضروری ہوگا اور ان کے مسلمان ہونے کے بارے میں انہیں کوئی دلیل دینے کا کوئی قانونی حق حاصل نہیں ہوگا! اور اس پٹیشن کے دلائل میں خود کو مسلمان کہنے کا اصرار بالکل غیر قانونی ہے۔

آرٹیکل ۲۶۰ (۳) سے واضح ہوتا ہے کہ قادیانی قانونی اور آئینی طور پر غیر مسلم ہیں۔ آرٹیکل ۲۰ انہیں پاکستانی شہری ہونے کا حق اور آپس میں تعلیمات کا حق دیتا ہے۔ بلاشبہ یہ آرٹیکل آئینی ضابطوں کا احاطہ کرتا ہے اور یہ نقطہ حقیقتاً مجیب الرحمٰن نے تسلیم کیا ہے۔ مذکورہ آرٹیکل نمبر ۲۰ کے ضابطہ کا مطلب یہ ہوگا کہ قادیانی یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ملہم یا مرزا صاحب کی نبوت پر یقین رکھتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور ان کا اعتقاد یا ایمان اسلام ہے۔ اتنے کم عرصے میں مذکورہ شہادات و دلائل سامنے آئے ہیں لیکن

Marfat.com

اس عام فہم فیصلہ سے موضوع مکمل طور پر واضح ہوگیا ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ آئین ان قادیانیوں کو غیر مسلم کہنے میں متشرح نہیں۔

قادیانیوں کے اس مقدمے میں اس دلیل کو ثابت کرتے ہوئے ذرا مشکل پیش آئی کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان اور اپنے نظریۂ ایمان اور یقین کو اسلام نہیں کہہ سکتے حالانکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر ڈٹے ہوئے تھے اور اس سلسلہ میں اسلام کے نام پر پروپیگنڈہ بھی کر رہے تھے۔ ان کو بالواسطہ یا بلاواسطہ مسلمان ظاہر کرنے سے احتراز کرنا اور باز رہنا چاہیئے اور اس سلسلہ میں ان کی ہٹ دھرمی کا سختی سے جائزہ لیا جائے گا تاکہ اس کے برعکس مسلمانوں میں صبر و تحمل اور امن و امان برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے۔

اس پابندی کی ایک وجہ یہ ہے کہ قادیانیوں کو اپنے خاندانوں کے لیے بالواسطہ ایسی صفات اور القاب کے استعمال سے مسلمان ظاہر کرنے سے روکا جائے جو نبی اکرمؐ اور ان کے اہل بیت کے لیے مخصوص ہیں۔ یہ الفاظ اظہار ام المومنین، امیر المومنین، خلافت المسلمین، خلافت المومنین، مومنین (مسلمان) اور مسلمین ہیں جو کہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں جو کہ مسلمانوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ قرآن میں رضی اللہ عنہ کا لفظ حضرت محمد مصطفےٰ کے قریبی رفقا کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ صحابی اور اہل بیت کے الفاظ حضرت محمدؐ کے خاندان کے افراد اور صرف ان کے رفقاء کے لیے مسلمان استعمال کرتے ہیں۔ ان مقدس ناموں کے مرزا صاحب (قادیانی) اور اس کے خاندان کے افراد کے لیے استعمال کرنا اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کے مترادف ہے اور ان مقدس لفظوں اور تخاطب کے باعث ان کا تقدس مجروح ہوتا ہے اسی طرح اذان اور عبادت کی جگہ کے لیے مسجد کا لفظ صرف اور صرف مسلمانوں کی عبادت کی مقدس جگہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ان لفظوں اور القاب کے مخاطب پر آئینی اور قانونی طور پر اس آرڈیننس کے ضوابط کے ذریعے پابندی لگائی گئی تاکہ قادیانی اپنے آپ کو بالواسطہ یا بلاواسطہ مسلمان ظاہر نہ کر سکیں اور ان کے مذہب کی تبلیغ پر پابندی بھی ایسی ہی وجوہات کے باعث لگائی گئی ہے۔

قادیانیوں نے مسلمان کہلوانے کی حکمت عملی کے سبب مسلم امہ اور خصوصاً پنجاب میں کچھ کامیابی حاصل کی اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ "احمدیت" کو ماننے کا یہ مطلب نہیں اسلام چھوڑ دیا اور اعتقاد کے حوالے سے بہتر مسلمان ہونے کا درس دیا تھا۔ اس مقصد کے لیے قادیانیوں نے مسلمان عالموں سے گہرے روابط بنائے اور مسلمانوں میں فرقہ بندی اور رجعت پسندی کے خاتمہ کے لیے مسلمان علماء کو اسلام کو ایک آزادانہ مذہب کے طور پر پیش کرنے کی طرف راغب کیا۔ اس حکمت عملی سے انہیں ایسے ہی فائدہ بھی پہنچا جیسے کہ کسی مشہور و معروف فرم کی مصنوعات پر ایک چھوٹی سی فرم کی مصنوعات غلبہ پالیں۔ قادیانیوں کو

Marfat.com

یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ ان کی تبلیغ کسی ایسے مذہب کی جانب لے جاتی ہے جو اسلام نہیں ہے حتیٰ کہ ایک عام مسلمان بھی ان کے اس غلط ایمان کو صحیح ایمان میں تبدیل کرنے میں تہیۂ کیے ہوئے ہے جبکہ دوسری طرف قادیانی احمدیت (احمدی ازم) کے بارے میں کسی غلط اندازے کا شکار ہیں۔

ہم پروفیسر طاہر القادری کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ اگر قادیانی آئینی حدود کی پابندی کرتے تو اس آرڈیننس کے نفاذ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی اور یہ بھی ان کے مذہب کی تبلیغ پر پابندی لگنے کی ایک وجہ ہے۔ ایک اور اہم وجہ یہ ہے کہ قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے ہر مسلمان سے اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہے تھے۔ وہ اس کا واضح اظہار مرزا صاحب کو پیغمبر بتا کر کرتے ہیں۔ جبکہ ہر مسلمان حضرت محمد مصطفٰے ؐ کے نبی آخر الزماں ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔ قادیانیوں کے اس نظریئے سے مسلمانوں میں ایک منافرت کا احساس پیدا ہوتا ہے جس سے امن و امان کی صورتحال برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا۔ مرزا صاحب کا مسیح (موعود) اور مہدی ہونے کا دعویٰ بھی مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرنے کا باعث ہے کیونکہ یہ ایک صحیح دعویٰ نہیں ہے۔ مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالے سے قادنیت کی تاریخ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسے نہ صرف مسلمان علماء بلکہ مسلمانوں کی اکثریت کے ہاتھوں قابل ذکر مخالفانہ ردِ عمل کا سامنا کرنا پڑا۔ مرزا صاحب کی تحریروں میں مخالفوں کے لیے اکثر ناپسندیدہ اور غیر مہذب زبان استعمال کی گئی ہے جس وجہ سے لوگوں نے اس کے خلاف احتجاج شروع کر دیا۔ مثال کے لیے عبد القادر کی کتاب "حیاتِ طیبہ" کا صفحہ نمبر ۱۲۱، ۱۲۶، ۱۴۰ دیکھیں۔ جس میں مرزا صاحب کی اکثر تحریریں مخالفوں کے لیے بد دعاؤں اور گالیوں پر مشتمل ہیں۔ اس (مرزا صاحب) نے اپنے خلاف مسلمانوں کی کارروائیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ (دیکھیئے حمامتہ البشریٰ صفحہ نمبر ۳ اور ازالۃ الاوہام صفحہ ۱۱)

مرزا صاحب اپنی کتاب حمامتہ البشریٰ کے صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں کہ یہ ایک دعویٰ ہے کہ غیر احمد مسلمان مجھ سے جھگڑتے ہیں اور مجھے مرتد شمار کرتے ہیں۔ وہ آواز بلند بولتے ہیں مگر وہ اس کے لیے اچھا تاثر نہیں چھوڑتے جس پر ملہم سے وحی نازل ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں غدار ہوں، جھوٹا ہوں اور مرتد ہوں اور وہ مجھے مارنا بھی چاہتے ہیں"۔

ایسے واقعات نے مرزا صاحب کے لیے مایوسی کا میدان پھیلا دیا ہے۔ مرزا صاحب کے پیروکاروں نے مرزا صاحب کے لیے جھٹکے کہا تھا" سیرت مہدی" مرتب کرنے والے کے مطابق مرزا صاحب کو ایسے پانچ زلزلوں سے جھٹکوں کا سامنا کرنا پڑا۔

نمبر ۱ احمدیت کے لیے پہلا جھٹکا ۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب کی پیش گوئی کا غلط ثابت ہونا تھا جس

Marfat.com

میں انہوں نے کہا تھا کہ بیٹا ہوگا مگر بیٹی ہوئی۔

نمبر ۲: دوسری دفعہ مایوسی کی لہر اس وقت اٹھی جب بیٹی کی پیدائش کے بعد پیدا ہونے والا لڑکا انتقال کر گیا۔

نمبر ۳: تیسرا جھٹکا اس وقت لگا جب انڈیا کے مسلمانوں نے ان کو مسیح (موعود) اور مہدی ہونے کے دعویٰ کے باعث بدحواس کہا۔

نمبر ۴: چوتھا جھٹکا اس وقت لگا جب ان کی "اتہام" کے انتقال کی پیش گوئی پوری نہ ہوئی۔

نمبر ۵: مرزا صاحب کی وفات کی پانچویں اور اہم وجہ ہیضہ کی مہلک بیماری تھی جس کے باعث ان کا انتقال ہوا۔ (سیرت مہدی صفحہ ۸۶ تا ۹۰)

مذکورہ شمار مرزا صاحب کی بنیادی پیش گوئیوں سے تعلق رکھتا ہے لیکن اگر ان واقعات سے کوئی ایک واقعہ اس پس منظر میں لیا جائے تو ایک نامکمل جائزہ ہوگا۔ مرزا صاحب کی محمدی بیگم سے شادی میں ناکامی کی وجہ طویل دورانیہ کی بڑھتی ہوئی افسردگی کے آثار تھے۔ اس طرح مرزا صاحب کو ان کے نبوت کے دعویٰ کے باعث مخالفوں کی طرف سے جس ردعمل کا سامنا کرنا پڑا ان کی شدت آج تک کم نہیں ہوئی۔ مرزا صاحب کو پہلا، دوسرا، چوتھا اور پانچویں تشویش ناک مرحلے (جھٹکے) نے اور محمدی بیگم کے معاملہ نے نہ صرف مسلمانوں کے نزدیک قابل نفرت اور مضحکہ خیز بنا دیا بلکہ ہندوؤں اور عیسائیوں میں بھی قابل نفرت اور مضحکہ خیز بنا دیا تھا مرزا صاحب کے ۱۸۹۱ء میں مسیح (الموعود) اور مہدی ہونے کا دعویٰ اور نبی ہونے کے دعویٰ نے ان کے لیے مسلمانوں میں ہمیشہ کے لیے مخالفت، غم و غصہ، ملامت آمیز اور جھوٹے پن کی فضا پیدا کر دی۔ اس طرح مذہبی عالموں اور دانشوروں میں بھی یہی تاثر ابھرا (دیکھئے سیرت مہدی جلد اول صفحہ ۸۶ تا ۹۰، جلد دوم صفحہ ۴۴، ۶۴، ۸۴، جلد سوم صفحہ ۹۴) مرزا صاحب کی زندگی ہی میں مسلمانوں کی طرف سے بار بار غم و غصے اور نفرت کے بیان کا ایک رخ ہے۔

تخلیق پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء میں مارشل لا کا نفاذ، منیر آئینی کمیٹی کی تشکیل اور ۷۳ء کی آئینی ترمیم۔ یہ سب مسلمانوں کی شدید احتجاجی کیفیت اور کشیدگی ثابت کرتی ہیں۔ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۸ بھی مسلمانوں میں موجود سخت احتجاجی کیفیت اور شدید جذبات پر قابو پانے اور قادیانیوں کو ان چیزوں سے منع کرنے کے لیے جو مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرتی ہیں، وجود میں آئی۔ ام المومنین، اہل بیت، صحابی، امیر المومنین، خلیفۃ المومنین اور خلیفۃ المسلمین کی اصطلاحات مسلمانوں میں صرف

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، خاندان، آپ کے ساتھیوں اور آپ کے بعد حجاز کی اسلامی سلطنت پر حکمرانی کرنے والوں کے لیے مستعمل تھے۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ اصطلاحات انہی اعلےٰ وارفع شخصیات کے لیے مخصوص ہیں اور جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے محفوظ چلی آ رہی تھیں۔ قادیانیوں کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کی بیوی اور ساتھیوں کے لیے استعمال ہونے لگیں جو غیر مسلم قرار دیئے جا چکے ہیں۔ اسی بات سے مسلمانوں میں ناراضگی پیدا ہوئی یہ اس لیے کہ آرڈیننس کے تحت قادیانیوں کے لیے ان اصطلاحات کا استعمال فوجداری جرم قرار دیا گیا۔ امہات المومنین، ام المومنین اور ازواج مطہرات صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور ان کا استعمال قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں ہوتا ہے جس میں کہا گیا ہے "اور ان کی بیویاں ان (مسلمانوں) کی مائیں ہیں" (۶/۳۳) اس کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ کسی زوجہ محترمہ کو ام المومنین کو مسلمانوں کی ماں کہا گیا۔ ہر مسلمان اپنی حقیقی ماں کے علاوہ ازواج رسولؐ کو بھی اپنی ماں سمجھے (۴/۲۳) اس کی ایک وجہ تو امہات المومنین کا تمام خواتین پر تفوق ہے۔ دوسرے یہ پابندی کہ رسول اکرمؐ کے بعد ان میں سے کوئی خاتون کسی کے نکاح میں نہیں آ سکتیں "اے نبی کی بیویو! تم دنیا کی کسی اور عورت کی طرح ہرگز نہیں ہو" (۳۲/۳۳) اے نبی کی بیویو! اگر تم میں سے کوئی کسی نازیبا کام میں ملوث ہوئی تو تمہارے لیے دوگنی سزا ہے" (۳۰/۳۳) یہ دو آیات کھلا کھلم اس بات کا ثبوت ہیں کہ ازواج رسولؐ دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہیں اس وجہ سے انہیں امہات المومنین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے کوئی مال و دولت اکٹھا نہ کیا اور جب ان کے گھر میں دولت آئی تو انہوں نے اسے خیرات کر دیا جب انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قسم کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے تنبیہہ کی اور دولت اور ذات رسولؐ میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کی آزادی دی (القرآن ۲۸/۳۳) ان ازواج مطہرات نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کو ترجیح دی حالانکہ یہ سخت زندگی تھی اور ان میں سے بعض حجاز کے دولت مند گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں مثلاً حضرت سودا، حضرت صفیہ، حضرت جوریہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہ ناممکن ہے کہ ایسی اعلےٰ شخصیات کا دنیا کی کسی عورت سے مقابلہ کیا جائے اور ان کے القاب کسی اور شخصیت پر منطبق کیے جائیں۔ دوسری اصطلاح "اہل بیت" جسے قادیانیوں نے استعمال کیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے تحت کہ "اے رسول کے افراد خانہ اللہ کی رحمت اور برکت تم پر ہو" (القرآن ۷۳/۱۱) یا "اے رسول کے افراد خانہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں کدورت

Marfat.com

سے الگ کر دے اور تمہیں پاکیزگی سے مشرف کر دے" (القرآن ۳۳/۳۳) ان تمام احکامات کا منشا ومقصد یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے لوگ مکروہات دنیا سے اپنے آپ کو پاک وصاف رکھیں اور کسی آلودگی میں ملوث نہ ہوں۔

یہ بات قرآن سے واضح ہے کہ خاندان رسولؐ کے یہی اوصاف تھے حالانکہ حضرت نوحؑ کا بیٹا خاندان کا فرد تسلیم نہ کیا گیا اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں ان خوبیوں کا مالک نہیں تھا جس کا تقاضا انسان سے خدا کرتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی سورہ ہود کی آیات ۴۵، ۴۶ کا مطالعہ کیا جائے۔ اہل بیت کی اصطلاح صرف خاندان رسولؐ سے مخصوص ہے۔ وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہیں ان ناموں سے نہیں پکارے جا سکتے۔ مرزا صاحب کے خاندان کے افراد کے لیے اس اصطلاح کا استعمال ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ یہ اس اصطلاح کی توہین ہے۔ کوئی اور شخص ان اوصاف کا مالک نہیں ہو سکتا جس سے خاندان رسولؐ متصف تھا۔ اگر اس اصطلاح کے استعمال پر مسلمان ناراضگی کا اظہار کریں تو کوئی عجوبہ نہیں ہوگا اور اس کے استعمال سے امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو سکتا تھا اس لیے یہ بات امت کے مفاد میں تھی کہ قادیانیوں کو اس اصطلاح کے استعمال سے روکنے کے لیے اسے فوجداری جرم قرار دے دیا جائے۔ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کی اصطلاح قرآن مجید سے ہدایات کی روشنی میں انہی کے لیے استعمال ہو سکتی ہیں جو اس خوشخبری کے مصداق ہیں (آیات ۹/۱۰۰، ۴۸/۱۸، ۴۸/۱۸، ۵۸/۲۲، ۵۸/۲۲) ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا استعمال صرف اور صرف مسلمانوں کے لیے جائز ہے اس لیے کسی غیر مسلم کے لیے اس کا استعمال اس لیے جائز نہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں رضی اللہ عنہ کی خوشخبری صرف مومنین کے لیے ہے جس میں مرتدین اور کافروں کا کوئی حصہ نہیں۔ یہ ایک مسلمہ اسلامی اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر مسلموں کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ قرآن کی متعدد آیات میں اس کا ذکر موجود ہے تفصیل کے لیے آیات ۹/۳۰، ۹/۸۰، ۶/۶۲، ۶/۶۳، ۹/۱۱۴ کا مطالعہ کیا جائے جہاں واضح طور پر غیر مومنین کی عدم بخشش کا ذکر موجود ہے۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ توبہ نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ انکی بخشش نہیں فرمائے گا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے کئی کتابوں اور حوالہ جات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صوفیا اور دیگر مسلمانوں نے اس اصطلاح کا استعمال کیا ہے لیکن ان حوالہ جات سے انہیں اس لیے مدد نہیں مل سکتی کہ ان صوفیا اور دیگر مسلمان مصنفین نے جن لوگوں کے لیے اس اصطلاح کا استعمال کیا ہے وہ مسلمان ہیں یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس کا استعمال غیر مسلموں کے لیے نہیں کیا گیا۔ یہ ان کے دلائل کا

Marfat.com

مسکت جواب ہے۔ ایک اور متنازعہ اصطلاح صحابی کی ہے یہ اصطلاح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کے بارے میں استعمال ہوتی ہے۔ غیر مسلموں کے لیے نہیں لیکن قادیانی اسے مرزا صاحب کے ساتھیوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ علامہ سخاوی نے اس اصطلاح کی یوں تعریف کی ہے کہ "ابو الحسن نے معتمد میں لکھا ہے کہ صحابی اس کو کہتے ہیں جو حالت ایمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا اور ان سے براہ راست استفادہ کیا۔" (فتح المغیث ۱، ۳) محض اصابہ اور اسد الغابہ میں یوں تعریف کی گئی ہے "جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایمان کی آنکھوں سے دیکھا اور اسی حالت میں وفات پائی۔" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں تین نسلوں کو صحابی، تابعی، تبع تابعی کے نام سے پکارا جاتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ صحابی صرف وہی شخص ہے جس کی مصاحبت رسول سے ثابت ہے۔ تابعی وہ لوگ ہیں جنہوں نے صحابی کو دیکھا اور تبع تابعین۔ تابعین کی صحبت سے فیض یاب ہونے والوں کو کہا جاتا ہے۔

صحابی ہونے کے لیے یہ لازمی شرط ہے کہ اس کی ملاقات رسول اکرمؐ سے بحالت ایمان ثابت ہو اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔ ایک اور اصطلاح امیر المومنین۔ خلیفۃ المسلمین اور خلیفۃ المومنین ہے یہ تینوں اصطلاحیں جن میں مسلم اور مومن لفظ شامل ہے مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں۔ کسی شخص کے لیے جو اعلیٰ ترین عہدے پر فائز ہو خواہ وہ وزیر اعظم یا صدر کے نام سے پکارا جاتا ہو۔ خلیفۃ المسلمین امیر المومنین کا لقب اعلیٰ ترین اہمیت ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ حضرت ابوبکرؓ نے خلیفۃ اللہ کی جگہ خلیفۃ الرسول کا لقب اختیار کیا تو آپ کے بعد آنے والے خلیفہ نے اپنے لیے خلیفۂ خلیفۃ الرسول کا لقب پسند کیا جس سے یہ مشکل پیش آئی کہ ہر آنے والے خلیفہ کے ساتھ الفاظ کا اضافہ ہوتا رہا تو ان القاب کی فہرست طویل ہو جائے گی چنانچہ حضرت عمرؓ نے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ (اسلام کا نظام حکومت ۲۲۴-۲۲۵) یہ القاب صرف مسلمان حکمرانوں کے لیے مخصوص رہے ہیں۔ مسلمان ہرگز پسند نہیں کرتے کہ کوئی شخص جو مسلمان نہیں یا مسلم امہ سے علیحدہ ہو چکا ہے یہ لقب اختیار کرے۔ اس وجہ سے قادیانیوں کو اس اصطلاح کے رد کرنے کے لیے آرڈیننس کا جواز موجود ہے۔ مجیب الرحمٰن نے دلیل دی ہے کہ رضی اللہ عنہ کی اصطلاح بعض صوفیا نے استعمال کی ہے۔ امام مالک کو امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا ہے اور نظام حیدر آباد بھی امیر المومنین کہلاتے تھے اور ایک بزرگ شخصیت کی بیوی بھی ام المومنین کہلاتی تھیں۔ بطور دلیل اسے تسلیم کرتے ہوئے بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ تمام لوگ جن پر ان اصطلاحات کو منطبق کیا گیا مسلمان تھے ان میں سے کوئی بھی غیر مسلم نہیں تھا اس کے علاوہ یہ

Marfat.com

منشیات قابل توجہ نہیں. قادیانیوں کی طرف سے اس اصطلاح کا استعمال اس بنیاد پر مبنی ہے کہ مرزا صاحب بروزی نبی تھے اس لیے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان پر انہی اصطلاحات کا استعمال ہو ان کے ساتھیوں اور بیویوں پر بھی اصطلاحات استعمال کی جائیں۔ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) محمد ہیں تو ان کے ساتھی بھی صحابی ہیں۔ (الفضل قادیان جلد ۳، شمارہ ۸۔ ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء) مرزا صاحب نے خود کہا "میرا وجود اس کا وجود ہو گیا" (نعوذ باللہ) (خطبہ الہامی صفحہ ۵۹ - ۲۵۸) اس وجہ سے آرڈیننس کلی طور پر اطمینان بخش ہے۔

دوسرا سوال اذان پر پابندی کا ہے۔ آرڈیننس میں غیر مسلمانوں پر پابندی عائد کر دی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو نماز کے لیے اذان کے ذریعے نہیں بلا سکتے۔ اذان کا لفظ بلانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے کہ قرآن مجید کی آیات ۷/۴۴، ۱۲/۷۰، ۲۲/۲۷ سے واضح ہے۔ یہ بلانا اطلاع کے لیے ہے۔ اسی طرح قرآن کی آیت ۶۲/۹ سے واضح ہے کہ بلانے سے مراد نماز کے لیے بلانا ہے ہجرت سے پہلے اذان کا کوئی تصور نہیں تھا۔ ہجرت کے بعد ایک شخص دوسروں کو نماز کے لیے ان الفاظ سے بلاتا تھا "الصلوٰۃ جامعہ" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے باقاعدہ شکل دینے کے لیے کہا تو حضرت عمرؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عبداللہ ابن زیدؓ نے اذان کی مختلف شکلیں ترتیب دیں۔ آخر موجودہ شکل متعارف ہوئی۔ صبح کی نماز کے لیے الصلوٰۃ خیر من النوم کے الفاظ کا حضرت بلالؓ کی طرف سے اضافہ کیا گیا جس کی منظوری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی (الجامع الاحکام، القرآن ۲۵۵) نماز کی ضرورت کے سلسلے میں اختلاف رائے ہے۔ ابوعمر کا کہنا ہے کہ یہ دارالحرب اور دارالاسلام کے درمیان نقطۂ وضاحت ہے۔ اذان کی ضرورت کے بارے میں رائے میں اختلاف ہے تاہم ابوعمرؓ نے کہا کہ اذان دارالسلام اور دارالحرب کے درمیان نشانِ امتیاز ہے یہ علام الدین میں سے ایک ہے اس لیے اسے شعائر تصور کیا جاتا ہے جس کا مطلب مسلمانوں کی امتیازی خصوصیت ہے (بحر الرائق جلد اول صفحہ ۲۷۰) کہا جاتا ہے کہ اس امر پر اتفاق رائے ہے کہ یہ اسلام کا شعائر (خصوصیت اور نشانِ امتیاز) ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری کے حاشیہ پر فتاویٰ قاضی خاں حجۃ اللہ البالغہ از تصنیف شاہ ولی اللہ جلد ا صفحہ ۴۰۷) اس کے شعائر اسلام ہونے کے حسب ذیل دلائل ہیں۔

۱: رسول اکرمؐ کے زمانے میں لوگوں کو نماز کی طرف بلانے کے حسب ذیل طریقے رائج تھے۔

ا: نرسنگا پھونکنا

ب: گھنٹی بجانا

Marfat.com

ج : آگ جلانا

لیکن رسول اکرمؐ نے ان میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار نہیں کیا۔

۲ : اسلام میں یہ اصول ہے کہ اذان دینے والے کو اس وقت تک مسلمان تصور کیا جائے گا، جب تک اس کے برعکس ثابت نہ کر دیا جائے۔

ابن ہشامؒ کے والد ماجد کے حوالے سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے ہمیں ایک حملہ آور جماعت کے ساتھ یہ ہدایت دے کر بھیجا کہ جب تم کسی مسجد کو دیکھو اور مؤذن کی اذان سنو تو کسی بھی شخص کو قتل نہ کرنا (سنن ابی داؤد) یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی حضرت انسؓ کی روایت سے (جلد اوّل صفحہ ۸۶) منقول ہے۔

۳ : حضرت انسؓ کی حسب ذیل ایک اور روایت ہے۔

ترجمہ : رسول اکرمؐ جب صبح کی نماز کے وقت دشمن پر حملہ کرتے تو اگر وہ اس جگہ سے اذان کی آواز سنتے تو رک جاتے ورنہ وہ حملہ کرتے (سنن ابی داؤد جلد اوّل صفحہ ۳۵۴)

مشکوٰۃ المصابیح جلد اول صفحہ ۱۴۰ (اُردو ترجمہ)

پہلی حدیث کے مطابق رسول اکرم صلعم کی طرف سے ہدایت دینے اور اذان کے وقت حملہ نہ کرنے کی وجہ اور حکمت یہ تھی کہ اذان کی آواز کا مطلب یہ تھا کہ علاقے میں مسلمان رہتے ہیں جو حملہ سے محفوظ رہیں۔ علم فقہ کے ماہرین نے اسی لیے یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ جو کوئی اذان دیتا ہے اسے مسلمان سمجھا جائے، اگر یہ شہادت مل جائے کہ ذمی نے اذان دی ہے تو اسے بھی مسلمان تصور کیا جائے۔

(البحر الرائق جلد اوّل صفحہ ۲۷۹، رد المختار جلد اوّل صفحہ ۳۵۳)

مسٹر مجیب الرحمٰن نے ان نظریات کے پیش نظر یہ دلیل پیش کی ہے کہ جو شخص بھی اذان دے اسے مسلمان تصور کیا جانا چاہیے لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ مذکورہ بالا حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اذان دینے سے یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اذان دینے والا مسلمان ہے لیکن یہ مفروضہ رد بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ حتمی اور قطعی رائے اور فیصلہ نہیں ہوتا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اذان دینے والا شخص دراصل غیر مسلم ہے یا اس کے عقائد اس کو غیر مسلم ثابت کر دیں تو پھر محض اذان دینے سے اسے فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی محض اذان دینے سے وہ مسلمان تصور کیا جا سکتا ہے۔ رد المختار جلد اول صفحہ ۲۷۹ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ مسجد میں مؤذن کی طرف سے اذان کی آواز سے یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ مؤذن مسلمان ہے کیونکہ مسلمان ہی عموماً اذان دیتا ہے کیونکہ اگر وہ غیر مسلم ہوتا تو مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آنے والے

Marfat.com

سے اذان دینے کی اجازت نہ دیتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی کافر کی طرف سے دی جانے والی اذان درست نہیں ہوتی۔ اس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ کوئی شخص محض اذان دینے سے مسلمان نہیں بن جاتا۔ اب ہم مسٹر مجیب الرحمٰن کے دلائل پر غور کرتے ہیں۔ انہوں نے رسول اکرمؐ کی مذکورہ بالا احادیث اور قرآن پاک کی آیت کہ یا ایھا الذین اٰمنوا اذا ضربتم ․․․․ ان اللہ کان بما تعملون خبیرا (سورہ ۴ آیت ۹۴) پیش کی ہے۔ ان کی طرف سے پیش کردہ دلیل کا جواب خود قرآن مجید کی مذکورہ آیت ہی میں موجود ہے لفظ فتبینوا (سچائی کی تحقیق کرو) مسلمان کہلانے کے خواہاں اور یہ کہنے سے کہ اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں، اذان دینے اور مسجد کی طرح ہی کی عبادت گاہ میں نماز ادا کرنے سے یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا شخص مسلمان ہے حالانکہ یہ قابل تردید بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ثبوت موجود ہو تو ایسا شخص مومن یا مسلمان نہیں کہلا سکتا

پروفیسر طاہر القادری نے دلیل پیش کی ہے کہ کتاب اللہ راست کاری اور ناراستی میں امتیاز روا رکھتی ہے انہوں نے قرآن مجید سے مندرجہ ذیل حوالے پیش کیے ہیں (۲۵ ویں سورۃ کی آیت نمبر ۱ ۴ ویں سورت کی ۳۴ ویں آیت، پانچویں سورت کی ۱۰۰ ویں آیت ۳۰ ویں سورۃ کی ۲۲ ویں آیت، ۵۹ ویں سورۃ کی ۲۰ ویں آیت ۳۴ ویں سورت کی چوتھی آیت ۵۷ ویں سورۃ کی ۱۰ ویں آیت) ان آیات میں مسلمان اور مومن کی تعریف کی گئی ہے جس طرح کہ کسی ناراست کو راست باز یا برے کو اچھا نہیں کہا جا سکتا اسی طرح کسی غیر مسلمان کو مسلمان یا اس کے برعکس نہیں کہا جا سکتا۔

مشہور حدیث ہے کہ اگر کوئی کسی شخص کو کافر کہتا ہے حالانکہ وہ کافر نہیں ہے تو کفر جھوٹا الزام لگانے والے کی طرف لوٹ جائے گا اس لیے اس بات کا کوئی سبب اور وجہ موجود نہیں کہ کسی غیر مسلمان کو مومن یا مسلمان کہا جائے۔ یہ دلیل صحیح ہے مسٹر مجیب الرحمٰن نے تسلیم کیا ہے کہ نماز مسلمانوں کا شعائر ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ قادیانیوں کا بھی شعائر ہے۔ ان کے نزدیک یہ شعائر مسلمانوں اور قادیانیوں میں مشترک ہے جہاں شعائر مشترک ہو تو اس وقت معاملے کا فیصلہ قرآن کی سورۃ ۵ آیت ۲ اور سورہ ۳ آیت ۶۴ کے مطابق کیا جائے گا۔ یہ آیات اس طرح ہیں یا ایھا الذین اٰمنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام ولا الھدی ولا القلائد ولا اٰمین البیت الحرام ․․ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب (سورہ ۲/۵)

سورہ ۳ آیت ۶۴ اس طرح ہے۔

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء ․․․․ فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

Marfat.com

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید کی سورۃ ۳ کی ۶۴ آیت کا ترجمہ "آؤ اپنے اور ہمارے درمیان ایک سمجھوتہ کی طرف (انگریزی ترجمہ مسٹر پکتھال) درست نہیں ہے۔ کیونکہ آیت میں مشترک چیز کا حوالہ دیا گیا ہے نہ کہ کسی سمجھوتے یا معاہدے کا تاہم حضرت مولانا فتح محمد کا ترجمہ بے نقص اور صحیح ہے۔ مسٹر مجیب الرحمٰن کا استدلال یہ ہے کہ جو شے قادیانیوں اور مسلمانوں کے نزدیک احسن اور مشترک ہے۔ اس میں مداخلت نہ کی جائے کیونکہ یہ فریقین میں بمنزلہ کلمۃ سواء کی تشریح کے لیے مدارک التنزیل جلد اول صفحہ ۲۲ کا حوالہ دیا گیا ہے جہاں یہ کہا گیا ہے کہ کلمۃ سواء کی تشریح اس طرح کی گئی ہے۔

ایسی چیز جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہو اور جس کے بارے میں توریت، بائبل (مراد انجیل) اور قرآن کے درمیان کوئی مخالفت نہیں۔ کلمۃ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنا چاہتے، ابن کثیر کا کہنا ہے کہ کلمۃ سواء کا مطلب ایک خدا کی عبادت کرنا ہے اور تمام انبیاء کی دعوت اور پیغام یہی تھا (تفسیر ابن کثیر... اردو ترجمہ جلد اول صفحہ ۶) علامہ جلال الدین سیوطی کے نزدیک کلمۃ سواء کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی طرف تمام لوگوں کو آنا چاہیئے مسٹر مجیب الرحمٰن نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ قابل سزا جرم نہیں۔

سورہ ۴۱، آیت ۳۳ میں بیان کیا گیا ہے "اور کون ہے بہتر قول میں جس نے دعا کی اللہ سے اور عمل صالح کیے اور کہا کہ میں بے شک مسلمانوں میں سے ہوں"

۱ .... اس آیت کا شان نزول القلبی نے یوں بیان کیا ہے کہ جب مؤذن اذان دیتا اور مسلمان نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے تو یہودی ان کا مذاق اڑاتے اور مؤذن کے لیے توہین آمیز کلمات ادا کرتے اور اس کی آواز پر طنز کرتے اس لیے اذان کو بہترین اقوال میں سے ایک بہترین سب سے بہتر قول قرار دیا گیا ہے (حوالہ کے لیے قرطبی جلد نمبر ۶ صفحات ۲۲۵-۲۲۴)

۲ .... یہ پہلے ہی طے شدہ بات ہے کہ غیر مسلموں کی اذان، اذان نہیں کہلاتی اور نتیجتاً اس پر بہترین قول کا اطلاق بھی نہیں ہوگا۔ مذکورہ آیت میں مومن کی تعریف یوں کی گئی ہے یعنی جو اس بات میں کوئی شبہ نہ کرے کہ اذان ایک بہترین قول ہے یعنی جب اذان مسلمانوں کی ہو۔

۳ ... عدالت میں اس بات پر یعنی اس آیت کے نزول کے بارے میں بحث ہوتی رہی جیسی کہ ہمیشہ رہی ہے کہ اس میں اللہ کی جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہ مسلمانوں کی خصوصیات اور نشانیاں ہیں یا بت پرستوں کی۔ مسٹر مجیب الرحمٰن نے ان نشانیوں کو بت پرستوں کی خصوصیات قرار دینے والوں کے نظریہ کی حمایت کرنے والے مفسرین کی آراء کے مطابق مقتدرین کے حوالے دیئے ہیں جب کہ ریاض الحسن گیلانی نے

Marfat.com

مختلف آراء پر انحصار کیا ہے۔ پیر کرم شاہ جو سپریم کورٹ کی شریعت بنچ کے جج بھی ہیں نے اپنے معروف تبصرہ ضیاء القرآن میں مسٹر حبیب الرحمٰن کی رائے کی حمایت کی ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ اس آیت کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ حبیب الرحمٰن نے زور دے کر کہا کہ اس آیت کا حصہ لا تحلوا شعائر اللہ منسوخ نہیں کیا گیا۔

۴ ....یہ ضروری نہیں کہ اس بحث میں پڑا جائے اگر یہ آیت غیر مسلموں کی خصوصیات یا شعائر کے بارے میں ہے تو حج کے وقت منیٰ میں جانور ذبح کرنے کے بارے میں ایک مختلف حکم ہے جو درج ذیل آیت میں نازل کیا گیا ہے۔

"اے ایمان والو! بے شک بت پرست ناپاک ہیں انہیں اس برس کے بعد مسجد حرام کے نزدیک نہ آنے دیا جائے اور اگر تمہیں ان سے بھوک افلاس کا خوف ہو (یعنی ان سے اگر تجارت میں خسارے کا خطرہ ہو) اگر اللہ چاہے گا تو اپنے فضل سے تمہارا نگہبان ہوگا اور اللہ سب جاننے والا اور حکمت والا ہے (۹ : ۲۸)

۵ ....بت پرستوں کو کعبہ کے نزدیک آنے سے روک دیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں اس قرآنی حکم پر عمل درآمد کے لیے حدیث بھی ہے۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو حکم بھیجا اور فیصلہ کیا کہ غیر مسلموں کے لیے حج کو ممنوع قرار دیا جائے۔

۶ ....یہ حکم بت پرستوں کو کعبہ میں اپنے شعائر کی ادائیگی سے منع کرتا ہے اور حضورؐ کا فیصلہ انہیں حج کے شعائر کی ادائیگی سے روکتا ہے (حوالہ تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۸۶، نوٹ ۲۵) اس سے ظاہر ہے کہ یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلامی شریعت غیر مسلموں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ ان اسلامی شعائر کو اپنائیں کیونکہ شعائر کا مطلب ایک امتیازی خصوصیت ہے جس سے ایک فرقہ پہچانا جاتا ہے جن سے اسلامی امّہ کی امتیازی خصوصیات متاثر ہوتی ہیں۔ اس لیے یہ ایک ریاست کی ناکامی اور فرائض سے غفلت ہوگی کہ ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو اسلامی شعائر اپنانے کی اجازت دے دی جائے اور یہ رویّہ شعائر اسلامی کے ساتھ غیر قانونی ہوگا۔

مذکورہ بالا آیت اور حضورؐ کے کردار نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اسلامی ریاست کی قانون سازی کے اختیارات غیر مسلموں کو اس بات سے روکتے ہیں کہ وہ اسلامی شعائر اختیار کریں۔ اس کی یہ وجہ بھی ہے کہ اسلامی ریاست کے قانون میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ان غیر مسلموں کو سزا دے جو اسلامی شعائر اپنانے سے گریز نہیں کرتے جیسا کہ تردیدی آرڈیننس میں دی گئی ہے۔ یہ حبیب الرحمٰن کے تعزیر

Marfat.com

کے بارے میں دلائل کا احاطہ بھی کر لیتی ہے ۔

۷ . . . . مجیب الرحمٰن نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل نکات پیش کیے ہیں ۔

(۱) جیسا کہ اذان اسلامی شعائر میں سے ایک ہے اور اگر ایسا ہی شعائر غیر مسلموں میں بھی مشترک پایا جائے تو غیر مسلموں کو اس سے روکا جا سکتا ہے ؟

(۲) کیا کلمہ سواء کے سلسلہ میں حکم کی روشنی میں یہ ضروری نہیں کہ مسلمان اور غیر مسلم اس سے منسلک ہو جائیں ۔

(۳) کیا اس بات پر کہ " احسن قول " بہترین قول کیا ہے سزا دی جا سکتی ہے . یا یہ بات قابل سزا جرم ہے ۔

ان سوالات کا جواب پہلے ہی دیا جا چکا ہے اور اس وقت اس بات کو سمیٹا جا سکتا ہے ۔ آیت ۹/ ۲۸ کی روشنی میں اس سے اخذ قانون کے مطابق غیر مسلموں کو ان شعائر سے روکا جا سکتا ہے جو مسلموں اور غیر مسلموں میں مشترک ہوں کلمہ سواء مختلف معاملات میں استعمال کیا گیا ہے لیکن پہلے سوال کی روشنی میں دوسرا سوال غیر ضروری ہو جاتا ہے تاہم اس بات پر زور دیا جا سکتا ہے کہ جیسا کہ غیر مسلم طواف کرتے تھے لیکن انہیں اس بات کی اجازت خانہ کعبہ پر مسلمانوں کے کنٹرول کے بعد نہیں دی گئی یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ غیر مسلم کی اذان پر بہترین قول پورا نہیں آتا اور اگر پہلے سوال کے جواب میں ایک شخص کو ان شعائر سے روکا جا سکتا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر سزا بھی دی جا سکتی ہے ۔

۸ . . . . قادیانیوں کے طرز عمل کا جب کہ قادیان میں ان کی اکثریت تھی اور خاطر خواہ اثر رکھتے تھے اس سے تعلق ہے . قادیانیوں نے خود اپنی مسجدوں میں مسلمانوں کو اذان دینے سے روک دیا تھا ۔ احرار کی جانب سے مسلمانوں کی مساجد میں اذان دینے کے لیے رضا کارانہ طور پر لوگ بھیجے گئے تھے لیکن قادیانیوں نے ان پر لاٹھیوں سے حملہ کر دیا اور ان میں سے بڑی تعداد کو زخمی کر دیا جنہیں ہسپتالوں میں بستروں پر پڑے رہنا پڑا (تحریک ختم نبوت شورش کاشمیری صفحہ ۸۷) ایسا برطانوی حکومت میں وحشتی فوج کے ذریعے کیا گیا تھا . یہ بات ان کے شعائر کے بارے میں ایک مثال ہے یعنی " امتیازی خصوصیت " کہ انہوں نے خود مسلمانوں کے لیے اسے غیر قانونی قرار دیا ہے . اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے خیال میں اقتدار میں اکثریت کی جانب سے ایسی پابندیاں قانونی ہیں ۔

۹ . . . مسٹر مجیب الرحمٰن کی ان عبادت گاہوں کو مسجد کہنے کی پابندی کے خلاف دلیل یہ تھی کہ

Marfat.com

قرآن کے مطابق لفظ مسجد صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص نہیں بلکہ جواب غیر مسلم ہیں ان کی مسجدوں" کے لیے لفظ "مسجد" استعمال کیا گیا ہے جب یہ پوچھا گیا کہ گزشتہ ۱۴۰۰ برس میں مسلمانوں کے علاوہ دوسری عبادت گاہوں کو کبھی مسجد کہا گیا؟ تو انہوں نے نفی میں جواب دیا لیکن اس کے چند روز بعد وہ اس قابل ہوگئے کہ کراچی میں یہودیوں کی ایک عبادت گاہ کی ایک مثال ڈھونڈ نکالی جس پر لفظ "مسجد بنی اسرائیل" لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے اس تحریر کی تصاویر بھی پیش کیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عبادت گاہ کی جگہ ایک عبادت گاہ ہے لیکن اس کا کسی نے ترجمہ مسجد بنی اسرائیل کیا ہے۔ ایسا نام یہودیوں میں شرک نہیں ہے۔

۱۰ ..... سوال یہ ہے کہ آیا کہ حضور کے پیروکاروں کے علاوہ دیگر لوگوں کی عبادت گاہوں کو بھی قرآن میں مسجد کے نام سے پکارا گیا ہے ایک علیحدہ نقطہ ہے یعنی آدم سے لے کر اگر لفظ مسجد ان لوگوں کی عبادت گاہوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے کسی اور نبی کے پیروکار میں اور بعد میں اسلام کو ماننے لگے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لفظ مسجد کا نام غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے نقطہ یہ ہے کہ گزشتہ چودہ سو برس میں لفظ مسجد صرف مسلمانوں کی مسجدوں کے لیے مخصوص رہا ہے اور یہ روایت صرف مسلمانوں میں ہی رہی ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہیں۔

۱۱۔ قرآن پاک میں لفظ مسجد لغوی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے لیکن اب بھی لفظ تکنیکی اعتبار سے مسجد کا لفظ صرف مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے (العلاقات الدوالیۃ فی الاسلام صفحہ ۲۱۲) اس کے مطابق ، حتیٰ کہ عید گاہ کو بھی مسجد نہیں کہا جا سکتا اور اس سلسلہ میں ۲۲۔ ۴۰ کا حوالہ دیا گیا ہے (الذین اخرجوا ..... ان اللہ لقوی عزیز۔)

۱۲ ..... تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کے تقدس کے پیش نظر یہ دلائل دیئے گئے ہیں کہ ایک شخص کو اس کی عبادت گاہ کو مسجد کہنے سے نہیں روکا جا سکتا تاہم اس کی وضاحت قرطبی نے یوں کی ہے کہ عبادت کی جگہیں عبادت خانے، گرجے اور چھوٹے گرجے اور پادریوں کی رہائش گاہیں غیر مسلموں کی ہوتی ہیں جب کہ مسجد کا لفظ مسلمانوں کے عبادت خانے ظاہر کرتا ہے (احکم القرآن جلد ۱۲ صفحہ ۷۲) یہ قیاس کرتے ہوئے کہ مسجد کا لفظ ان لوگوں کے عبادت خانے کے لیے استعمال ہوا ہے جو رسول اکرم کی بعثت کے بعد غیر مسلم کہلاتے تھے۔ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس وقت مسجد کا لفظ صرف مسلمانوں کے عبادت خانوں کے لیے مخصوص تھا۔

۱۳ ..... اذان کے بارے میں بحث سے متعلق حدیث میں مسجد کو شعائر اسلام قرار دیا گیا ہے اور جہاں مسجد کو دیکھا جائے وہاں قتل و غارت ممنوع قرار دیا گیا ہے یہ اس لیے کہ مسجد مسلمانوں کے شعائر کی ایک

Marfat.com

امتیازی خصوصیت ہے اور اس میں جو لوگ نماز ادا کرتے ہیں قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں تاوقت کہ اس کے برعکس ثابت نہ کیا جا سکے کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔

۱۴.... مندرجہ ذیل دو آیات اس سلسلہ میں اس مسئلہ کا حل پیش کرتی ہیں:

" یہ مشرکوں کے لیے نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مساجد کو آباد کریں جب کہ ان کے خلاف کافر ہونے کی شہادت موجود ہو۔ اس لیے ان کا عمل بے سود ہے اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔ (۹: ۱۷)

دوسری آیت کے مطابق " صرف وہ شخص اللہ کی مساجد کو آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے، عبادت کا پابند ہو اور زکوٰۃ دے اور سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈرے اس طرح یہ ممکن ہے کہ وہ ہدایت پانے والوں میں ہو جائے۔ (۹: ۱۹)

۱۵.... اس سلسلہ میں نظریات میں اختلاف ہے کہ آیا غیر مسلم یا بُت پرست مسجد تعمیر کر سکتے ہیں یا اس میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں یہ مسلّمہ اصول ہے کہ خواہ یہ غیر مسلموں کی جانب سے بھی تعمیر کی جائے لیکن اسے مسلمانوں کی عبادت کے لیے مخصوص کیا جائے تاہم مسجد میں داخل ہونے کے استحقاق کے بارے میں مختلف نظریات ہیں۔ مالکی اور امام حنبلؒ کے پیروکار ان کے مسجد میں داخل ہونے کے خلاف ہیں۔ امام شافعیؒ کے پیروکار اسے جائز قرار دیتے ہیں اور مسجد حرام کے علاوہ انتظامیہ کی اجازت سے غیر مسلم کا داخل ہونا جائز قرار دیتے ہیں لیکن امام ابو حنیفہؒ کے پیروکاروں کا خیال ہے کہ مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں۔ حضورؐ نے ریاکاروں اور منافقوں کو مسجد سے نکال دیا تھا۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ:

۱۶...... جمعہ کے روز خطبہ دیتے ہوئے حضورؐ نے چند افراد کو جو عبادت کے لیے بیٹھے ہوئے تھے ان کے نام لے کر حکم دیا کہ وہ مسجد سے باہر چلے جائیں کیونکہ وہ منافق تھے۔ (روح المعانی از آلوسی جلد دوم صفحہ ۱۰)

۱۷...... یہ بحث سر ظفر اللہ خان جو ایک معروف احمدی ہیں کی رائے سے سمیٹی جا سکتی ہے کہ " احمدی غیر مسلم ہیں اور ان کا مسجد سے کوئی تعلق اور سروکار نہیں (تحدیث نعمت صفحہ ۱۶۲)

۱۸.... لیکن قادیانی آرڈیننس نے صرف قادیانیوں کو اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہنے سے روکا ہے۔

۱۹.... اسلامی ریاست میں دوسرے مذاہب کی تبلیغ ارتداد کے اصول کے پیش نظر غیر محدود نہیں ہو سکتی۔ قرآن میں کہا گیا ہے کہ اے ایمان والو تم میں سے جو اپنا مذہب چھوڑ کر مرتد ہو جائے

Marfat.com

جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بجائے ان لوگوں کو لائے گا جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے نرم ہے اور کفار کے لیے سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے پر جہاد کرنے والے کسی لومتہ لائم سے نہ ڈرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہی برکات ہیں جو ان لوگوں کو دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے (۵ : ۵۴)

قرآن میں کہا گیا ہے کہ جو مرتد ہو جائے اور کفر کی حالت میں مر جائے وہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ضائع ہو گئے۔ ایسے لوگ آگ والے ہیں اور وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۲ : ۲۱۷)

۲۰ ...... یہ ضروری نہیں کہ اس سوال پر تفصیل سے بحث کی جائے۔ یہ تمام مذاہب کی ایک طے شدہ روایت رہی ہے کہ ایک مذہب کے ایک شخص کی دوسرے مذہب کے شخص کے ساتھ بات چیت اس کے اپنے مذہب کے دیگر افراد کی نظر میں دشمنی سے کم نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک مثال ہندوؤں کی ہے جن میں برسر اقتدار ہندو بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے ایک نام نہاد سیکولر ریاست میں رہتے ہوئے اسلام کے فرقوں سے بات چیت کرنے کی مخالفت کی تھی۔ یہ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ ایک فرقہ سے نکل کر دوسرے فرقے میں داخل ہونا ان کے لیے انتشار پسندی ہو۔ قادیانیوں کے لٹریچر میں بھی اگر ایک شخص اسلام سے قادیانیت میں داخل ہو جائے اور دوبارہ اسلام قبول کرے وہ مرتد کہلاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ وہ غیر مسلموں کی طرح دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ اس صورت میں یہ کہنا مشکل ہے کہ اسلام مسلمانوں میں غیر مسلم لوگوں کو اس بات کی اجازت دے کہ وہ اپنے مذہب کا غیر مشروط طور پر بنیادی حق کے طور پر پرچار کریں۔

۲۱ .... اسلامی تاریخ میں ایسی مثالیں ہیں کہ خلیفہ یا بادشاہ کی عدالت میں ایک مذہب کی برتری کے بارے میں مذہبی بحثیں ہوتی رہیں جن میں مسلمان اور غیر مسلم مذہبی اسکالر شرکت کرتے تھے لیکن ماضی کی ایسی مثالیں اسلام کے علاوہ مسلمانوں کو دیگر مذاہب میں تبدیل کرنے کے لیے کسی مذہب کی تبلیغ کے مبینہ حق میں مؤثر نہیں ہو سکتیں۔

۲۲ ..... مجیب الرحمٰن نے اپنی دلیل کہ اسلام غیر مسلموں کو ایک اسلامی مملکت میں اپنے مذہب کا پرچار کرنے کی اجازت دیتا ہے، کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے قرآن کی کسی آیت، حضورؐ کی کسی روایت اور کسی رکن جیوری کی رائے پر براہ راست انحصار نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کے مطابق تبلیغ کرنا فرض ہے اور اسی فرض کے تحت غیر مسلم کا حق ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرے۔ انہوں نے اس

Marfat.com

آیت کا حوالہ دیا۔

ترجمہ" اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اطاعت کرو اس کی جو خدا نے نازل کیا۔ وہ کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی اطاعت کرتے ہیں جو ہم نے اپنے آبائ سے پایا اور خواہ ان کے آباء بالکل عقل نہیں کرتے تھے اور نہ ان کے پاس ہدایت تھی" (۲ : ۱۷۰)

اور انہوں نے کہا کہ یہ آیت اپنے آباء کی کسی کی طرف سے اندھی پیروی کرنے کی مذمت کرتی ہے۔ انہوں نے قرآن کی درج ذیل آیات کی تلاوت بھی کی۔ ۲ : ۱۱۲ ، ۵ : ۱۰۵ ، ۷ : ۲۶ تا ۱۷۵ ، ۲۱ : ۴۴ تا ۲۵۔ اور بتایا کہ ان آیات کا اجتماعی مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جب بھی نبی نے کافروں کو صداقت کا پیغام پہنچایا۔ ان کے پاس صرف ایک ہی جواب تھا کہ ان کے آباؤ اجداد ان کے لیکافی ہیں خواہ ان کے آباء کو بالکل ہی سمجھ نہ ہو۔ یہ اسلام کی روح ہے کہ تقلید کے اصول پر اس زور دینے کو آفاقی اور انفسی دونوں طرح کے دلائل سے رجوع کر کے ختم کیا جائے۔ آفاقی دلائل نظام قدرت، ارض و سما کی تخلیق اور روز و شب کے تبدیل ہونے وغیرہ سے متعلق ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان دلائل سے نظام کی اس ترتیب اور خوبصورتی کا احساس ہونا چاہیے جو خدا کی موجودگی میں ممکن نہیں تھی۔ انفسی دلائل کا معنی یہ ہے کہ انہیں زندگی کے مختلف مراحل کی تخلیق پر غور کرنا چاہیے اور انہیں یہ بات دریافت کرنی چاہیے کہ صرف ایک خدا نے آدمی کو تخلیق کیا ہے۔ یہ ہے وہ طریقہ جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔

ترجمہ:" انہیں اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ بہتر طریقہ سے بحث کرو" (۱۶ : ۱۲۵) وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ بڑی چیز دلیل ہے۔

ولکن لیقضی اللہ امرا کان مفعولا لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ (۸ : ۴۲)

ترجمہ:۔ لیکن جو کچھ پیش آیا وہ اس لیے تھا کہ جس بات کا فیصلہ اللہ کر چکا تھا اسے ظہور میں لے آئے تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے۔

بعد ازاں اس نے آیات قرآن ۶ : ۱۴۹ - ۲۸ : ۷۵ ، ۲۷ : ۱۵۶ ، ۱۵۷ : ۲۷ - ۶۴ ، ۲۱ : ۲۴ اور ۲ : ۱۱۱ کا حوالہ دیا جن کے متعلقہ حصے درج ذیل ہیں۔ ترجمہ... کیا تمہارے پاس کوئی علم

Marfat.com

ہے کہ جو تم ہمارے لیے لاؤ (۶ : ۱۶۹)

ترجمہ ... کیا تمہارے پاس کوئی واضح اتھارٹی ہے (۳۷ - ۱۵۶)

ترجمہ .... پھر اپنی کتاب پیدا کرو اگر تم سچے ہو (۳۷ : ۱۵۷)

ترجمہ .... پس ہم کہیں گے لاؤ اپنا ثبوت (۲۸ : ۷۵)

ترجمہ .... کہو، لاؤ اپنا ثبوت (۲۱ : ۲۴)

ترجمہ .... کہو، لاؤ اپنا ثبوت (۲۷ : ۶۴)

ترجمہ .... کہو لاؤ اپنا ثبوت (۲ : ۱۱۱)

اس نے ان آیات کی تشریح میں متعدد تفسیروں کا حوالہ بھی دیا یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کا ذکر کیا جائے کیونکہ ان آیات کا مطلب واضح ہے کہ مسلمان مشرکوں اور غیر مسلموں سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے مضبوط عقیدے کی حمایت میں دلائل دیں۔

لیکن مسٹر مجیب الرحمٰن کی دلیل یہ ہے کہ یہ غیر مسلم کو اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق دیتا ہے تاکہ انہیں مرتد (CONVERT) کیا جا سکے۔ ہم اس سے متفق نہیں ایک دور دراز کے امکان کے طور پر بھی نہیں۔ یہ تمام آیات اسلام کی تبلیغ یا نشر و اشاعت کے اصولوں اور اس نشر و اشاعت میں استعمال ہونے والے طریقہ سے متعلق ہیں۔ اصول یہ ہے کہ کسی شخص کو اسلام کی نشر و اشاعت کی غرض سے کسی غیر مسلم کے ساتھ گفتگو کے وقت نرم مزاجی سے پیش آنا چاہیئے اور نہ صرف اسلام کے تمام اچھے نکات منطقی اور عقلی طور پر پیش کرنے چاہئیں بلکہ غیر مسلم کو بھی اس کے اپنے مذہب کے اچھے نکات پیش کرنے کا موقع دینا چاہیئے۔ یہ ضروری ہے کہ غیر مسلم کا اپنے مذہب کے بارے میں نقطہ نظر واضح طور پر سامنے آئے تاکہ مسلمان اس کو مسترد کرنے اور دوسرے مذہب کے متخیلہ فلسفہ پر اسلام کی بہتری ظاہر کرنے کے قابل ہو سکے۔ درحقیقت قرآن دو افراد کے درمیان اس قسم کی آزادانہ بحث ہی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ مسلمانوں سے کہتا ہے کہ وہ غیر مسلم کو اس بات کا چیلنج دیں کہ وہ عقیدے کے حق میں اپنے دلائل سامنے لائے جیسا کہ لفظ "ہاتو برہانکم" (لاؤ اپنے دلائل) سے واضح ہے جو ایسے دلائل لانے کے بارے میں غیر مسلم کی نااہلی کی نشاندہی کرتا ہے (ملاحظہ ہو المراغی جلد ا)

یہ کہا گیا ہے "فھو فی عرف التخاطب تکذیب"

(تکذیب کے لیے یہ زبان کے عام قاعدے میں تخاطب کی ایک صورت ہے۔)

یہ بات حتمی ہے کہ قرآن کے دلائل کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ کفر کے حق میں کوئی دلیل ممکن نہیں

Marfat.com

یہ بات اس امکان کی نفی کر دیتی ہے کہ اپنے مذہب کے حق میں غیر مسلم کی بحث کے زیر اثر مسلمان مرتد ہو جائیں۔ ان آیات قرآنی کا اطلاق صرف کوشش کی اس شکل پر ہوتا ہے جو غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کے لیے درکار ہے۔

ان آیات کو اپنے مذہب کی اشاعت کے دعویٰ کے حق میں غیر مسلموں کے فائدے میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ قرآن مقدس سنت رسولؐ یا ان کی تفاسیر میں غیر مسلم کے مسلمانوں کے درمیان اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کے حق کے بارے میں کچھ نہیں ہے۔

یہ آیات و تفاسیر مسلمانوں کے درمیان غیر مسلموں کے اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کے بنیادی حق کی تائید کے لیے بھی کافی نہیں ہیں۔ اس کے باوجود یہ اسلامی ریاست پر منحصر ہے کہ وہ غیر مسلموں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت دے جیسا کہ آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۰ میں ہے لیکن یہ اس صورت میں کہا جا سکتا ہے جبکہ غیر مسلم خود کو غیر مسلم ظاہر کرتے ہوئے تبلیغ کریں تاکہ خود کو مسلمان ظاہر کریں۔

مولانا مودودی نے اپنی کتاب "اسلامی ریاست" کے صفحات ۵۸۲ تا ۶۰۲ میں اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے اور اسلامی معاشرہ میں غیر مسلموں کی عزت سے اپنے مذہب کی بالاتری ثابت کرنے کی غرض سے مواد کی اشاعت کے حق میں بھی لکھا ہے لیکن اس کے ساتھ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں کے سامنے کسی کے مذہب کی انفرادی طور پر اشاعت کی اجازت نہیں ہے۔ انہوں نے مزید لکھا ہے کہ کسی مسلمان کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے ۱۹۴۸ء میں منظور کردہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اعلامیے میں سے بھی حوالے دیئے ہیں جس کے آرٹیکل کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ یوں ہے۔

آرٹیکل ۱۸۔ ہر شخص کو سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے اس حق میں اپنے مذہب یا عقیدے کی تبدیلی کی آزادی اور خواہ انفرادی طور پر یا برادری میں دوسروں کے ساتھ اور عوام میں یا نجی طور پر اپنے مذہب یا عقیدے کو تعلیم عمل عبادت اور اس کی پابندی میں ظاہر کرنے کی آزادی شامل ہے۔

اس چارٹر میں کسی ملک کے شہریوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کا حق دینے کے بارے

Marfat.com

میں کچھ نہیں ہے۔

آخری حوالہ اسلامک کونسل کی طرف سے جاری کردہ دو پمفلٹوں "انسانی حقوق کا اعلامیہ" اور "ایک اسلامی آئین کا ماڈل" کا دیا جا سکتا ہے۔ عمومی طور پر ان دونوں پمفلٹوں میں قرآن و سنت کے اصولوں کی بنیاد پر بیان کردہ انسانی حقوق میں وہ حقوق شامل ہیں جو اقوام متحدہ نے منظور کیے ہیں۔ مثال کے طور پر انصاف کا حق، طاقت کے استعمال کے خلاف تحفظ کا حق، سیاسی پناہ کا حق۔ اقلیتوں کا یہ حق کہ ان کے ذاتی امور ان کے اپنے پرسنل قوانین کے تحت چلائے جائیں۔ عوامی امور کے چلائے جانے میں شرکت کا حق اور ذمہ داریاں، کارکن کی حیثیت اور وقار، سوشل سکورٹی کا حق وغیرہ۔ انسانی حقوق کا عالمگیر اعلامیہ نامی پمفلٹ کے پیراگراف نمبر ۱۲ اور ۱۳ میں عقیدے، سوچ اور تقریر کی آزادی کے حق اور مذہب کی آزادی کے حق سے متعلق ہیں۔ یہ پیرے یہاں دیئے جاتے ہیں۔

۱۲ (الف) ہر شخص کو اس وقت تک اپنے خیالات اور عقائد کے اظہار کا حق حاصل ہے جب تک وہ قانون میں بیان کردہ حدود میں رہتا ہے تاہم کوئی بھی شخص اس بات کا مجاز نہیں ہے کہ وہ جھوٹ کی نشر و اشاعت کرے، ایسی اطلاعات تقسیم کرے جو عوامی معقولیت کو مشتعل کر دیں۔ یا بہتان، طعن و تشنیع یا کسی دوسرے شخص پر توہین آمیز اتہام طرازی کرے۔

(ب) علم کی جستجو اور صداقت کی تلاش ہر مسلمان کا نہ صرف حق بلکہ فرض ہے۔

(ج) یہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ قانون کی حدود کے اندر رہتے ہوئے جبر کے خلاف احتجاج اور جدوجہد کرے خواہ اس میں ملک کی اعلیٰ ترین اتھارٹی کو چیلنج کرنا بھی شامل ہو جائے۔

(د) اطلاعات کی نشر و اشاعت پر کوئی پابندی نہیں ہوتی بشرطیکہ اس سے معاشرہ یا ریاست کی سلامتی کو خطرہ لاحق نہ ہو اور یہ قانون کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کے اندر محدود ہو۔

(ر) کوئی شخص دوسروں کے مذہبی عقائد کی توہین، تضحیک یا ان کے خلاف عوام میں عناد کو بھڑکانے کا مرتکب نہیں ہوگا۔ دوسروں کے مذہبی جذبات کا احترام تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

۱۳۔ ہر شخص کو ضمیر اور اپنے مذہبی عقائد کے مطابق عبادت کی آزادی کا حق ہے۔ اسی طرح پمفلٹ ایک اسلامی آئین کا ماڈل کے آرٹیکل ۸ اور ۱۶ اقلیتوں کے مذہبی حقوق سے متعلق ہیں اور یوں ہیں۔

۸۔ ہر شخص کو اپنے خیالات، آراء اور عقائد کا حق ہے اسے ان کے اظہار کا حق بھی اس وقت حاصل ہے جب تک وہ قانون کے بیان کردہ حدود کے اندر رہتا ہے۔

۱۶۔ (الف) مذہب میں کوئی جبر نہیں

Marfat.com

(ب) غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق ہے۔

(ج) پرسنل لاء کے امور میں اقلیتوں پر ان کے اپنے قوانین و روایات پر عمل ہوگا الّا یہ کہ وہ خود یہ اختیار کریں کہ ان پر شریعت کی حکمرانی ہو۔ گروہوں کے درمیان تنازعہ کی صورت میں شریعت کا اطلاق کیا جائے گا۔

یہاں یہ واضح ہے کہ کسی کے مذہب کی اشاعت اقلیتوں کے انسانی حقوق میں شامل نہیں جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے یہ اس کے مطابق ہے۔ آئین کا آرٹیکل نمبر ۲۰ پاکستان کے تمام شہریوں کے کسی مذہب کو ماننے، عمل اور اشاعت کرنے کے بنیادی حق کے بارے میں ہے لیکن یہ حق قانون، امنِ عامہ اور اخلاق کے مطابق ہے اس میں کہا گیا ہے۔

قانون، امنِ عامہ اور اخلاق کے مطابق

(۱) ہر شہری کو اپنا مذہب ماننے، اس پر عمل کرنے اور اس کی اشاعت کرنے کا حق ہے اور

(ب) یہ مذہبی گروہ اور ہر فرقہ کو چنانچہ اپنے مذہبی اداروں کو قائم کرنے، برقرار رکھنے اور ان کو چلانے کا حق ہے۔

جبین دار کشور کے کیس میں پی ایل ڈی، ۱۹۵۷ ایس سی صفحہ ۹، سپریم کورٹ کو ایک موقع پر ۱۹۵۶ء کے آئین کے آرٹیکل نمبر ۱۸ کی اسی طرح کی زبان کی تشریح کرنا پڑی تھی۔ یہ سمجھا گیا ہے کہ قانون کے مطابق" کے الفاظ مقننہ کو یہ حق نہیں دیتے کہ وہ اس چیز کو دوسرے ہاتھ سے چھین لے جو آئین نے ایک ہاتھ سے دیئے تھے اور یہ حق محض جاری کیے جا سکتے ہیں، یہ نہیں جا سکتے۔ مسٹر جسٹس محمد منیر، چیف جسٹس (ریٹائرڈ) نے اس سلسلہ میں یہ قرار دیا۔

"لیکن جب کبھی امن عامہ کی صورت حال پیدا ہو، قانون کی طرف سے ضابطے کے اطلاق کو محدود نہیں کیا جا سکتا"

آرٹیکل نمبر ۲۰ بھی قانون اور امن کے مطابق ہے اور تبلیغ کا حق اس کے مطابق ہے۔

مرزا غلام احمد کے دعوؤں کے دوران کے ارتقائی رجحان کے تاریخی جائزوں سے بات نوٹ کی گئی ہے کہ مرزا غلام احمد کی طرف سے مجدد اور مامور من اللہ ہونے کے دعویٰ کے فوراً بعد ہی برصغیر ہند کے مسلمانوں میں بے چینی کے احساسات پیدا ہو گئے تھے۔ انہوں نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ نبوت کی طرف پہلا قدم ہو سکتا ہے۔ مرزا صاحب اس کو مسترد کرنے میں اور یہ دعویٰ کرنے میں بڑے مستعد تھے کہ وہ حضرت محمدؐ پر نبوت کے خاتمے پر پختہ عقیدہ کے حامل ہیں اور ان کے خیال میں نبوت کا یہ

Marfat.com

دعویٰ کفر سے کم نہیں۔

مسلمانوں کے درمیان یہ بے چینی، ناراضی اور مخالفت اس وقت بڑھ گئی جب ۱۸۹۰ء میں مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا گیا۔ مرزا صاحب کی کتابوں اور دوسرے قادیانی لٹریچر سے واضح ہو جائے گا کہ جب وہ مختلف شہروں کا دورہ کرتے تھے تو ان کی قیام گاہ کے اردگرد مسلمان اکھٹے ہو جاتے تھے اور علماء کی طرف سے بھی بے حد احتجاج کیا جاتا رہا۔

یہ احتجاج اس وقت اپنے عروج کو پہنچ گیا جب ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب کی طرف سے نبوت کا دعویٰ کیا گیا۔ پاکستان قائم ہونے کے بعد اس نقطے پر اس قدر احتجاج ہوا کہ اس کو روکنے کے لیے ۱۹۵۳ء کا مارشل لا نافذ کرنا پڑا تاہم یہ مسلمانوں کے اس مطالبے کو خاموش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا جسے علمائے اپنے ۲۲ نکاتی پروگرام میں آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اور اقلیتی حیثیت دینے کے لیے پیش کیا۔

مارشل لا کے نفاذ کے باوجود احتجاج جاری رہا یہاں تک کہ پارلیمنٹ اور قومی اسمبلی میں مسلمان عوام کے نمائندوں کو آئینی (دوسری ترمیم) ایکٹ ۱۹۷۴ء، قادیانی فرقہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد کی بھرپور سماعت کے بعد، پاس کرنا پڑا اور یہ تعریف ۱۹۷۳ء کے آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۶۰ میں شامل کرنا پڑی جس کے تحت دو بخوبی معروف گروہوں کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا اور آرٹیکل ۱۰۶ میں ترمیم کے ذریعے انہیں پاکستان میں عیسائیوں، پارسیوں، ہندوؤں وغیرہ کی طرح کی دوسری اقلیتوں کی طرح کے مقام پر رکھا گیا۔

اس اعلان کے نتیجہ میں جو مسلمانوں کے متفقہ مطالبہ کا نتیجہ تھا قادیانیوں کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ خود کو مسلمان کہلوائیں یا اپنے تصور کے اسلام کی صحیح اسلام کے طور پر اشاعت کریں لیکن انہوں نے آئینی ترمیم کا کم سے کم احترام کیا اور پہلے کی طرح اپنے عقیدہ کو اسلام قرار دیتے رہے۔ وہ اپنی کتابوں رسالوں وغیرہ کی اشاعت کے ذریعے اور انفرادی مسلمانوں کے اندر اپنے مذہب کی آزادانہ تبلیغ کرتے رہے تاکہ ناراضی پیدا کی جائے جس کے پیش نظر امکان تھا کہ امن و امان کی صورت حال پیدا ہو جاتی اور یہ سب اس وقت تک جاری رہا یہاں تک کہ موجودہ آرڈیننس منظور اور نافذ کیا گیا۔

۲۱۔ ان حالات میں یہ آرڈیننس امن و امان کے برقرار رکھنے سے متعلق آرٹیکل نمبر ۲ میں موجود استثنائے سے تحفظ یافتہ دکھائی دیتا ہے۔ مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر دونوں پٹیشنیں بے بنیاد ہیں اور خارج کی جاتی ہیں۔

Marfat.com

اس فیصلہ کو ختم کرنے سے پہلے ہم پسند کریں گے کہ مسٹر مجیب الرحمان مدعی اور مسٹر ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ برائے وفاقی حکومت کی طرف سے دی گئی معاونت کے لیے اپنی گہری ستائش کو ریکارڈ پر رکھیں۔ مسٹر گیلانی کی طرف سے کیس کی تیاری اور پیشکش قابل تعریف تھی۔

چیف جسٹس
جج نمبر ۱ ، جج نمبر ۲ ، جج نمبر ۳
اسلام آباد۔
مؤرخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۴ء

Marfat.com

قادیانیت عدالت کے کٹھرے میں

تاریخی فیصلے کا مکمل متن

Marfat.com